السیف الصارم
لمنکر
شان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
یعنی
حضرت امام ابو حنیفہ پر چند اعتراضات کے جوابات
تالیف
حضرت مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی المتوفی
الہادی

السیف الصارم

لمنکر

شان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کے جوابات

تالیف

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہلمی المتوفی ۱۳۲۲ھ

الھادی للنشر والتوزیع

۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔

Ph:0423-7361473

Mob:0345-7492334-0300-6609226

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

کچھ عرصہ سے لکھنؤ سے ایک رسالہ موسومہ اہل الذکر کسی متعصب گستاخ
غیر مقلد نے شائع کرنا شروع کیا ہے جس کا اہم مقصد جیسا کہ اس کے مضامین
سے ظاہر ہے حضرت امام الائمہ سراج الامۃ ابو حنیفہؒ کی توہین اور مسلمانوں کے
سواد اعظم گروہ کثیر حنفیوں کی دل آزاری ہے۔ مجھے ایک دوست کے ذریعہ
اس کے چند نمبرات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے کسی نمبر میں بھی کوئی علمی یا
اخلاقی مضمون نہیں دیکھا بجز اس کے کہ ہر ایک نمبر میں حضرت امام ہمامؒ کی شان والا
بے ہودہ اور بے جا حملے کیے گئے اور حنفی مسلمانوں کو پانی پی پی کر کوسا گیا ہے
ایڈیٹر اہل الذکر کی طرزِ تحریر اور روشِ بحث سے ظاہر ہے کہ علمیت سے وہ
بالکل بے بہرہ ہے اور تہذیب سے اس کو مطلق مس نہیں اور یہی وجہ ہے
کہ رسالہ اہل الذکر پبلک کی نگاہ میں نفرت و نفرین کا مستحق سمجھا گیا ہے اور اس
کے لچر اور دل آزار مضامین سے ہر طبقہ کے مسلمانوں نے بیزاری اور ناراضگی کا
اظہار کیا ہے اہل الذکر کی گستاخ اور بے ادبانہ تحریرات سے حنفی ہی مسلمانوں
بلکہ اس کے ہم مذہب اہل حدیث مسلمانوں کے بھی دل کانپ اٹھتے ہیں اور
اگر حنفی مسلمان صبر و حوصلے سے کام نہ لیتے اور عدالت تک نوبت پہنچتی تو اہل الذکر
کا مدیر کب کا واصل جیل ہو گیا ہوتا اور اب بھی اندیشہ ہے کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا

تو آخر عدالت تک نوبت پہنچ گئی۔ اہل الذکر کے دل آزار اور فحش مضامین کی نسبت جو رائے اس کے ہم مذہب اہل حدیث نے ایک کثیر الاشاعت اخبار میں شائع کرائی ہے وہ قابل غور ہے جس کو ہم بجنسہٖ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:
روزانہ پیسہ اخبار" لاہور مطبوعہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۸ء میں اہل حدیث امرتسر نے اہل الذکر کے مضامین کی نسبت اپنی منصفانہ رائے یوں درج کرائی ہے کہ:

"ہم اہل حدیث کسی خاص امام کے معتقد نہیں۔ لیکن ہم کو کسی خاص بزرگ سے کوئی خاص محبت نہیں اور نہ کسی خاص بزرگ سے عداوت ہے۔ ہماری نظر میں تمام ائمہ مجتہدین اور تمام محدثین بڑے متقی اور واجب التعظیم بزرگ تھے۔ اس لیے ہم ان مضامین سے نفرت رکھتے ہیں جو ائمہ مجتہدین کی توہین کے لیے لکھے جائیں۔ اہل الذکر نے ائمہ مجتہدین کی شان میں جس قدر بُرے الفاظ سے کام لینا شروع کیا ہے۔ اس سے ہمارے دل کانپ اٹھتے ہیں بس کسی ایمان دار اہل حدیث کا یہ حوصلہ نہیں کہ اہل الذکر کے مضامین کو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھے۔"

اہل حدیث امرتسر کی تحریر بالا بالخصوص اس حصہ عبارت سے جس پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے امور ذیل کا صریح فیصلہ ہو گیا ہے:

۱۔ اہل حدیث مسلمان بھی حنفی مسلمانوں کی طرح ایسے مضامین کو حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو ائمہ مجتہدین کی توہین کے لیے لکھے جائیں۔

۲۔ اہل الذکر کے مضامین ائمہ مجتہدین کی توہین کے لیے لکھے گئے ہیں اور ان سے اہل حدیث مسلمانوں کو حنفی مسلمانوں کی طرح سخت نفرت ہے۔

۳۔ اہل الذکر نے ائمہ مجتہدین کی شان میں سخت بُرے الفاظ سے کام لینا

شروع کیا ہے اور اس لیے ان سے اہلِ حدیث مسلمانوں کے دل بھی حنفیوں کی طرح کانپ اُٹھے ہیں۔

۴۔ کسی ایماندار مسلمان (اہلِ حدیث ہو یا حنفی) کا یہ حوصلہ نہیں کہ اہل الذکر کے مضامین کو نظرِ استحسان دیکھے۔

۵۔ جو شخص برخلاف اس کے، اسکے مضامین کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے وہ ایمان دار نہیں۔

ہم خیال کرتے ہیں کہ رسالہ اہل الذکر کے مضامین کی نسبت اہلِ حدیث امرتسر کی اس زبردست شہادت کے بعد کسی مزید بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور نہ ایسے شخص کے لچر مضامین قابلِ جواب ہو سکتے ہیں جن کو زیگانے بلکہ اپنے ہی پھٹکار کر رہے ہوں۔ لیکن تاہم بقول شخصے: شعر

خدا پنج انگشت یکساں نکرد

ممکن ہے کہ کوئی ناواقف مسلمان اہل الذکر کے بیہودہ مضامین کی وجہ سے مغالطہ میں پڑ جائے یا خود اہل الذکر کا ایڈیٹر اِثبات پر مغرور ہو کر ہمیشہ کے لیے گمراہ رہے کہ اس کے کسی مضمون کا کسی نے جواب نہیں لکھا بنا بریں ہم صرف ابتغاءً لمرضاۃ اللہ اپنا یہ فرض سمجھتے ہیں کہ اس کے اُن اباطیل کا قرار واقعی تعاقب کر کے اُن کے پورے دلائل کا قلع و قمع کر کے حضرۃ امام الائمہ سراج الامت ابوحنیفہؒ کے فضائل مسلّمہ کا بیان کریں اور ثابت کریں کہ بیشک حضرۃ امام ہمامؒ آفتابِ شریعت تھے اور ان کا مخالف دشمنِ دین وہ اندھا ہے جو نورِ آفتاب کا منکر ہے۔ والشمس شمس ولو لم یرہ ضریر۔

؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اس وقت میرے سامنے رسالہ اہل الذکر کا وہ نمبر ہے جو بابت ماہ

رمضان ۱۳۲۶ھ شائع کیا گیا تھا اور جس میں ابتدا سے انتہا تک حنفیوں
اور ان کے امام کو بیہودہ گالیاں دی گئی ہیں لیکن ہم اس کی گالیوں سے قطع نظر
کر کے صرف اس کے دو مضامین کا جواب لکھیں گے۔

پہلا مضمون وہ ہے جس کا عنوان مہذب ایڈیٹر اہل الذکر نے یوں لکھا
ہے: "کیا لیانی اہلِ بدعت ذریت شیطان نہیں؟"

اور دوسرا مضمون جس کا ہیڈنگ "امام ابوحنیفہؒ اور ان کا اجتہاد" رکھا گیا ہے۔
سو واضح ہو کہ پہلے مضمون میں جس کا عنوان پہلے لکھا گیا ہے۔ بے ادب
اور غیر مہذب ایڈیٹر اہل الذکر نے ہمارے مقتدیٰ حضرت امام ابوحنیفہؒ کو جن کی
مدح و تعریف میں جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ تمام ائمہ مجتہدینؒ اور ائمہ محدثین کرامؒ
رطب اللسان ہیں اور جن کے تابع نہ صرف مسلمانانِ ہند و پنجاب کا گروہ عظیم ہے
جن کے مقابلہ میں غیر مقلدین آٹے میں نمک بھی نہیں بلکہ خود والیٔ ملک
عرب خادم حرمین شریفین سلطان روم خلد اللہ ملکہ اور اس کی رعایا یا اقصیٰ
عرب وغیرہ کی رہنے والی ہے۔ نعوذ باللہ شیطان کا خطاب دیا گیا ہے۔
(و الی اللہ المشتکی) اور تمام مسلمانان حنفیہ کرام کثرہم اللہ کو جن میں بڑے
بڑے بزرگ اولیاء اور صلحاء و علماء اور اہلِ باطن ہو گزرے ہیں اور موجود ہیں
ذریتِ شیطان کہا گیا ہے اور کوئی درجہ توہین و ہتک کا باقی نہیں چھوڑا گیا
ایڈیٹر اہل الذکر کی اس گستاخی اور بے ادبی کا اجر تو منتقم حقیقی کے
ہاں ہے جس نے قرآن کریم میں فرما دیا ہے: اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ
البتہ ہم کو ایڈیٹر اہل الذکر کی اس جرأت پر سخت تعجب ہے کہ اس نے
کس طرح اصل قصہ کو چھپا کر ایک غلط روایت کی بناء پر کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہؒ کو
امام جعفر صادقؒ نے معاذ اللہ ایسا خطاب دیا ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ

اہل الذکر کی اصل عبارت کو جو اس نے اس بارہ میں لکھی ہے پہلے نقل کریں اور پھر اس کا جواب لکھیں۔ گستاخ اہل الذکر عنوان مذکورہ بالا لکھ کر یوں گہر افشانی کرتا ہے: "یہ ایک سوال ہے" اس کا جواب جو ہم دیتے ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ وہ جواب امام ابو حنیفہؒ کے استاد امام جعفر صادقؓ کے ایک قول کا مفہوم ہے اس سے پبلک پر روشن ہو جائے گا کہ لاہیوں کو ذریت شیطان کا خطاب کب سے ملا ہے اور کس نے دیا ہے، اور کیوں دیا ہے اور کیسا ٹھیک دیا ہے اور کیسے معقول الفاظ میں دیا ہے۔ حیات الحیوان میں ہے: قال ابن شبرمہ دخلت انا و ابو حنیفۃ علی جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ فقلت ھذا الرجل فقیہ العراق فقال لعلہ یقیس الدین برایہ وھو نعمان بن ثابت ولم اعرف اسمہ الا ذلک الیوم فقال ابو حنیفۃ نعم انا ذاک اصلحک اللہ فقال لہ جعفر الصادق اتق اللہ ولا تقل فی الدین برایک فان اول من قاس ابلیس اذ قال: اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۔ فاخطاء بقیاسہ وضل الی ان قال فاذا نقف ومن خالفنا فنقول قال اللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتقول انت واصحابک سمعنا ورأینا فیفعل اللہ بنا وبکم ما شاء۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اہل الذکر کے ایڈیٹر کی نظر کتب دینیہ پر ہوتی تو وہ کبھی حیات الحیوان ایک گمنام کتاب کے حوالہ سے ابن شبرمہ کی بے اصل یہ روایت لکھ کر حضرت امام ہمامؒ کی توہین کی جرأت نہ کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر مذکور یا تو کتب دینیہ سے محض نابلد ہے اور یا تعصب کی پٹی اس نے آنکھوں پر مضبوط باندھ رکھی ہے۔ بہر حال ایڈیٹر مذکور کی یہ حرکت نہایت نازیبا

ہے کہ اس نے اصل قصہ کو چھپا دیا اور تراش خراش کر کے ابن شبرمہ کی روایت کو پبلک کے پیش کر کے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

آؤ ہم تمھیں بتائیں کہ اس قصہ کی اصلیت کیا ہے اور اس قصہ سے حضرت امامؒ کی مدح ثابت ہوتی ہے یا ذم؟ سو واضح ہو کہ امام جعفر صادقؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہ کا اصل قصہ بقول ابو مطیع (جو فقہ اور زہد و عبادت میں مشہور امام ہیں اور جنھوں نے چار ہزار مسئلہ امام ابو حنیفہؒ سے امتحاناً استفسار کے لیے جمع کیا تھا۔ جیسا کہ امام کردری کے جمع کردہ مناقب کے صفحہ ۱۸۳ میں مصرح ہے) میزان الشعرانی کے صفحہ ۷۱، ۷۲ میں اس طرح پر لکھا ہے: وکان ابو مطیع یقول کنت عند الامام ابی حنیفۃ فی جامع الکوفۃ فدخل علیہ سفیان الثوری ومقاتل بن حیان وحماد بن سلمۃ وجعفر الصادق وغیرھم من الفقھاء فکلموا الامام ابا حنیفۃ وقالوا قد بلغنا انک تکثر من القیاس فی الدین وانا نخاف علیک منہ فان اول من قاس ابلیس فناظرھم الامام من بکرۃ نھار الجمعۃ الی الزوال وعرض علیھم مذھبہ وقال انی اقدم العمل بالکتاب ثم بالسنۃ ثم باقضیۃ الصحابۃ مقدما ما اتفقوا علیہ علی ما اختلفوا فیہ وحینئذ اقیس فقاموا کلھم وقبلوا یدہ ورکبتہ وقالوا لہ انت سید العلماء فاعف عنا فی ما مضی منا من وقیعتنا فیک بغیر علم فقال غفر اللہ لنا ولکم اجمعین۔
یعنی ابو مطیع فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ سفیان ثوری اور مقاتل بن حیان اور جعفر صادقؒ اور دیگر فقہاء ان کے پاس آئے اور امام ابو حنیفہؒ سے گفتگو کرنے لگے اور کہا کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے

کہ آپ دینی امور میں زیادہ کام قیاس سے لیتے ہیں اور یہ بات آپ کے حق میں
خوفناک ہے کیونکہ پہلا شخص جس نے صرف قیاس سے کام لیا ابلیس تھا۔ پھر
حضرت امام نے روز جمعہ کی صبح سے وقت زوال تک ان سے مناظرہ کیا اور اپنا
مذہب ان کو بتایا اور کہا کہ میں سب سے پہلے قرآن پر عمل کرتا ہوں پھر حدیث
پر اور پھر صحابہ کرامؓ کے فیصلوں پر اور ان کے متفق علیہ فتووں کو مختلف فیہ پر مقدم
رکھتا ہوں اور اس کے بعد قیاس سے کام لیتا ہوں۔ پھر سب فقہاء اٹھ کر حضرۃ
امام کے ہاتھ اور زانو چومنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ تو سید العلماء ہیں۔ ہم نے آپ
کے بارہ میں لاعلمی کی وجہ سے جو کچھ کہا اس سے معافی مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا

خدا ہم تم سب کو بخش دے۔

حضرات ناظرین اس قصہ کو پڑھ کر انصاف کریں کہ اس میں حضرت امام ہمام
کی کہاں تک بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اہل الذکر اور اس کے ہم خیالوں کی
کیسی تردید نکل ہوتی ہے۔ حضرت امام کا اپنا مذہب یہ بتانا کہ سب سے پہلے
میرا عمل قرآن پر ہے پھر حدیث پر اور پھر صحابہ کرامؓ کے متفقہ فتووں پر اور ان
سب کے بعد قیاس سے کام لیا جاتا ہے کہاں تک مخالفین کا منہ توڑ جواب
ہے اور پھر تمام جلیل القدر فقہاء کا جن میں سفیان ثوری اور حضرت امام جعفر
صادقؒ بھی تھے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے حضرت امامؒ سے معافی مانگنا اور ان
کے دست و پا کو چومنا اور سید العلماء کا خطاب دینا کہاں تک حضرت امام ابوحنیفہ
کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔

یہ تھا اصل قصہ جس کو متعصب اور خائن اہل الذکر نے چھپا کر ابن شبرمہ کا
ادھورا قول نقل کر کے حضرۃ امامؒ کی توہین کی جرأت کی ہے اسی طرح ایک دوسرے
واقعہ کا بیان کتب معتبرہ وغیرہ میں موجود ہے اور اس سے بھی حضرۃ امامؒ کی فضیلت

ثابت ہوتی ہے چنانچہ امام کردری کی کتاب ج ۱ ص ۲۰۸ اور علامہ ابن حجر مکی شافعی کی کتاب خیرات الحسان ص ۵۶ میں ابن مبارک امام ائمہ اہل حدیث سے مروی ہے: عن عبد اللہ بن المبارکؒ قال حج الامام ابو حنیفۃ فلقی فی المدینۃ محمد علی بن الحسین بن علی الباقرؓ فقال انت الذی خالفت احادیث جدی علیہ السلام بالقیاس فقال معاذ اللہ عن ذلک اجلس فان لک حرمۃ کحرمۃ جدک علیہ السلام علی اصحابہ فجلس وجلس ابو حنیفۃ بین یدیہ وقال اسألک عن ثلاث مسائل فاجبنی فقال الرجل اضعف ام المرأۃ فقال المرأۃ فقال کم سہم المرأۃ قال سہم المرأۃ نصف سہم الرجل قال لو قلت بالقیاس لعکست الحکم والثانی الصلوٰۃ افضل ام الصوم فقال الصلوٰۃ فقال لو قلت بالقیاس لقلت الحائض تقضی الصلوٰۃ لا الصوم ۔ الثالث البول افحش ام النطفۃ ۔ قال البول ۔ قال لو قلت بالقیاس لقلت لا غسل من المنی انما الغسل من البول معاذ اللہ ان اقول علی خلاف الحدیث بل اخدم قولہ فقام وقبل وجہہ ۔

یعنی عبد اللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حج کیا اور مدینہ میں علی بن حسین بن باقرؓ سے ملاقات کی ۔ انھوں نے کہا کیا تو ہی وہ شخص ہے جس نے میرے نانا کی احادیث کی مخالفت کی ہے ۔ قیاس کی بنا پر ابو حنیفہؒ نے کہا معاذ اللہ ایسا نہیں ہے ۔ آپ ذرا بیٹھ جائیں میرے دل میں آپ کی وہی عزت ہے جو آپ کے نانا پاکؐ کی صحابہ کرامؓ کے نزدیک تھی پھر ابو حنیفہؒ انکے سامنے بیٹھ گئے اور کہا میں آپ سے تین مسئلے پوچھتا ہوں ۔ آپ جواب دیں پوچھا کہ مرد ضعیف ہے یا عورت ؟ آپ نے کہا

عورت۔ پوچھا عورت کا کیا حصہ ہے؟ کہا مرد سے نصف۔ کہا اگر میرا عمل قیاس پر ہوتا، تو میں اسکے برخلاف حکم کرتا۔ دوسرا یہ کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ آپ نے کہا نماز۔ کہا اگر میں قیاس پر عمل کرتا اور نص کی مخالفت کرتا تو کہتا کہ حائضہ نماز کو قضاء کرے نہ روزہ کو۔ تیسرا یہ کہ بول بہت پلید ہے یا منی؟ آپ نے کہا بول۔ کہا اگر میرا عمل قیاس پر ہوتا تو کہتا کہ منی سے نہیں بلکہ بول سے غسل فرض ہوتا ہے۔ معاذ اللہ میری کیا مجال ہے کہ حدیث کی مخالفت کروں بلکہ احادیث رسول کا میں خادم ہوں۔ محمد علی بن حسینؓ نے اٹھ کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا منہ چوما۔

اب روایات مندرجہ بالا سے جو معتبر کتب میں ثقہ راویوں کی روایت سے بیان کی گئی ہیں۔ صاف ثابت ہو گیا کہ اہل بیت نبوی اور فقہاء وقت نے حضرت امام ہمامؒ کی کمال تعظیم کی اور آپ کو سید العلماء کا خطاب دیا۔ اور ادھر اڈیٹر اہل الذکر ہے جو اس جلیل القدر امام کی جس کے ہاتھ اور منہ اہل بیت نبوی نے چومے ہوں اور علمائے امت محمدیہ کا سردار مانا گیا ہو اور جس کے پیرو اقطاع الارض میں بڑے بڑے بزرگ اولیاء، اتقیاء، علماء، امراء و سلاطین موجود ہوں۔ کمال گستاخی اور سوء ادبی سے توہین کر کے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرتا ہے۔ او بے ادب انسان کچھ تو اللہ کا خوف کر۔

؎ از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

روایات بالا سے اصلیت قصہ کی تو ظاہر ہو گئی اب دیکھنا یہ ہے کہ ابن شبرمہ کی روایت جو اہل الذکر نے نقل کی ہے اس کی اصلیت کیا ہے سو اول ہم بڑی دلیری سے کہتے ہیں کہ ابن شبرمہ کی روایت کو اہل الذکر نے

پورا نقل نہیں کیا ہے۔ ورنہ اصلیت ظاہر ہو جاتی۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پر عمل کرنا اور وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی سے اغماض کرنا اہل الذکر اور اس کے ہم خیالوں کا مذہب ہے۔ چنانچہ پچھلے سال کا ذکر ہے کہ ایڈیٹر اہلِ حدیث امرتسر نے اپنے ۷ فروری ۱۹۰۸ء کے اخبار میں تمام حنفیوں کو فرقہ مرجیہ میں قرار دینے کی غرض سے غنیۃ الطالبین جیسی مشہور اور متداول کتاب میں سے اپنے مطلب کی عبارت نقل کرتے ہوئے لفظ بعض کا عمداً و قصداً ترک کر دیا تھا جس کا تعاقب سراج الاخبار مطبوعہ ۱۰ فروری ۱۹۰۸ء میں ایسے طور سے کیا گیا تھا کہ جس کی شرمساری ان کو عمر بھر نہ بھولے گی۔ خیر یہ معاملہ تو ایک سال کا ہے لیکن اب ایسی ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک متعصبانہ خیانت کی حرکت خود بدولت ایڈیٹر اہل الذکر ہی سے ماہ محرم ۱۳۲۷ھ کے رسالہ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۱ میں حنفی مذہب کے رواج اور کثرت کا سبب بحوالہ کتاب بستان المحدثین ابنِ حزم کا قول مندرجہ ذیل اس طرح پر نقل کرنے میں سرزد ہوئی ہے: "قاضی ابو یوسف قضاۃ کل ممالک بدست آوردہ از طرف او قضاۃ می رفتند پس بر ہر قاضی شرطی کرد کہ عمل و حکم بمذہب ابو حنیفہ نماید۔" حالانکہ اصل عبارت بستان المحدثین کی اس طرح پر ہے: "ابنِ حزم در جائے نوشتہ است کہ این دو مذہب در عالم از راہ ریاست و سلطنت رواج و امتیاز گرفتہ اند مذہب ابو حنیفہ و مذہب مالک زیرا کہ قاضی ابو یوسف قضائے کل ممالک بدست آوردہ از طرف او قضاۃ می رفتند پس بر ہر قاضی شرطی کرد کہ عمل و حکم بمذہب ابو حنیفہ نماید و در اندلس یحییٰ بن یحییٰ را نزد سلطان آں وقت بحدی مکنت و جاہ حاصل گشت کہ ہیچ قاضی و حاکم بے مشورہ او منصوب نمی شد پس او غیر از یاراں و ہمدماں خود را متولی نمی ساخت۔" انتہیٰ۔

دیکھو آپ کو چونکہ حنفی مذہب کے رواج اور اس کی کثرت کی منقصت اور مالکی مذہب کی عظمت وجلالت ثابت کرنی مدنظر تھی۔ اس حالت میں اگر آپ ابن حزم کا پورا قول نقل کرتے تو امام مالک کے مذہب کی اشاعت پر بھی وہی اعتراض آتا جو حنفی مذہب کی کثرت پر آپ ثابت کرنا چاہتے تھے کیونکہ مالکی مذہب کے حامی یحییٰ ابن یحییٰ کو بھی سلطانِ وقت کے پاس اس کا مشیر ہونے کی وجہ سے ایسا مرتبہ حاصل تھا کہ قاضی ابو یوسف کو بوجہ ایک ملازم ہونے کے خواب وخیال میں بھی میسر نہ ہوسکتا تھا اس لیے آپ نے بڑے شد و مد سے ابن حزم کا قول اس قدر تو لکھ دیا جو حنفی مذہب کے متعلق تھا اور مالکی مذہب کے متعلق حصّہ کو بالکل چھوڑ دیا اور اشارہ تک نہ کیا پس جب آپ نے ایک ایسی متداول کتاب میں سے جس کے وجود سے شاذ و نادر ہی کسی حنفی عالم یا غیر مقلد مولوی کا گھر خالی ہوگا۔ اصل عبارت کے نقل کرنے میں اس قدر خیانت کی ہے تو کیا حیاۃ الحیوان جیسی ایک غیر مشہور اور کمیاب کتاب میں سے پوری عبارت کے نقل کرنے میں آپ نے خیانت نہ کی ہوگی پس اس سے اظہر من الشمس ثابت ہوگیا کہ آپ نے مانحن فیہ قصّہ مذکور میں ابن شبرمہ کا صرف پہلا حصّہ جس سے آپ کا مدعا ثابت ہوتا تھا لکھ دیا ہے اور اس کا آخری حصّہ جس سے آپ کے مدعا کی تردید ہو جاتی تھی ضرور ہی ترک کر دیا ہے۔

دوئم اگر ہم فرض کرلیں کہ ابن شبرمہ نے ہی آخری حصّہ حذف کر دیا ہے تو بھی بموجودگی دوسری معتبر روایات کے ابن شبرمہ کی اس روایت کی کیا وقعت ہوسکتی ہے بالخصوص جب اس امر کی طرف خیال کیا جائے کہ ابن شبرمہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ہم عصر اور ہم وطن تھے اور حضرت امامؒ کی وجہ سے ابن شبرمہ اور اس کے دیگر معاصر فقہاء کی بالکل کساد بازاری ہوگئی تھی اور اس وجہ سے ہم

وقت دل میں حسد رکھتے تھے جیسا کہ کتاب موفق صفحہ ۱۲ میں یحیی ابن آدم سے جو ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ میں سے ہیں اس طرح پر مروی ہے:

سمعت یحیی بن ادم یقول کانت الکوفة مشحونة بالفقه فقہاؤها کثیرة مثل ابن شبرمة وابن ابی لیلی والحسن بن صالح وشریک وامثالهم فکسدت اقاویلهم عند اقاویل ابی حنیفة وسار علمه الی البلدان وقضی به الخلفاء والائمة والحکام واستقر علیه الامر۔ یعنی یحیی ابن آدم کہتے ہیں کہ کوفہ اہل فقہ سے پُر تھا فقہا اس میں کثرت سے تھے جیسا کہ ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ اور حسن بن صالح اور شریک وغیرہ لیکن ان سب کے اقاویل امام ابوحنیفہؒ کے اقاویل کے مقابلہ میں ہیچ ہوگئے اور امام ابوحنیفہؒ کے علم کی تمام بلاد میں شہرت ہوگئی اور آپ کے فتویٰ پر تمام بادشاہوں اور اماموں اور حکام کا عمل درآمد ہوگیا پھر اگر ابن شبرمہ کوئی روایت حضرت امام کے برخلاف بھی لکھ دیں تو ہم عصرانہ عداوت وحسد پر محمول ہوگا خصوصاً جب دوسری معتبر روایات اس کے برخلاف موجود ہوں۔

سوئم بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ قصہ مذکورہ کے بعد حضرت امام جعفر نے امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات کے وقت ان کی بڑی عزت کی اور جب وہ چلے گئے تو پیچھے تعریف کر کے ان کو افقہ اہل بلدہ کا خطاب دیا۔ چنانچہ علامہ موفق احمد مکی نے مناقب امام کے صفحہ ۲۳ میں عبدالعزیز بن ابی رواد سے جو سنن اربعہ کے شیوخ میں سے ہیں اس طرح پر روایت کی ہے: قال کنا مع جعفر بن محمد جلوسا فی الحجر فجاء ابوحنیفة فسلم وسلم علیه جعفر وعانقه وسأله وحفی سأله عن الخدم فلما قام قال له بعض اهله یا ابن رسول الله ما اراك تعرف الرجل فقال ما رأیت احمق

منا لک اسالہ عن الخدم و تقول تعرف ھذا ابو حنیفۃ من افقہ اھل بلدہ۔ یعنی ہم امام جعفرؓ کے پاس حجرے میں بیٹھے تھے کہ یکایک ابو حنیفہؒ آ گئے اور سلام دیا۔ امام نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اور بقبل تحیر فرما کر مزاج پرسی کی۔ یہاں تک کہ ان کے خدام تک کو پوچھا جب ابو حنیفہؒ اٹھ کر چلے گئے تو امام کے اہل میں سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ اس شخص کو جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تو بڑا ہی احمق ہے۔ اگر میں اس کو نہیں جانتا تھا تو اس کے خادموں کی خبریت کیسے پوچھتا۔ یہ ابو حنیفہؒ ہے جو اپنے شہر کے فقہاء میں سے افقہ ہے۔

دیکھو اس روایت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اگر حسب روایت ابو مطیع کے فقہائے کوفہ نے جن میں امام جعفرؓ بھی شامل تھے۔ بعد مناظرہ کے امام ابو حنیفہؒ سے اپنے باطنی خیالات کی معافی نہ مانگ لی ہوتی اور ان کی متفقہ جماعت نے ان کو سید العلماء کا خطاب نہ دیا ہوتا تو اس کے بعد امام موصوف بقول محدث عبد العزیز بن ابی رواد کے امام ابو حنیفہؒ کی اس قدر عزت محض ان کی فضیلت کی وجہ سے کیوں کرتے اور ان کے چلے جانے کے بعد ان کو فقہائے کوفہ سے افقہ ظاہر فرما کر افقہ الفقہاء کا سب سے معزز خطاب کیسے دیتے؟ پس ثابت ہوا کہ ابن شبرمہ کی روایت کو یا تو اڈیٹر اہل الذکر نے پورا پورا نقل نہیں کیا۔ یا مصنف حیات الحیوان سے ہی اس کا آخری حصہ چھوٹ گیا ہے یا خود ابن شبرمہ نے کسی وجہ سے اس قصہ کو پورا بیان نہیں کیا۔

آخر میں ہم لگے ہاتھوں اس اعتراض کی بھی قلعی کھول دیتے ہیں جو اڈیٹر اہل الذکر نے حنفی مذہب کی کثرت اشاعت پر کیا ہے اور اس کو ملا جلد ۲ کے سنہ میں عنوان "حنفی مذہب کے بارے میں امام ابن حزم کی رائے" سے مشحون کیا ہے جس میں پہلے محی الدین ابن عربی کے کشف سے بڑے فخر کے ساتھ

ابنِ حزم کو آسمان پر چڑھایا ہے۔ پھر اس کا وہ قول ادھورا نقل کیا ہے جو
بستان المحدثین کے صہ۱۱ میں درج ہے چونکہ ہم وہ قول بتمامہ پیچھے درج کر آئے
ہیں اس لیے اس کے مکرر یہاں لکھنے کی کوئی حاجت نہیں۔ صرف اس کے
جواب پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور کہتے ہیں اوّل تو ابن حزم کی یہ رائے کہ حنفی
مذہب صرف امام یوسف کی قضاۃ کی وجہ سے مروج ہوا ہے کہ وہ قاضیوں
کو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر فتویٰ دینے کی شرط سے مقرر کرکے بھیجا کرتے تھے
آپ کے نزدیک بھی مسلّم نہیں ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ کے مذہب کی اشاعت
کی نسبت بھی ابنِ حزم کی یہی رائے ہے کہ وہ یحییٰ بن یحییٰ شاگرد امام مالکؒ
کی وجہ سے مروج ہوا ہے۔ جن کا سلطانِ وقت کے دربار میں اتنا رسوخ
اور مرتبہ و اختیار حاصل تھا کہ کوئی قاضی ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہ ہوتا تھا
اور حضرت یحییٰ وہی قاضی مقرر کیا کرتے تھے جو ان کا ہم دم و ہم مذہب ہوتا تھا
دوسرے مذہب کا آدمی مقدمات کے فیصلوں کے لیے ہرگز قاضی نہ ہو سکتا
تھا۔ پس جبکہ آپ نے امام مالکؒ کے مذہب کی حمایت کرتے ہوئے اس طرح
لکھا ہے "مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے دینِ اسلام کی پُر نور روشنی پھیلانے
کے لیے ہر زمانہ میں اہلِ حدیث کے آفتاب عالمتاب کو طالع ہی رکھا یعنی
امام مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ابنِ تیمیہؒ، ابنِ حزمؒ سے لیکر
حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور نذیر حسین محدث دہلوی تک اور اس زمانہ میں بھی"
تو اس سے اظہر من الشمس ہے کہ ابنِ حزم کی حنفی مذہب کی نسبت رائے
مذکور آپ کے نزدیک بھی مسلّم نہیں۔ اور بالکل غیر معتبر ہے اور آپ نے حنفیوں
کو محض الزام دینے کی غرض سے یہ دھوکہ دہی کی کارروائی کی ہے۔ ورنہ حنفی
مذہب کی نسبت تو اس کی رائے سے سند پکڑ کر اعتراض کرنا اور مالکی کی نسبت

تو اس کی رائے سے سند پکڑ کر اعتراض کرنا اور مالکی کی نسبت بالکل اغماض کر جانا کیا معنی رکھتا ہے؟

دوم: اگرچہ آپ نے ابن حزم کی بزرگی، ابن عربی کے کشف سے ثابت کرنی چاہی ہے مگر علمائے شریعت کے نزدیک اس کی رائے کی کچھ وقعت نہیں اور وہ محض اس کے تعصب مذہبی اور اس حسد پر مبنی ہے جو اس کو ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اور ان کے مذاہب سے تھا۔ کیونکہ یہ شخص پہلے امام شافعیؒ کا مقلد تھا۔ پھر داؤد ظاہری کا معتقد ہوا۔ آخر میں اس کے ربقہ تقلید سے بھی نکل کر خود پیشوا و مقتدا بننے کی ہوس میں چھوٹا منہ بڑی بات بڑے بڑے دعوے اور اختراع شریعت محمدیہ میں کر کے اپنی ڈھائی اینٹ کی مسند شیخت علیحدہ قائم کرنے اور ائمہ کبار کی تقلید سے لوگوں کو منحرف کرنے کی غرض سے ایسی ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کرنی شروع کیں جو انھوں نے کبھی نہ کہیں جس کا نتیجہ حسب مثل مشہور "چاہ کن را چاہ در پیش" یہ ہوا کہ لوگوں نے خود اس کے حال میں اس طرح پر لکھا ہے: كان من بادية اشبيلية يعرف بابن حزم نشأ و تعلق بمذهب الشافعي ثم انتقل الى داود ثم خلع الكل واستقل بنفسه وزعم انه امام الامة يضع ويرفع ويحكم ويشرع ينسب الى دين الله ما ليس فيه ويقول عن العلماء ما لم يقولوا تنفيرًا للقلوب عنهم۔

پھر صفحہ ۳۴۸ پر اس طرح پر لکھا ہے: وقد امتحن هذا الرجل وشدد عليه وشرد عن وطنه وجرت عليه امور لطول لسانه واستخفافه بالكبار ووقوعه في ائمة الاجتهاد بافج عبارة وافظ محاورة وامنع ردًّا۔

اور نواب صدیق حسن کی کتاب اتحاف النبلاء کے صـ ۳۲۱ میں بھی اس کی نسبت یوں لکھا ہے: "وبود کثیر الوقوع در علمائے متقدمین نزدیک نیست کہ ہیچ یکے از زبانش سالم ماند ازیں جہت ولہا از وے نفرت گرفت و ہدف تحملے وقت شد و بر بعض او سبلی کردند و قول او را رد نمودند و اجماع کردند بر تضلیلش و تشنیع نمودند بروے و تحذیر کردند سلاطین را از فتنہ او و نہی نمودند عوام را از نزدیک شدن بوے و اخذ کردن از وے لہٰذا ملوک او را راندند و از بلاد بدر کردند۔" دیکھو جب کہ ابن حزم کی عداوت و شرارت اور حسد کا ائمہ مجتہدین کی نسبت یہ حال تھا تو پھر اس کی رائے نسبت اشاعت مذہب امام ابوحنیفہؒ و مالکؒ جو بالکل خلافِ واقع ہے کس طرح قابلِ التفات ہو سکتی ہے۔ حالانکہ اس کی یہ رائے بعینہٖ اس رائے کے مشابہ ہے جو یہود و نصاریٰ کو اسلام کی اشاعت کی نسبت ہے کہ معاذ اللہ وہ تلوار کے زور سے پھیلا ہے اگر سچ پوچھو تو ابن حزم نے ایسی لچر و پوچ رائے یہود و نصاریٰ سے ہی اخذ کی ہے اور تعصب و حسد سے اس کو کچھ نہیں سوجھا۔

سوئم۔ ابن حزم اور اس کے متبعین کی یہ رائے عقل و نقل کے بھی خلاف ہے اور تمام دنیا کی تواریخ اس امر کی شاہد ہیں کہ کبھی کوئی مذہب محض سلطنت و سیاست سے مسلّم و مروّج نہیں ہوا۔ اور مشہور قول "الناس علی دین ملوکھم" مذہب کے متعلق نہیں ہے بلکہ وہ صرف طرز تمدن اور فیشن کے متعلق ہے۔ آپ خود ہی دیکھ لیں کہ ہم جس سلطنت کے زیر سایہ امن و چین سے رہتے ہیں اس کی طرز تمدن اور فیشن کو اکثر لوگ کس قدر پسند کر کے اختیار کر رہے ہیں بلکہ اس کی پسندیدگی کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اب پرانے فیشن کے ہندو مسلمان لوگ خال خال دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان

کی مذہبی پابندی کا نمونہ بھی کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ خود اسی سلطنت
کے عہد میمنت مہد ۱۸۵۷ء میں جب لوگوں کو صرف اپنی ہی غلط فہمی سے
بندوق کے کارتوسوں کی نسبت جو ولایت سے تازہ بن کر آئے تھے یہ اشتباہ
پیدا ہوا کہ ان میں ممنوع جانوروں کی چربی کی آمیزش ہے اور ان کے استعمال سے
مذہب بگڑتا ہے تو یکایک ہندو و مسلمان افواج نے بگڑ کر کس قدر غدر مچا دیا
تھا جو بڑی مشکلات کے بعد فرو ہوا۔

پس جب کہ مثال بالا سے اظہر من الشمس ہے کہ حکومت کے اثر سے
صرف فیشن اور طرز تمدن کی ہی تبدیلی ہو سکتی ہے اور مذہب کے تبدل پر اس کا کوئی
اثر نہیں پڑ سکتا تو اب ہم خاص معاملہ زیر بحث کی طرف رجوع کر کے ایڈیٹر اہل الذکر
اور اس کے ہم خیال غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ اگر اسلام میں کوئی شخص حکومت
اور سیاست کے دباؤ سے لوگوں کا دینی مقتدا و پیشوا بن سکتا ہے اور لوگ اس
کے مذہب و عقائد کی تقلید بطور وجوب تسلیم کر سکتے ہیں تو آپ ہمیں بتا دیں کہ
محمد بن عبدالوہاب نجدی عرب کے ملک میں سیاست سے حرمین شریفین کے
کس قدر آدمیوں کو اپنے عقائد و مذہب کا پیرو و مقلد بنا سکا تھا جس نے اوائل
تیرھویں صدی ہجری میں نشو و نما پا کر پہلے اپنے عقائد کا اثر گاؤں بہ گاؤں پھیر
کر لوگوں کے دلوں میں ڈالنا شروع کیا تھا اور جب کچھ لوگ اس کے ساتھ متفق
ہو گئے تو پھر اس نے کچھ اہل علم در پردہ مکہ شریف کے لوگوں کے عقائد بگاڑنے
کے لیے بھیج دیئے مگر اہل مکہ اس کے دام میں نہ آئے بلکہ علمائے وقت
نے اس کی تکفیر کے فتوے دیئے۔ اسی اثناء میں اتفاقاً جب محمد بن سعود
امیر درعیہ ملک مسیلمہ کذاب اس کے عقائد و مذہب کا پیرو ہو گیا تو اس کے بعد
اس نے اس کو یہ جگہ دے کر کہ سیاست سے ان عقائد کی تشہیر و اشاعت

اس کی سلطنت کی وسعت کا ذریعہ ہوگی۔ ۱۲۰۵ ہجری میں حرمین شریفین پر چڑھائی
شروع کردی اور اہل مکہ سے اپنے عقائد کو بزور شمشیر منوانا چاہا اور کئی ایک لڑائیاں اہل
مکہ سے کیں مگر اہل مکہ سے کوئی شخص بھی اس کے عقائد کا پیرو نہ ہوا۔ چنانچہ آپ
تو ۱۲۰۷ ہجری میں مرگیا اور اس کے بعد اس کے بیٹوں و متبعین نے اس سے بھی
زیادہ اس کے عقائد کے پھیلانے اور لوگوں کو اس کے مقلد بنانے کی غرض سے
کئی سال تک جبریہ کارروائیاں کیں اور بڑے کشت و خون کیے۔ چنانچہ ۱۲۱۷ھ
میں شہر طائف میں بلحاظ چھوٹے بڑے اور شریف و وضیع کے وہابیوں نے ایسا
قتل عام مچایا تھا کہ جس کے بیان سے قلم کانپتی ہے۔ شیر خوار بچوں کو والدین
کی چھاتیوں پر رکھ کر ذبح کیا۔ دوکانوں اور مسجدوں میں جو ملا اس کو قتل کر ڈالا۔
نمازی کو سلام پھیرنے کی فرصت تک نہیں دی راکع کو رکوع میں اور ساجد کو سجدہ
میں قتل کر دیا۔ ایک مکان میں بہت سے لوگ جمع ہو کر قرآن پڑھ رہے تھے ان
سب کو تہ تیغ بے دریغ کیا اور مکہ شریف میں جس قدر مقبرے اور قبے تھے سب
گرا دیے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مولد کی جگہ میں جو قبہ تھا اس کو
بھی گرا دیا اور ۱۴ روز تک مکہ معظمہ میں ایسا ہی ظلم برپا رکھا۔ مگر لوگوں نے انکے
عقائد کو تسلیم نہ کیا۔ اس کے بعد ۱۲۲۰ھ تک ۲۶ لڑائیاں وہابیوں نے گرد و نواح
مکہ میں اور کیں مگر ان کو کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ آخر ۱۱ محرم ۱۲۲۱ھ کو اللہ تعالیٰ نے
وہابیوں میں وبائے چیچک بھیج دی جس نے ان کو ہلاک کرنا شروع کیا جس پر وہ
مکہ معظمہ سے بھاگ گئے اور اہل مکہ کو ان کے شر سے امن حاصل ہوا لیکن مدینہ منورہ
اور طائف وغیرہ میں برابر وہابیوں کا عمل و دخل رہا۔ جن کے قلع و قمع کے لیے
سلطانی حکم سے ۱۲۲۶ھ میں مصر سے ایک جرار لشکر جس کے ساتھ علامہ سید احمد
طحاوی شارح درمختار بھی تھے روانہ ہوا جس نے ماہ ذی قعدہ ۱۲۲۷ھ میں

مدینہ منورہ میں داخل ہو کر ابن مضیان کو جو وہابیوں کی طرف سے حاکم تھا گرفتار کیا۔ پھر طائف میں آکر وہابیوں کی فوج کو وہاں سے نکالا۔ پھر جدہ کو ان سے پاک کیا اور جو سردار گرفتار ہوئے تھے ان کو روانہ مصر کیا۔ آخر کو ۱۲۳۳ھ کو شہر درعیہ دارالخلافہ سعود کو فتح کر کے عبداللہ بن سعود کو گرفتار کیا اور مع دیگر بڑے بڑے وہابیوں کے پابجولاں براہ مصر سلطان کے حضور میں بھیج دیا جہاں شہر میں پھرا کر باب عال کے آگے اس کو قتل کیا گیا اور اس طرح سے ان کے شر سے عرب کو امن حاصل ہوا۔ چنانچہ یہ سب حال شیخ الاسلام سید احمد بن زینی دحلان شافعی مفتی مکہ معظمہ کی کتاب خلاصۃ الکلام فی بیان امراء بیت الحرام مطبوعہ مصر ۱۳۰۵ھ میں ۲۲۷ سے ۳۰۳ تک مفصل لکھی ہے۔ پس جبکہ خود محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے متبعین وہابیہ عقائد کو جو آپ کے خیال میں سراسر احکام قرآن و اتباع سنت نبویہ پر مبنی تھے۔ اس اخیر زمانہ میں جب کہ بدعت کا ہر جگہ دور دورہ ہو رہا ہے اہل مکہ سے بزور سیاست و حکومت تسلیم نہیں کرا سکے اور ان کو وہابیہ عقائد کے معتقد نہیں بنا سکے تو پھر کچھ عقل کو بھی تو کام میں لانا چاہیئے کہ امام ابو یوسف صرف اپنی قضاء کی وجہ سے اس خیر القرون کے زمانہ میں جب کہ قرآن و سنت کے اتباع کا عروج کمال اوج پر تھا۔ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کو جو ایڈیٹر اہل الذکر اور اس کے ہم خیال لوگوں کے نزدیک شرک فی النبوۃ اور بدعت ہے کس طرح مروج کر سکتے تھے۔

اسی طرح جب مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے ہندوستان سے عرب میں اواخر فتنہ وہابیوں کے وقت پہنچ کر اور محمد بن عبدالوہاب کے عقائد سے مستفید ہو کر ان کو ہندوستان میں رواج دینا چاہا تو مولویوں کی مخالفت سے تنگ آکر جہاد و احیاء سنت کے بہانہ سے سرحد پشاور کا رخ کیا اور وہاں کئی ایک لڑائیاں بھی

کہیں بجز سوائے اسکے کچھ نتیجہ نہ نکلا کہ بالاکوٹ کے معرکہ میں ۱۲۴۷ھ میں خود اپنی ہی جان کھو دی اور کسی کو سیاست سے وہابی عقائد کا مقلد نہ بنا سکے۔ اور وہابیہ مذہب کو جو ہندوستان میں کسی قدر رواج ہوا ہے تو وہ صرف مولویوں کے وعظوں اور ان کی تالیف و تصنیف سے ہوا ہے ورنہ ابن حزم کی متعصبانہ رائے پر کاربند ہو کر دہلوی مولوی صاحب نے جو کارروائی شروع کی تھی اس کا نتیجہ جو انھوں نے بھگت لیا ہے وہ ظاہر ہی ہے۔

چہارم : امام ابو حنیفہؒ کی تقلید تو ان کی حیات ہی میں شروع ہو گئی تھی اور زمانہ کے حالات بھی اسی امر کے مقتضی تھے کہ ان کی تقلید فوراً شروع ہو جاتی۔ کیونکہ جس زمانہ میں امام ہمام نے نشو و نما پایا تھا اس وقت علم کی حالت ایک دریائے ناپید کنار کی مثال تھی۔ احادیث و روایات کے سلسلہ کے صرف زبانی یاد ہونے سے ان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ لگ رہا تھا۔ علمائے نامدار اور فقہائے امصار استفتا کے وقت جب اپنی یاد داشتہ روایات سے کام نہ لے سکتے تھے، تو اجتہاد سے فتویٰ دیتے تھے۔ مگر اجتہاد و استنباط کا کوئی قاعدہ نہ تھا اور نہ ہی صحیح و ضعیف، ناسخ و منسوخ، عام و خاص، محکم و متشابہ اور ماؤل روایات کی شناخت کا کوئی معیار مقرر تھا۔ اس پر جب امام ابو حنیفہؒ نے ۱۲۰ ہجری میں بعد وفات اپنے استاد امام حماد کے اہل کوفہ کی التجا سے مسند تدریس و افتا پر جلوس فرمایا تو آپ نے اپنے ایک جم غفیر اصحاب کے مشورہ و امداد سے پہلے پہل جس امر کی طرف اپنی ہمت کو مصروف کیا وہ یہی تدوین علم اور اصول فقہ و حدیث کی کارروائی تھی۔ جس نے دوسرے ائمہ کو بھی بیدار کر دیا۔ اور انھوں نے آپ کی تقلید میں تدوین حدیث وغیرہ شروع کر دی۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی نے تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۳۶ میں امام ابو حنیفہؒ کی نسبت اس طرح پر لکھا

بہ، وانہ اول من دوّن علم الشریعۃ ورتبہ ابوابا ثم تابعہ مالک
بن انس فی ترتیب الموطا ولم یسبق ابا حنیفۃ احد لان الصحابۃ
رضی اللہ عنہم والتابعین لم یضعوا فی علم الشریعۃ ابوابا
مبوبۃ ولا کتبا مرتبۃ وانما کانوا یعتمدون علی قوۃ حفظہم
فلما رأی ابو حنیفۃ العلم منتشرا وخاف علیہ الضیاع دوّنہ
فجعلہ ابوابا وبدأ بالطہارۃ ثم بالصلاۃ ثم بسائر العبادات
ثم المعاملات ثم ختم الکتاب بالمواریث وانما بدأ بالطہارۃ
والصلوٰۃ لانہما اہم العبادات وانما ختم الکتاب بالمواریث
لانہا اخر احوال الناس وہو اول من وضع کتاب الفرائض وکتاب
الشروط ولہذا قال الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الناس
عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ۔

اور غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار میں بحوالہ مسند خوارزمی سیف الائمہ سائلی سے
اس طرح پر مروی ہے کہ "یہ بات مشہور ہے کہ حضرت امام نے علماء تابعینؒ سے
چار ہزار اساتذہ کی شاگردی کی اور علم فقہ و حدیث کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر
اپنی زبان سے فتویٰ نہ دیا۔ یہاں تک کہ جب انھوں نے اجازت دی تو آپ
جامع مسجد کوفہ میں مجلس کے اندر بیٹھے اور ایک ہزار شاگرد آپ کے پاس جمع
ہوئے جن میں سے فاضل تر و بزرگ تر چالیس شخص تھے جن کو اجتہاد کا رتبہ
حاصل تھا سو ان کو آپ نے اپنا مقرب کر کے کہا کہ تم میرے راز دار و غمگسار
ہو میں نے اس فقہ کے گھوڑے کو تمہارے لیے لگام دے کر اور زین کو کس
کر تیار کر دیا ہے سو تم میری امداد کرو کیونکہ لوگوں نے مجھ کو جہنم کا پل بنایا ہے۔ غیر
لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجھ میری پیٹھ پر ہے یعنی لوگ تو تقلید سے نجات

پالیں گے لیکن اگر عرق ریزی اجتہاد میں کچھ تساہل ہوگا۔ تو اس کا مواخذہ مجھ سے ہوگا۔ پس امام کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ و گفتگو کرتے اور ان سے پوچھتے اور جو احادیث و آثار ان کے پاس ہوتے ان کو سنتے اور جو آپ کو معلوم ہوتے وہ ان کو آگے بیان کرتے اور مہینہ مہینہ بھر بلکہ زیادہ عرصہ تک ردّ و بدل اور مناظرہ کرتے یہاں تک کہ جب آخر کو ایک بات ٹھہر جاتی تو اس قولِ محقق کو امام ابو یوسف ثبت کرتے یہاں تک کہ تمام مسائل فقہ کو اسی طرح شوریٰ کرکے ثابت کیا۔ امام اعظمؒ اور اماموں کی طرح بذاتِ خود متفرد نہیں ہوتے۔ انتہیٰ۔

شامی شرح درمختار کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ فقیہوں نے کہا ہے کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعودؓ نے بویا اور علقمہ ابن قیس نے اس کو سینچا اور ابراہیم نخعیؒ نے اس کو کاٹا۔ اور حماد بن مسلمؒ نے اس کو گاہا یعنی بھوسی سے اناج جدا کیا اور ابو حنیفہؒ نے اسکو پیسا اور ابو یوسفؒ نے اس کو گوندھا اور محمد بن حسنؒ نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی اس کے کھانے والے ہیں یعنی اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعودؓ سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام الائمہ سراج الامۃ ابو حنیفہؒ نے کمال کو پہنچا کر مدوّن کیا اور بابوں میں مرتب کرکے کتاب الفرائض و کتاب الشروط تصنیف کیں اور آپ کی ہی پیروی امام مالکؒ نے موطا میں کی اور محمد بن حسنؒ نے آپ کی روایات کو جمع کرکے فروع کو تنقیح کیا اور جس قول سے آپ نے رجوع کیا اس کو بیان کر دیا۔ اور جو حوادث ان کے وقت میں بکثرت ہوئے انھوں نے فقہ کو مدوّن کرکے متعدد کتابیں تصنیف کیں کہ جس سے ایک عالم کو محتاج کر دیا اور سب لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

پس جب کہ امام ابو حنیفہؒ نے حسبِ تصریحاتِ بالا اپنے چالیس اصحاب و تلامذہ

مشورے سے جن میں مجتہد، محدث، مفسر، ماہرینِ لغت، نحوی، عابد، زاہد، متورع سب قسم
کے شامل تھے۔ اصولِ فقہ و حدیث کو مدون کیا اور قرآن و احادیث اور اقوالِ صحابہؓ وغیرہ
میں کمال غور و تدبر سے بڑی کوشش اور عرق ریزی کے ساتھ اجتہاد کر کے مسائل و احکام
کا استنباط کیا پھر اجتہاد بھی ایسا کہ بعض مسائل کی تحقیقات میں مہینہ مہینہ بھر بلکہ اس سے
زیادہ بحث ہوتی رہتی تھی اور بعد قولِ فیصل کے اس کو امام ابو یوسفؒ ضبطِ تحریر میں لاتے
تھے۔ پھر ان روایات کو امام محمدؒ نے اپنی کتب مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر
سیر صغیر، سیر کبیر، کتاب الآثار، موطا وغیرہ وغیرہ میں بڑے اہتمام و انتظام سے
جمع کر کے فروع کو ایسے طور سے منقح کر دیا کہ دنیا کسی اور مجتہد و عالم کی طرف رجوع
لانے کی محتاج نہ رہی اور حقیقت میں اس طرز کی کوشش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس فرمان واجب الاذعان کی میں تھی جو طبرانی نے اوسط میں حضرت علیؓ
سے ان الفاظ روایت کیا ہے۔ قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان نزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نہی فما تامرنی قال
شاوروا الفقہاء والعابدین ولا تمضوا فیہ رأی خاصۃ۔ اسی لیے یہ
مذہب حنفیہ جو در اصل ایک کمیٹی کا مذہب تھا اور مخبر صادق کے قول ید اللہ علی
الجماعۃ سے مؤید تھا۔ ایسا مقبول خاص و عام ہوا کہ اس کے ظاہر ہوتے ہی سب
لوگ اس کے مقلد بنتے گئے یعنی قاضی و حاکم تو اس لیے اس کے پیرو ہوئے کہ ان کو
مقدمات اور حوادثات کے پیش آ جانے پر فیصلہ کے لیے دلائل شرعیہ میں خود غور و خوض
کر کے اپنے اجتہاد سے حکم نکالنے اور سر دردی کرنے کی حاجت نہ رہی اور لکھا لکھایا
مسئلہ مل گیا اگر صریح طور پر نہ ملا تو خود انہیں اصول اور قواعد مدونہ میں ادنیٰ غور کر کے
فیصلہ کے لیے فوراً حکم نکال لیا اور چونکہ اس مذہب پر قاضیوں کے فتوے دینے میں
ان دقتوں و مشکلات سے بھی سبکدوشی تھی جو اس سے پہلے اوقات قاضیوں

کے بے قاعدہ اجتہاد سے حکم میں اختلاف کرانے کے وقت عام خلائق کے امن قائم
رہنے میں عائد ہو جاتی تھیں۔ اس لیے بادشاہانِ وقت نے بھی اسی مذہب کی تقلید کی
اور تمام مملوکات میں تو اس مذہب کا یہاں تک فروغ ہوا کہ عرب و عجم کے علاوہ تھوڑے
ہی عرصہ یعنی خیر القرون میں چین تک بھی جا پہنچا چنانچہ دیگر تواریخ کے علاوہ خود مقتدائے
غیر مقلدین نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب ریاض المرتاض و غیاض
الریاض کے صفحہ ۳۲۲ میں سدِ سکندری کا حال بیان کرتے ہوئے اس طرح پر لکھتے
ہیں: در کتاب مسالک الممالک نوشتہ واثق عباسی خواست تا بر حقیقت سد آگاہی
یابد در سنہ دو صد بست و ہشت ۲۲۸ سلام نام ترجمان را با پنجاہ نفر با زاد و راحلہ تفحص
آن فرستاد از سامرہ وا رمینیہ و بلاد الآن و ترخان گزشتہ بسر زمینی رسیدند کہ ازان گندے
ناخوش مے آمد دہ روز دیگر رفتند و بسر زمینی پیوستند کوہے بنظر ایشان آمد و قلعہ
کہ جمعی دراں نشستہ بودند اما از آبادی نشانی نداشت بست و ہفت منزل دیگر طے
کردند بحصنی رسیدند نزدیک کوہی کہ سدِ یاجوج در شعب آنجا است اگرچہ بلادش
اندک بود تا صحرا واما کون بسیار داشت محافظان سد کہ در آنجا بودند ہمہ دینِ اسلام
داشتند و مذہب حنفی و زبان عربی و فارسی میگفتند۔ الخ۔ دیکھو اس سے مذہب حنفیہ
کی قدامت اور اشاعت کا کیسا صریح پتہ لگتا ہے پھر یہ کتنا سخت ناانصافی ہے کہ یہ
مذہب سلطنت کی مدد سے رواج پذیر ہوا۔ یوں کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اس مذہب
نے اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے جن کا مفصل ذکر اوپر ہو چکا ہے سب کو اپنا گرویدہ
بنا لیا تھا اور چاردانگ عالم میں اس کا ڈنکا بج گیا تھا۔ اب ایڈیٹر اہل الذکر ہی انصاف
سے بتائیں کہ ہند و ملک چین میں سدِ سکندری کے پاس رہنے والے مسلمانوں کو
کس حاکم سلطنت نے مذہب حنفیہ کا مقلد بنایا؟ کیا وہاں بھی امام ابو یوسف کی سیاست کا
اثر پہنچ گیا تھا؟

الحاصل یہ بحث تو درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر آگئی ہے اب ہم پھر اپنے
اصل مقصد کی طرف عود کرتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات کا یہ بائیں ہاتھ کا کرتب ہے
کہ خیانت اور دھوکہ دہی سے عبارات میں تراش خراش کر کے ایسا حصہ تو لکھ دیتے ہیں
جس سے عوام کو مغالطہ لگ سکے اور ایسے حصہ کو دانستہ حذف کر دیتے ہیں جس سے بات
صاف ہو کر ان کے اعتراض کی خود بخود تردید ہو جائے۔ پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ حیاۃ الحیوان
والی عبارت میں ابن شبرمہ کی روایت میں بھی انھوں نے یہی چال اختیار کی ہے اور اگر
بالفرض عبارات میں دست اندازی نہ ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے اور مان لیا جائے کہ حیاۃ
الحیوان نے ایسا ہی لکھا ہے۔ تو حیاۃ الحیوان کا یہ حوالہ خصم کو کچھ فائدہ نہیں دے
سکتا کیونکہ اس کے متعلق پھر دریافت طلب امر یہ ہوگا کہ حیاۃ الحیوان کیسی کتاب
ہے؟ معتبر ہے یا نامعتبر؟ اور کس زمانہ میں کس نے تصنیف کی ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ
کتاب شیخ کمال الدین محمد بن عیسی الدمیری الشافعی متوفی ۸۰۸ھ کی تصنیف ہے
اس کے مسودہ سے ماہ رجب ۷۷۳ھ میں اس نے فراغت حاصل کی پھر ایسی کتاب
جو آٹھویں صدی میں تصنیف کی گئی اور جو کہ کوئی مسند بھی نہیں ہے اس میں ابن شبرمہ
کی روایت بلا سند بلفظ قال ابن شبرمۃ لکھا ہوا اور منقول عنہ کا حوالہ تک نہ ہوتا
مخالف کے لیے کونسی حجت ہو سکتی ہے علاوہ ازیں یہ کوئی معتبر کتاب نہیں ہے۔
کشف الظنون میں اس کتاب کی نسبت لکھا ہے جامع بین الغث والسمین
(یہ کتاب رطب و یابس کا مجموعہ ہے) پھر ایسے نامعتبر مجموعہ رطب و یابس کتاب
کی روایات سے استدلال کرنا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ بلکہ کشف الظنون میں اس
کتاب کی نسبت جو سخاوی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ هو نفیس مع کثرۃ الاستطراد
فیہ من شیء الی شیء واتوهم ان فیہ ما هو مدخول لما فیہ
من المناکیر۔ وہ آخر بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ابن شبرمہ کے بلا سند

نقل کردہ قصہ میں ضرور کچھ نہ کچھ تعریف و دخل واقع ہوا ہے اور خود بھی اس کتاب میں کثرة الاستطراد (چالبازی) کی طرز اختیار کی گئی ہے۔ پھر ایسے چالباز جامع رطب و یابس مصنف کی پُر از مناکیر کتاب کی روایات کا کیا اعتبار ہے بالآخر ہم اس قصہ کی اصلیت دکھانے کے لیے ایک ایسے بزرگ کا قول نقل کرتے ہیں جن کو ایڈیٹر اہل الذکر اور اس کے تمام غیر مقلد بھائی اپنا مقتدیٰ سمجھتے ہیں وہ کون ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب جو کتاب کشف الالتباس کے صفحہ ۲۲۵ پر اس قصہ کی اصلیت بایں الفاظ لکھتے ہیں۔ یہ حکایت محمد بن نعمان ملقب بشیطان الطاق کی ہے نہ نعمان بن ثابت ابوحنیفہؒ کی کیونکہ یہ لوگ بسبب بے علمی کے عبارات ائمہ کو نہ سمجھتے تھے لیکن ترتیب کرنا قیاس شرعی کا ان سے ممکن نہ تھا اس لیے ائمہ نے ان کو قیاس سے منع فرمایا اور ابوحنیفہؒ وغیرہ کو بلحاظ کثرت علم و قوت اجتہاد اجازت دی ہے قیاس کی۔ چنانچہ کتب حنفیہ اور رسائل فضائل اہل بیت میں اجازت صادق علیہ السلام کی ابوحنیفہؒ کے واسطے قیاس کی مصرح ہے۔

نواب مرحوم کا یہ قول دیکھ کر ایڈیٹر اہل الذکر اور اس کے بھائی بندوں کو چینی میں پانی ڈال کر ڈوب مرنا چاہیے۔ کہ وہ کس طرح کھلے الفاظ میں ان کی تکذیب کرتے ہیں انھوں نے تو فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ یہ قصہ جس کو ایڈیٹر اہل الذکر اور اس کے ہم خیال حضرت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت سمجھے ہوئے ہیں۔ دراصل امام جعفر صادق اور ایک شخص محمد بن نعمان کے مابین گزرا ہے جس کا لقب شیطان الطاق تھا۔ اور چونکہ وہ اور اس کے ہم خیال بوجہ بے علمی کے عبارات ائمہ اہل بیت کو سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتے تھے اور باطل قیاس کرتے تھے اس لیے ائمہ نے ان کو قیاس سے منع فرمایا اور امام ابوحنیفہؒ تو دریائے علم اور قوی الاجتہاد تھے۔ اس لیے ائمہ کرام بالخصوص حضرت امام جعفر صادقؒ نے خود ان کو قیاس کی اجازت بخشی ہوئی تھی لیکن اب نواب صاحب کی اس تحقیقات سے ثابت

ہوتا ہے کہ مصنف حیات الحیوان سے بسبب بُعدِ زمانہ کے گھنی گھناتی باتوں کی بناپر یہ فاش غلطی ہوئی کہ اس نے بجائے محمد بن نعمان کے نعمان بن ثابت لکھ دیا اور الیا بن دخلت انا وابو حنیفۃ کا لفظ غلط ایزاد کر دیا۔ تمہارے میاں اہل الذکر اب تم کیا کہتے ہو۔ کیا نواب صدیق حسن مرحوم سچے ہیں یا تم سچے ہو؟

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

الغرض نواب مرحوم کے اس قول سے صاف ثابت ہو گیا کہ ابن شبرمہ والے قصہ کا مصداق تو ایک دوسرا شخص ہے اور نیز معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام جعفر صادقؒ کا صحیح قصہ وہی ہے جو میزان الشعرانی کے حوالہ سے ہم نقل کر چکے ہیں اور جس سے امام صاحب کی کمال فضیلت ثابت ہوتی ہے دیکھو امام شعرانی وہ محقق اور مستند بزرگ ہیں جن سے سرگروہ غیر مقلدین مصنف دراسات اللبیب نے بھی جابجا سندیں لی ہیں اور ان کے اقوال کو معتبر سمجھا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور انکا اجتہاد

اب ہم اہل الذکر کے اس مضمون کا جواب لکھتے ہیں جو اس نے رسالہ اہل الذکر بابت ماہ رمضان ۱۳۲۶ھ میں عنوان بالا سے میاں عبد العظیم حیدرآبادی کی طرف سے شائع کیا ہے۔ راقم مضمون نے اپنی دانست میں بڑا مدلل اور لاجواب لکھا ہے اور خاتمہ مضمون پر وزیران اہل حدیث و شحنہ ہند سے بھی استدعا کی ہے کہ اس مضمون کو وہ بھی ضرور نقل کریں۔ غالباً یہ مضمون حیدرآبادی صاحب کا اندرونی تحریر ہے اور وہ اس کو شائع کراں نمایہ سمجھ کر اپنے غیر مقلد بھائیوں کے سامنے پیش کر کے ان سے داد لینا چاہتا ہے۔ اس مضمون نے اہل الذکر کے آدھے مضمون کو سیاہ کیا ہے۔

ہم نے جہاں تک اس مضمون پر غور کیا ہے اس کو از سر تا پا لغو و بے ہودہ پایا ہے اور مضمون نگار اگر جہل مرکب کے مرض میں مبتلا نہ ہوتا اور اس کو اس مضمون کی لغویت معلوم ہوتی تو اس کو شائع کر کے اپنی خفت نہ کراتا۔ کاش وہ خیال کرتا کہ جھوٹ اور بے ہودہ کہنے سے اپنا منہ ملوث ہوتا ہے اور پاک لوگوں کی شان میں گستاخی کرنے سے اپنی ہی عاقبت خراب ہوتی ہے۔

؎ چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکان کند

مضمون نگار کی غرض و غایت اس مضمون کے لکھنے سے یہ ہے کہ وہ حضرت امام الائمہ ابو حنیفہؒ کی نسبت یہ ثابت کرے کہ وہ نہ مجتہد تھے اور نہ محدث، نہ انکی کچھ علمیت تھی اور نہ فقاہت۔ حالانکہ تمام اسلامی دنیا شرق سے غرب تک اس بات کی قائل ہو چکی ہے کہ علم و فقہ اور اجتہاد و محدثیت میں کوئی امام بھی امام ممدوح کے پایہ کو نہیں پہنچا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مضمون پر بالاستیعاب بحث کر کے اسکی پوری تردید کریں اور پہلے اس کی عبارت کا خلاصہ نقل کر کے پھر اس کا جواب بالترتیب دیں۔ چونکہ مضمون نگار معترض وہابی ہے اور راقم مجیب حنفی۔ اس لیے اس کی عبارت کے اوپر لفظ وہابی اور اپنے جواب کی ابتداء میں حنفی کا لفظ لکھا جائے گا۔ اب ناظرین غور سے سنیں۔

وہابی: پہلے یہ غور کرنا چاہیے کہ مجتہد جو ان بزرگوں میں گزرے ہیں اور جن کو اب ہم مجتہد مانتے ہیں ان کی شان نفس اجتہاد میں کیسی ہے ان کے اجتہاد کو محدثین وقت نے تسلیم کیا ہے یا نہیں؟ ہم اس اصول پر جہاں تک غور و نظر ڈالتے ہیں امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ وغیرہ ہم مجتہد مانے گئے ہیں۔ انکے اجتہاد میں کسی عالم محدث کو انکار نہیں۔ ان حضرات کے نفس اجتہاد پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد پر اکثر محدثین اور خود ائمہ ثلاثہ کو اعتراض رہا ہے۔

حنفی: شکر ہے کہ اس موقعہ پر ہمارے دوست وہابی نے ائمہ ثلاثہ کو تو مجتہد مان لیا ہے اگرچہ ان لوگوں کا اصول تو یہ ہے کہ: ؎ من خود پدرم پدر را چہ کنم۔ ہم خود مجتہد ہیں دوسرے کا اجتہاد کیوں مانیں۔ تاہم ہمارے مہربان حیدرآبادی کے نزدیک ائمہ اربعہ میں سے تین امام تو مسلم الاجتہاد ہیں اور ان کے اجتہاد پر کوئی (حنفی ہو یا وہابی) اعتراض نہیں کر سکتا۔ لیکن امام الائمہ ابوحنیفہؒ کو وہ مجتہد نہیں مانتے اور اس پر دلیل یہ گھڑ رکھی ہے کہ باقی ائمہ کے اجتہاد سے کسی امام یا محدث کو انکار نہیں، لیکن امام ممدوح کے اجتہاد پر اکثر محدثینؒ اور خود ائمہ ثلاثہ کو اعتراض رہا ہے اس کا جواب ہم بجز اس کے کیا عرض کریں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ ہمیں تعجب ہے کہ گستاخ وہابی نے کس دلیری سے علی رؤس الاشہاد یہ جھوٹا جملہ لکھ دیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد پر محدثین اور ائمہ ثلاثہ کو اعتراض رہا ہے حالانکہ تمام محدثین اور ائمہ ثلاثہ امام ممدوح کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں اور موافق و مخالف آپ کے اجتہاد و فقاہت کی تعریف کرتے ہیں۔ اس بارہ میں مخالف کی تکذیب کے لیے ہم پہلے ائمہ ثلاثہ کے اقوال اور بعد ازیں کبار محدثین کی شہادتوں سے ثابت کریں گے کہ حضرت امام ہمام علم و فقہ، ورع و زہد، اجتہاد و محدثیت میں سب سے بڑھ کر تھے۔

امام مالکؒ کی شہادت

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم اور فقہ و اجتہاد کے بارہ میں امام مالکؒ کی رائے حسب ذیل جمی کتاب کردری ص ۳۹ ج ۲ میں لکھا ہے۔ ذکر الصیمری باسنادہ عن ابن المبارکؒ قال کنت عند مالکؒ اذ جاءہ رجل فرفعہ فلما خرج قال اتدرون من ھذا۔ ھذا ابوحنیفۃ لو قال ھذہ الاسطوانۃ من ذھب لقام بحجتہ لقد وفق اللّٰہ تعالیٰ لہ الفقہ حتی ما علیہ کثیر

مؤنة ثم قدم عليه الثوری فاجلسه دونه فلما خرج قال هذا سفیان وذکر فقهه و ورعه۔ یعنی محدثین کے پیشوا ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا۔ امام مالکؒ نے اس کو بلند جگہ پر جگہ دی جب چلا گیا تو کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ شخص کون ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ ہے۔ (اسکی علمیت کا یہ حال ہے) کہ اگر مثلاً کہ دے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو دلیل سے اس دعویٰ کو ثابت کر دکھائے۔ اللہ نے اس کو فقہ میں ایسی توفیق بخشی ہے کہ اس میں اس کو کوئی مشکل مانع نہیں ہوتی۔ پھر امام ثوریؒ آئے تو ان کو اس درجہ سے نیچے جگہ دی جب چلے گئے تو کہا یہ سفیان ہے اور اُن کی فقاہت اور ورع کا ذکر کیا۔ علامہ موفق بن احمد مکی نے کتاب مناقب ابی حنیفہؒ ص۳۳ ج۲ میں لکھا ہے۔ حدثنی اسحٰق بن ابی اسرائیل سمعت محمد بن عمر الواقدی یقول کان مالك ابن انس کثیرًا ما کان یقول بقول ابی حنیفة وینتقده وان لم یکن یظهره یعنی اسحٰق بن اسرائیل جو ابوداؤد و نسائی کے شیوخ میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ اسحٰق بن عمر واقدی شاگرد امام مالکؒ کہتے تھے کہ امام مالکؒ اکثر امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق حکم دیتے تھے اور انکے قول کی تفحص کرتے تھے خواہ ظاہر نہ کریں۔ پھر اسی صفحہ میں اسحٰق بن محمد بن عبد الرحمٰن امیر القروی شاگرد امام مالکؒ سے اس طرح پر روایت کی ہے۔ قال کان مالك ربما اعتبر بقول ابی حنیفة فی المسائل یعنی امام مالکؒ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہ کے قول کو معتبر سمجھتے تھے۔ دیکھو پہلی روایت سے ثابت ہے کہ امام مالکؒ نے ملاقات کے وقت امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت کو ملحوظ رکھ کر اپنے سے بلند مرتبہ پر جگہ دی۔ پھر جب سفیان ثوریؒ صاحب آئے تو ان کو اُن سے نیچے بٹھایا اور پھر حاضرین کے رُوبرو امام صاحب کی قابلیت اور قوت استدلال کو اس مبالغہ سے بیان کیا کہ اگر آپ بالفرض ایک امر مستحیل الثبوت پر بھی دلیل قائم کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اور دوسری دو روایتوں سے ثابت ہے کہ امام

مالکؒ باوجود خود مجتہد ہونے کے اکثر مسائل کے فیصلہ کے وقت امام ابو حنیفہؒ کے قول کی تلاش کرتے تھے اور اکثر دفعہ اُن کے ہی قول پر فتویٰ صادر فرمایا کرتے تھے ان روایات کے علاوہ اسکے کہ بقول امام مالکؒ حضرت امام ابو حنیفہ کی کمال مدح و تعریف ثابت ہوتی ہے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام کا رتبہ امام مالکؒ سے فضیلت و کمال اور فقہ و اجتہاد میں برتر تھا، اور آپؒ واقعی امام اعظم تھے۔

امام شافعیؒ کی شہادت

حضرت امام شافعیؒ نے تو حضرت امام ہمامؒ کی جابجا تعریف و توصیف بیان فرمائی۔ اور ان کی اعلمیت و افقہیت کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے اپنی کتاب خیرات الحسان کے صلا میں لکھا ہے۔ عن الربیع قال قال الشافعیؒ ان النّاس عیال فی الفقه علی ابی حنیفة ما رأیت ای علمت احدًا افقه منه۔ یعنی ربیع بن سلیمان شاگرد امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے عیال ہیں۔ میں نے کوئی شخص بھی ابو حنیفہؒ سے افقہ نہیں دیکھا۔ انہی کی دوسری روایت میں ہے۔ من لم ینظر فی کتبه لم یتبحر فی العلم ولا یتفقه۔ یعنی جس شخص نے امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں میں نظر نہیں کی۔ وہ علم و فقہ میں کبھی تبحر حاصل نہیں کر سکتا۔ نیز کتاب مذکور میں حرملہ بن یحییٰ شاگرد امام شافعیؒ سے روایت ہے۔ قال الشافعی من اراد ان یتبحر فی الفقه فهو عیال علی ابی حنیفة انه ممن وفق له الفقه۔ یعنی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص فقہ میں تبحر ہونا چاہے وہ امام ابو حنیفہؒ کا نمک خوار بنے کیونکہ آپ ہی کو فقہ میں کامل توفیق ملی ہے۔ علامہ کردری نے اپنی کتاب ج ۲ صفحہ ۱۵۵ میں امام محمدؒ شاگرد امام ابی حنیفہؒ کے ذکر میں لکھا ہے۔ ذکر الدیلمی عن امام الشافعی قال جالسته عشر سنین حملت

من کلامہ بحمل جمل لو کان کلمنا علی قدر عقلہ ما فہمنا کلامہ ولکنہ کان یکلمنا علی قدر عقولنا۔ یعنی ربیع نے امام شافعیؒ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے دس سال امام محمدؒ کی صحبت کی اور انکی تصنیفات اس قدر پڑھیں جن کو اونٹ اٹھا سکے مگر امام محمدؒ اپنی عقل و فہم کے مطابق ہم سے کلام کرتے تو ہم ان کی کلام کبھی سمجھ نہ سکتے لیکن وہ ہم سے ہماری عقل و فہم کے مطابق کلام کرتے تھے۔ نیز کتاب مذکور کے منشا میں ہے۔ ذکر السمعانی عن البویطی عن الشافعی قال اعاننی اللہ تعالیٰ فی العلم برجلین فی الحدیث بابن عیینۃ وفی الفقہ بمحمد۔ یعنی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے علم میں دو شخصوں سے امداد دی۔ حدیث میں ابن عیینہؒ اور فقہ میں امام محمدؒ سے اور کتاب درمختار ص۵۳ میں لکھا ہے: قال الامام الشافعی من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لھم واللہ ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن۔ یعنی امام شافعیؒ کا قول ہے کہ جو فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب سے سیکھے کیونکہ معانی اُن کو ہی میسر ہوئے ہیں۔ بخدا میں امام محمدؒ کی کتابیں پڑھ کر فقیہ بنا ہوں۔

روایات بالا پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کے دل میں کس قدر عظمت حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کی تھی۔ آپ نے فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ فقہ میں تمام فقہا اور محدثین حضرت امام محمدؒ کی عیال ہیں اور جس کی نظر امام صاحب کی کتب میں نہ ہو وہ فقاہت یا تبحر فی العلم کا دعویٰ ہی نہیں کر سکتا۔ امام صاحب تو بجائے خود حضرت امام محمدؒ (جو امام صاحب کے شاگرد ہیں) کے علم کی نسبت امام شافعی صاحبؒ کی یہ رائے ہے کہ اگر وہ اپنی علمیت کے مطابق کلام کرتے تو امام شافعیؒ جیسے امام مجتہد اس کو سمجھ بھی نہ سکتے اور کہ آپ نے جو کچھ سیکھا اُن سے اور ان کی کتابوں

سے سیکھا ہے، وہابیوں کو پڑھ کر اگر ذرا بھی شرم اور حیا ہو تو چینی میں پانی ڈال کر ڈوب مرنا چاہیئے مگر شرم چہ کتی است کہ پیش مردان بیاید۔

امام احمدؒ بن حنبل کی شہادت

حضرت امام احمدؒ بن حنبل کی رائے امام صاحب اور ان کے شاگردوں کی نسبت روایات ذیل سے ظاہر ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ نے خیرات الحسان کے صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے۔ قال احمد بن حنبل فی حق ابی حنیفۃ انہ کان من العلم والورع والزھد وایثار الاخرۃ بمحل لا یدرکہ احد۔ یعنی امام احمد بن حنبلؒ نے امام ابوحنیفہ کی شان میں کہا ہے کہ آپ علم و ورع و زہد و ایثار آخرت میں ایسے درجہ میں تھے جو کسی کو بھی نہیں ملا۔ علامہ کردری نے اپنی کتاب مناقب صفحہ ۲۵ جلد ۲ میں امام ابویوسفؒ (شاگرد امام ابوحنیفہؒ) کے ذکر میں لکھا ہے: عن العباس بن محمد قال احمد بن حنبل اول ما طلبت الحدیث ذھبت الیہ وطلبتہ منہ ثم کتبنا عن الناس۔ یعنی عباس بن محمدؒ سے جو منجملہ اس کے شیوخ کے ہیں روایت ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلے طلب حدیث میں امام ابویوسفؒ کے پاس گیا اور پھر اور لوگوں سے حدیث کو لکھا۔

اب ناظرین روایات بالا کو پڑھ کر حیدرآبادی مضمون نویس کی اس بکواس پر نظر ڈالیں جو وہ لکھتا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کو امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد پر اعتراض رہا ہے۔ ائمہ ثلاثہ تو یہی ہیں جن کی شہادتیں ہم نے مستند کتب سے اوپر لکھی ہیں وہ تو سب کے سب امام کے اجتہاد تفقہ، علم و فضل، زہد و ورع کا اعتراف کر کے اپنے سے بڑھ کر اُن کی شان بیان فرماتے ہیں اور ادھر میاں حیدرآبادی اور اس کے ہم خیال وہابی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم امام صاحب کے اجتہاد کو نہیں مانتے اور اس پر دلیل یہ کہ ائمہ ثلاثہ بھی ان کو مجتہد نہیں

مانتے، کیا اب ہمیں یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۔

محدثین کی شہادت

ائمہ ثلاثہ کی شہادتیں گزر چکی ہیں، اب ہم بطور نمونہ بعض اکابر محدثین کی شہادتیں لکھتے ہیں جنہوں نے حضرت امام اعظمؒ کی فقاہت و اجتہاد وغیرہ کی تعریف کی ہے۔ سب سے اول امام المحدثین حضرت سفیان ثوری کے جو بقول تقریب التہذیب "ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد، امام، حجۃ" تھے اقوال لکھے جاتے ہیں جو کہ امام ہمامؒ کے ہم عصر اور ہم وطن بھی تھے مگر انہوں نے امام صاحب کی عظمت کو کہاں تک تسلیم کیا ہے۔

سفیان ثوریؒ: کتاب کردری ص۲۲ج۲ اور خیرات الحسان کے ص۳۲ میں بروایت عبداللہ بن مبارکؒ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت حضرت سفیان الثوریؒ کا قول اس طرح پر مروی ہے۔ وكان والله شديد الأخذ للعلم ذابا عن المحارم لا يأخذ الا بما صح عنده عليه السلام شديد المعرفة بالناسخ والمنسوخ وكان يطلب احاديث الثقات والآخير من فعل النبي عليه الصلوة والسلام وما ادرك عليه عامة العلماء الكوفة في اتباع الحق اخذ به وجعله دينه وقد شنع عليه قوم فسكتنا عنهم بما نستغفر الله تعالى منه بل قد كان منا اللفظة بعد اللفظة قال قلت ارجو الله تعالى ان يغفر لنا ذلك۔ (یعنی ابوحنیفہ بخدا علم کے اخذ میں سخت اور منہیات کا انسداد کرنے والے تھے، وہی حدیث لیتے تھے جو پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہو، ناسخ و منسوخ کی پہچان میں قوی طاقت رکھتے تھے۔ ثقہ اصحاب کی احادیث اور آخری فعل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متلاشی رہتے تھے۔ حق کی پیروی میں جس بات پر جمہور علماء کوفہ کو متفق پاتے تھے۔ اس سے تمسک پکڑتے اور اسی کو

اپنا دین و مذہب قرار دیتے تھے۔ قوم نے آپ پر بے جا طعن تشنیع کی اور ہم نے بھی خاموشی اختیار کی جس کی نسبت ہم خدا سے استغفار کرتے ہیں بلکہ ہم سے بھی آپ کے حق میں بعض غلط الفاظ نکلے۔

۲۔ عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا ہے: عن العسکری عن ثابت الزاھد قال کان اذا شکل علی الثوری مسألۃ قال ما یحسن جوابھا الا من حسدناہ ثم یسأل من اصحابہ و یقول ما قال فیہ صاحبکم فیحفظ الجواب ثم یفتی بہ۔ یعنی ثابت زاہد شاگرد ثوری جو امام بخاری و ترمذی کے راوی سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب امام ثوری کو کسی مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آتی تھی تو کہتے تھے کہ اس کا بہترین جواب وہی شخص دے سکتا ہے جس سے ہم حسد کرتے ہیں۔ (یعنی امام ابو حنیفہؒ) پھر امام صاحبؒ کے شاگردوں سے پوچھتے تھے کہ تمہارے امام نے اس بارہ میں کیا فتویٰ دیا ہے۔ پھر جواب کو یاد رکھتے تھے اور اس کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

۳۔ حافظ جلال الدین سیوطی و جو شافعی المذہب ہیں تبییض الصحیفہ کے ص۱۲ میں لکھتے ہیں: روی الخطیب عن محمد بن المنتشر قال کنت اختلف الی ابی حنیفۃ والی سفیان۔ فاتی ابی حنیفۃ فیقول لی من این جئت فاقول من عند سفیان فیقول لقد جئت من عند رجل لو ان علقمۃ والاسود حضر الاحتاجا الی مثلہ فاتی سفیان فیقول من این جئت فاقول من عند ابی حنیفۃ فیقول لقد جئت من عند افقہ اھل الارض یعنی محمد بن المنتشر جو اکثر صحاح ستہ کے شیوخ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام سفیانؒ دونوں کی خدمت میں مختلف اوقات میں جایا کرتا تھا جب امام ابو حنیفہؒ کے پاس جاتا تھا تو پوچھتے تھے کہ کہاں سے آیا ہے؟ میں کہتا تھا

سفیان کے پاس سے۔ اس پر آپ فرماتے تھے کہ تو ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے کہ
اگر اسود اور علقمہ بھی اس وقت موجود ہوتے تو ایسے شخص کے وہ محتاج ہوتے۔ جب میں
سفیان کے پاس جاتا تھا تو وہ پوچھتے تھے کہ تو کس کے پاس سے آیا ہے۔ میں کہتا تھا
کہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں سے آیا ہوں۔ آپ کہتے تھے کہ تو ایسے شخص کے ہاں سے آیا
ہے جس سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی فقیہ نہیں ہے۔

قلائد میں لکھا ہے: قال سفیان الثوری کنا بین یدی ابی حنیفة
کالعصافیر بین یدی البازی وان اباحنیفة سید العلماء۔
یعنی سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ہم ابوحنیفہؒ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز کے سامنے
چڑیاں ہوتی ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ "سید العلماء" ہیں۔

دیکھو امام سفیان ثوریؒ کے یہ اقوال حضرت امام ہمامؒ کی فضیلت، ثقاہت،
فقاہت، اجتہاد، تبحر فی الحدیث کے کیسے زبردست گواہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے
کہ امام ابوحنیفہؒ کو صحیح و ضعیف، ناسخ و منسوخ کے پرکھنے کا بہت بڑا ملکہ حاصل تھا اور
آپ کا تمسک ان ہی احادیث سے تھا جو پایہ صحت کو پہنچ چکی ہوں اور جن کے راوی
ثقہ و عادل ہوں اور جن پر آخری عمل نبی ﷺ و صحابہ کرامؓ کا ثابت ہو اور کہ امام ثوریؒ باوجود
تبحر فی الفقہ والحدیث کے مشکل مسائل میں امام ممدوحؒ کی ہی تحقیق کو پسند کرتے اور اُنہی کے
ہی قول پر فتوی دیتے تھے اور آپ کو   الارض تسلیم کرتے اور آپ کے
مقابلہ میں اپنے آپ کو ایسا سمجھتے جیسا کہ شہباز کے مقابلہ میں چڑیا ہوتی ہے۔ کیا ان اقوال کو
دیکھ کر غیر مقلدین شرمندہ نہ ہوں گے جو کہا کرتے ہیں کہ امام صاحب تو اہل الرائے تھے اور اُن
کے مذہب کی بناء احادیث ضعیفہ پر ہے اور ان کے اجتہاد میں اکثر محدثین کو اعتراض
رہا ہے۔ سچ ہے۔

؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد   عیب نماید ہنرش در نظر

۲۔ امام الاعمش : یعنی سلیمان بن مہران متوفی ۱۴۸ھ جن کی تعریف میں کتاب تقریب نے ثقہ، حافظ، عارف بالقرآۃ ورع کے الفاظ لکھے ہیں اور جو کہ ائمہ صحاح کی اصل روات سے ہیں۔ خیرات الحسان کے ص۳۲ میں ان کی شہادت امام اعظم کے حق میں اس طرح پر لکھی ہے۔ وسئل الاعمش مسئلۃ فقال انما یحسن جواب ھذا النعمان بن ثابت واظنہ بورک لہ فی علمہ۔ یعنی امام اعمش سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے کہا اس کا اچھا جواب نعمان بن ثابت ہی دے سکتے ہیں اور میرے خیال میں خدا نے ان کے علم میں بڑی برکت بخشی ہے۔

پھر اسی کتاب کے ص۲۲ میں لکھا ہے : وروی الخطیب عن ابی یوسف قال وکان عندہ الاعمش فسئل عن مسائل فقال لابی حنیفۃ ماتقول فاجابہ قال من این لک ھذا قال من احادیثک التی رویتھا عنک وسرد لہ عدۃ احادیث بطرقھا فقال الاعمش حسبک ما حدثتک بہ فی مائۃ یوم تحدثنی بہ ساعۃ واحدۃ ما علمت انک تعمل بھذا الاحادیث یا معشر الفقھاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین۔ یعنی امام ابوحنیفہ امام اعمش کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان سے چند مسائل کسی نے پوچھے۔ آپ نے امام ابوحنیفہ سے فرمایا کہ آپ اس بارہ میں کیا کہتے ہیں جب آپ نے جواب دیا تو امام اعمش نے کہا کہ آپ کو یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ان احادیث سے جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں پھر ان متعدد احادیث کو مع سلسلہ اسناد کے بیان کرنا شروع کیا اس پر امام اعمش نے فرمایا کہ آپ نے حد کر دی ہے جو احادیث میں نے سو دن میں آپ کو بیان کی تھیں وہ آپ نے ایک ساعت میں سنا دیں مجھے یہ علم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کر رہے ہیں۔ اے جماعت فقہاء

آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم لوگ دوا فروش ہیں اور اے شخص تُو نے تو دونوں طرف (فقہ و حدیث) سے بہرہ وافر حاصل کیا۔

دیکھو ان دو روایات سے امام اعظمؒ کی کمال فضیلت کی کیسی زبردست شہادت ملتی ہے کہ امام اعمشؒ جیسے جلیل القدر امام حدیث ان سے مسئلہ دریافت ہونے پر یہ فرماتے ہیں کہ اس کا احسن جواب تو امام ابوحنیفہؒ ہی دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں عجیب برکت بخشی ہے اور پھر دوسری روایت میں امام صاحبؒ کے اس کمال کی داد دیتے ہوئے کہ جو سو دن میں احادیث ہم نے بیان کیں آپ نے ایک گھڑی میں ان کا بیان کر دیا جیسے تریح فقہاء ہیں یہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ (فقہاء) اطبا ہیں اور ہم لوگ (محدثین) دوا فروش ہیں۔ پھر امام صاحب کو سید الفقہاء والمحدثین اس دلیل سے قرار دیتے ہیں کہ آپ تو ماشاء اللہ ہر دو کمال رکھتے ہیں یعنی دوا فروش (محدث) بھی ہیں اور طبیب (فقیہ) بھی۔ اللہ اکبر امام صاحبؒ کی فضیلت پر اس سے زبردست شہادت کیا چاہیئے۔

مصرعہ: آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

۳۔ عبد اللہ بن المبارکؒ متوفی ۱۸۱ھ جن کی تعریف تقریب میں ثقۃ ثبتؒ، فقیہؒ، عالمؒ، جوادؒ، مجاہدؒ، جمعت فیہ خصال الخیر لکھی ہے اور صاحب اتحاف النبلاء نے لکھا ہے کہ آپ نے امام مالکؒ، سفیان الثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ وغیرہ وغیرہ چار ہزار شیوخ سے روایت کی اور علم اخذ کیا ہے اور امام احمدؒ ان کے شاگردوں سے ہیں۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ پہلے امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے ان کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں جا کر امام مالکؒ کی شاگردی کی اور ان سے تفقہ حاصل کیا۔ آپ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی نسبت اس طرح سے شہادت دیتے ہیں جو خیرات الحسان کے

ص ۳۳ میں اس طرح پر لکھی ہے، قال ابن المبارکؒ لیس احد احق ان یقتدیٰ بہ من ابی حنیفۃ لانہ کان اماما تقیا و ورعا عالما فقیہا کشف العلم

كشفا لم يكشفه احد بمثل فهمه وفطنته وتقى۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اُس کی تقلید کی جائے کیونکہ وہ ایک امام متقی، متورع، عالم فقیہ تھے جیسا انھوں نے علم کو اپنی بصارت، فہم اور ادراک اور تقویٰ سے کھولا ہے ایسا کسی نے نہیں کھولا۔

دیکھو محدثین کے پیشوا نے کس زور سے امام اعظمؒ کی افضلیت کو دلائل سے ثابت کر کے خود امام مالکؒ متوفی ۱۷۹ھ پر بھی ان کو کامل ترجیح دی ہے حالانکہ امام مالکؒ ان کے آخری استاد تھے اور دستور ہے کہ شاگرد اپنے آخری استاد کو ترجیح دیا کرتے ہیں مگر آپ نے انصاف کو مدنظر رکھ کر صاف فرما دیا کہ کوئی شخص امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کی تقلید کی جائے۔ اب یہ شہادت دیکھ کر حیدر آبادی کو چاہیے کہ وہ چینی میں پانی ڈال کر مر جائے بجز افسوس:

شرم چہ کتی است کہ پیش مردان بیاید

۲۔ معمر بن راشد، متوفی ۱۵۴ھ جن کو تقریب میں ثقہ، ثبت، فاضل کہا گیا ہے اور ترمذی وغیرہ کے بڑے اعلیٰ رواۃ سے ہیں تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۲۰ میں ان کی شہادت امام اعظمؒ کے حق میں اس طرح پر لکھی ہے: روى الخطيب عن عبد الرزاق قال كنت عند معمر واتاه ابن المبارك فسمعت معمرا يقول ما اعرف رجلا يحسن التكلم في الفقه ويسعه ان يقيس ويشرح الحديث في الفقه احسن معرفة من ابي حنيفة ولا اشفق على نفسه من ان يدخل في دين الله شيئا من الشك مثل ابي حنيفة

یعنی عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں معمر کے پاس ● کہ عبداللہ بن مبارک ان کے پاس آئے پھر تو معمر کہنے لگے کہ میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا کہ جو فقہ میں اچھی طرح سے تکلم کر سکتا ہو اور نیز اس کو قیاس کرنے کی بھی وسعت ہو اور فقہ و حدیث کی شرح کی قدرت

رکھتا ہو۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کو یہ سب باتیں حاصل ہیں اور مجھے سوائے ابوحنیفہؒ کے ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو اپنے نفس میں اس بات کی بابت ڈر رکھتا ہو کہ دینِ الٰہی میں کسی طرح کی کوئی مشکوک بات داخل کر دے۔"

دیکھو جب ایسی زبردست شہادت سے امام اعظمؒ کا نہ صرف فقیہ اور شارح حدیث اور صائب الرائے ہونا ہی بلکہ ان اوصاف میں بے مثل ہونا ثابت ہے اور نیز کہ آپ جیسا دینی امور میں محتاط اور خائف من اللہ دنیا بھر میں کوئی نہ تھا تو پھر مخالفین کو امام ہمامؒ کے برخلاف زبان طعن دراز کرنے سے بجز اپنی عاقبت خراب کرنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔

۵۔ عمرو بن دینار المکی متوفی ۱۲۶ھ جو کبار تابعین سے ہیں اور انکی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقہ، ثبتؒ کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ وہ امام ابوحنیفہؒ کی انکی ابتدائی ہی حالت میں جو عزت کرتے تھے ان کی نسبت خیرات الحسان کے ص۳۵ میں اس طرح پر لکھا ہے: وقال حماد بن زید کنا نأتی عمرو بن دینار فاذا جاء ابوحنیفۃ اقبل علیہ وترکنا فنسأل اباحنیفۃ فنسألہ فیحدثنا یعنی حماد بن زید جو ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم عمرو بن دینار کے پاس جایا کرتے تھے پس جبکہ امام ابوحنیفہؒ آتے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اس بات پر ہمیں چھوڑ دیتے کہ امام صاحبؒ سے ہم مسائل پوچھیں۔ پس ہم ان سے مسائل پوچھتے اور امام ابوحنیفہؒ حدیثیں بتاتے تھے۔"

دیکھو عمرو بن دینار جیسے جلیل القدر فقیہ، محدث جو بقول امام ذہبی اپنے زمانہ میں اعلم وافقہ اور احفظ تسلیم کیے گئے تھے جب امام ہمامؒ کے ابتدائی زمانہ میں ہی ان کی [illegible] عزت کرتے تھے تو انتہائی زمانہ میں جب ہر طرح سے آپ کو کمال حاصل

ہو گیا تھا۔ تو پھر وہ امام اعظم اور پیشوائے امت کیوں تسلیم کیے جائے۔

۶۔ مسعر بن کدام متوفی ۱۵۳ھ جن کی تعریف تقریب التہذیب میں ثقۃ ثبت، فاضل کے الفاظ سے کی گئی ہے اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی نسبت انکی رائے خیرات الحسان کے صفحہ ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے: وقال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفۃ بینہ وبین اللہ رجوت ان لا یخاف ولا یکون فی الاحتیاط لنفسہ وقیل لہ لم ترکت رائ اصحابہ واخذت برایہ قال لصحتہ فاتوا باصح منہ لارغب عنہ الیہ وقال ابن المبارک رأیت مسعراً فی حلقۃ ابی حنیفۃ یسالہ ویستفید منہ وقال ما رأیت افقہ منہ۔ یعنی مسعر بن کدام نے کہا کہ جس شخص نے اپنے اور خدا کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کو واسطہ گردانا۔ امید ہے کہ اس کو کچھ خوف وخطرہ نہ ہوگا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے اصحاب کی رائے کو چھوڑ کر انکی رائے کو کیوں اختیار کیا تو کہا اس لیے کہ انکی ہی رائے صحیح ہے تم اس سے زیادہ صحیح دکھلاؤ تو میں اس کو اختیار کر سکتا ہوں۔ (یعنی انکی رائے سے زیادہ صحیح رائے ملنا محال ہے) ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے مسعر کو امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ درس میں بیٹھا ہوا دیکھا کہ ان سے مسائل پوچھتا اور استفادہ کرتا تھا اور کہتا کہ میں نے آپ سے افقہ کوئی نہیں دیکھا۔ کتاب امام موفق صفحہ ۲۴۹ میں لکھا ہے:

عن ابی اسحاق الخوارزمی قاضی خوارزم قال مر مسعر بن کدام بابی حنیفۃ واصحابہ فی جبۃ ہم قد ارتفعت اصواتہم فاقام ملیاً ثم قال ہولاء افضل من الشہداء والعباد والمتہجدین ہولاء یحیون فی احیاء سنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و یجتہدون فی اخراج الجہال من جہلہم ہولاء افضل الناس۔

یعنی ابو اسحاق قاضی خوارزم کہتے ہیں کہ ایک روز مسعر بن کدام ؒ ابو حنیفہؒ اور انکے اصحاب کی مجلس کے پاس سے وجب کو وہ اپنے آواز مذاکرہ مسائل فقہ میں بلند کر رہے تھے، گزرتے ہوئے کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے۔ پھر کہا یہ لوگ شب زندہ دار، عابدوں تہجد پڑھنے والوں سے افضل ہیں۔ یہ لوگ سنتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ کرنے میں مشغول ہیں اور جاہلوں کو جہل سے نکالنے میں کوشش کر رہے ہیں۔"

اللہ اکبر، ۱۱ دیکھو اہلِ حدیث کے پیشوا حضرت مسعر بن کدام کو امام اعظمؒ کی نسبت کس قدر حسنِ اعتقاد تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان امام ابو حنیفہؒ کو وسیلہ گردان لے اس کو کوئی خوف و خطر نہیں ہوگا اور کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب احیائے سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے شہداء اور عابدوں وغیرہ سے افضل ہیں اور کہ اجتہاد اور فقاہت سب اعمالِ صالحہ سے افضل ہے اور کوئی عمل اس کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

۷۔ عبد الملک بن عبد العزیز ابن جریج مکی متوفی ۱۵۰ھ جن کی تعریف میں تقریب التہذیب میں ثقہ، فقیہ، فاضل کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ خیرات الحسان کے صفحہ ۳۳ میں امام ابو حنیفہؒ کی نسبت ان کا قول اس طرح پر لکھا ہے: عن ابن عیینة قال ابن جریج لما بلغه من علمه وشدة ورعه وصیانته لدینه وعلمه احسبه سیکون له فی العلم شان عجیب وذکر عنده یوما فقال اسکتوا انه لفقیه انه لفقیه۔ یعنی ابن جریج کو جب امام ابو حنیفہؒ کو علم و ورع اور استقامت دین کا حال معلوم ہوا تو کہنے لگے عنقریب اس شخص کی علم کے بارہ میں عجیب شان ہو گی۔ ایک روز آپ کے سامنے امام ممدوحؒ کا ذکر ہوا تو کہنے لگے خاموش رہو بالتحقیق فقیہ ہے۔ نیز اسی کے صفحہ ۶۹ میں لکھا ہے: لما بلغ ابن جریج

فقیہ مکۃ وشیخ شیخ الشافعی موتہ استرجع وقال ای علم ذھب۔
یعنی "جب ابن جریج فقیہ مکہ کو جو امام شافعیؒ کے شیخ الشیخ ہیں امام ابوحنیفہؒ کی موت کی خبر پہنچی تو آپ نے استرجاع کے بعد کہا آج علم کا ایک بڑا بھاری خزانہ گم ہوگیا۔"

۸۔ داؤد الطائی متوفی ۱۶۰ھ جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے "ثقہ، فقیہ، فاضل" کے الفاظ لکھے ہیں اور امام نسائی کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام اعظمؒ کی نسبت ان کی شہادت خیرات الحسان کے صفحہ ۳۵ میں اس طرح پر لکھی ہے:

وذکر عند داؤد الطائی فقال ذاک نجم یھتدی بہ الساری وعلم تقبلہ قلوب المومنین۔ یعنی "داؤد طائیؒ کے پاس امام ابوحنیفہؒ کا ذکر ہوا تو آپ نے کہا کہ وہ ایک روشن ستارہ ہیں جس کی روشنی میں سب ہدایت پاتے ہیں۔ آپ ایسے عالم ہیں کہ تمام مومنوں کے دل آپ کو قبول کرتے ہیں (اس سے ظاہر ہے جو آپ کو نہیں مانتا، وہ مومن نہیں ہے۔ م)۔"

۹۔ محمد بن اسحٰق امام المغازی متوفی ۱۴۲ھ جن کو امام بخاریؒ امیر المحدثین کے لقب سے پکارتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت جو ان کو حسن ظن تھا، اس کا حال کتاب امام موفق جلد ۲ کے صفحہ ۳۳ اس طرح پر لکھا ہے: عن یونس بن بکیر یقول قدم محمد بن اسحاق الکوفۃ فکنا نسمع منہ المغازی وربما زار ابا حنیفۃ فیما بین الایام ویطیل المکث عندہ ویجاریہ فی مسائل سویۃ۔ یعنی "یونس بن بکیر جو ارباب صحاح کے رواۃ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق جب کوفہ میں آئے تو ہم لوگ ان سے ذکر غزوات سنا کرتے تھے اور وہ ان دنوں بسا اوقات امام ابوحنیفہؒ کی زیارت ان کے مقام پر جا کر کیا کرتے تھے اور بہت عرصہ آپ کے پاس ٹھہرتے تھے اور مسائل پیش آمدہ کا ان سے استفادہ کرتے تھے۔"

دیکھو یہ وہی محمد بن اسحاق ہیں جن کی حدیث پر مسئلہ فاتحہ خلف الامام کا دارومدار ہے اور جو بقول امام بخاری امیر الحدیث ہیں۔ ان کا امام ابوحنیفہؒ کی زیارت کو اپنی اقامت کے دنوں میں بار بار جانا اور مسائل مشکلہ پیش آمدہ کی نسبت آپ سے استفادہ کرنا امام صاحبؒ کی فضیلت پر ایسی زبردست دلیل ہے کہ جو مخالفین پر اتمام الحجت ہے۔ کیونکہ جب وہ محمد بن اسحق کو بڑے پایہ کا محدث مانتے ہیں اور ان کے فعل سے امام صاحبؒ کی اعلیٰ فضیلت کی شہادت ملتی ہے تو پھر غیر مقلدین امام صاحبؒ کی فضیلت سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ سچ ہے:

والفضل ما شهدت به الاعداء

۱۰۔ **شعبة بن الحجاج**: متوفی ۱۶۰ھ جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقة، حافظ، متقن، کان الثوری یقول ہو امیر المؤمنین فی الحدیث کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ان کی رائے کتاب امام موفق جلد ۲ صفحہ ۴۷ میں اس طرح پر لکھی ہے: عن یحییٰ بن ادم قال كان شعبة اذا سئل عن ابی حنیفة اطنب فی مدحه وكان يهدی الیه فی كل عام طرفة۔ یعنی یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ جب کبھی امام ابوحنیفہؒ کی نسبت حضرت شعبہ سے پوچھا جاتا تو وہ بہت بڑی تعریف ان کی کرتے تھے اور ہر سال تحفہ امام ابوحنیفہؒ کو بھیجا کرتے تھے۔ اور خیرات الحسان کے صفحہ ۳۲ میں اس طرح پر لکھا ہے: وقال شعبة كان والله حسن الفهم جيد الحفظ حتى شنعوا عليه بما هو اعلم به منهم والله سيلقون عند الله۔ یعنی شعبہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم امام ابوحنیفہؒ نہایت تیز فہم اور تیز حافظ تھے لوگوں نے ان پر ایسی باتوں کی بنا پر طعن کیا۔ جن کو ان سے وہ زیادہ جاننے والے تھے آخر انھوں نے خدا سے ملنا ہے یعنی اس بدگوئی کا بدلہ اس وقت ملے گا۔ پھر اسی

کے ص۲۰۹ میں لکھا ہے : فلما بلغ شعبة موته استرجع وقال طفئ عن
الکوفة نور العلم اما انهم لا یرون مثله ابدا۔ یعنی "جب شعبہ کو آپ
کی وفات کی خبر پہنچی تو استرجاع کے بعد کہنے لگے آج کوفہ کا چراغِ علم گل ہوگیا۔ اور
اب اہلِ کوفہ کو قیامت تک اس کی نظیر ملنا محال ہے۔"

۱۱۔ محمد بن میمون : متوفی ۱۶۷ھ جو ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے
ہیں اور تقریب میں ان کی نسبت "ثقہ"، "فاضل" کے الفاظ لکھے ہیں۔ امام اعظمؒ کے
شان میں ان کی شہادت خیرات الحسان کے ص۳۵ میں اس طرح پر لکھی ہے :
قال الحافظ محمد بن میمون لم یکن فی زمن ابی حنیفة اعلم
ولا اورع ولا ازهد ولا اعرف ولا افقه منه تالله ما سرنی بسماعی
منه مائة الف دینار۔ یعنی حافظ الحدیث محمد بن میمون کہتے ہیں کہ امام
ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں علم و ورع اور زہد میں کوئی شخص ان سے بڑھ کر نہ تھا اور نہ
کوئی شخص علم و فقاہت میں ان کا مساوی تھا۔ اللہ کی قسم مجھے ان سے ایک حدیث
سُن لینے کی خوشی ایک لاکھ دینار کے مل جانے سے بھی زیادہ ہوئی تھی۔

دیکھو محدثین امام ابو حنیفہؒ سے احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
سُننے کے کس قدر مشتاق تھے اور ان سے سُنی ہوئی حدیث کی کس قدر قدر کرتے تھے کہ
ایک لاکھ اشرفی کے مل جانے سے بھی ان کو زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

۱۲۔ عطاء بن ابی رباح متوفی ۱۱۴ھ جو کبار تابعین سے ہیں اور جن کی
تعریف میں تقریب میں "ثقہ"، "فقیہ"، "فاضل" کے الفاظ لکھے ہیں اور تہذیب میں
لکھا ہے : هو احد الفقهاء والائمة وکان ثقة عالما کثیر الحدیث
انتهت الیه الفتوی بمکة۔ اور آئمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں
امام ابو حنیفہ کی جبکہ ان کی عمر ۳۲ سال کے اندر ہی تھی، جو عزت کیا کرتے تھے

اس کی نسبت کتاب امام الموفق جلد ۲ صفحہ ۶ میں اس طرح پر مروی ہے: عن الحارث بن عبد الرحمٰن قال کنا نکون عند عطاء بن ابی رباح بعضنا خلف بعض فاذا جاء ابو حنیفۃ اوسع لہ وادناہ۔ یعنی: الحارث بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے پیچھے واسطے سماعت احادیث کے امام عطا بن ابی رباح کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں جب ابو حنیفہؒ آجاتے تو وہ ان کے لیے جگہ فراخ کرادیتے اور اپنے بہت نزدیک بٹھا لیتے۔

دیکھو جس شخص کا استاد اس کے زمانہ شاگردی میں ہی اس کی اس قدر عزت و حرمت کرے اور استاد بھی کوئی معمولی استاد نہ ہو بلکہ اپنے وقت کا ایک مسلّم امام و مقتدا ہو بھلا وہ شاگرد اپنے کمال میں منتہی ہونے پر کیوں مقتدائے امت محمدیہ نہ ہوتا۔

۱۳۔ فضیل بن عیاض متوفی ۱۸۷ھ: جن کی نسبت ثقۃ، عابد، امام کے الفاظ تقریب میں لکھے ہیں اور ترمذی کے اصل رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام اعظمؒ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۱۵ میں اس طرح پر لکھی ہے۔ روی الخطیب عن سعید بن منصور قال سمعت فضیل بن عیاض یقول کان ابو حنیفۃ رجلا فقیھا معروفا بالفقہ مشھورا بالورع وکان اذا وردت علیہ مسألۃ فیھا حدیث صحیح اتبعہ وان کان عن الصحابۃ والتابعین والا قاس فاحسن القیاس۔ یعنی: سعید بن منصور جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے فضیل بن عیاض کو یہ کہتے سنا ہے کہ امام ابو حنیفہ ایک مرد فقیہ تھے جو فقہ اور ورع میں مشہور تھے اگر کوئی ایسا مسئلہ وارد ہوتا کہ اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث مل سکے تو اس پر عمل کرتے تھے اگرچہ وہ صحابہؓ یا تابعین سے ہی مروی ہو۔ ورنہ قیاس کرتے تھے اور اچھا قیاس کرتے تھے۔

۱۴۔ سفیان بن عیینۃ متوفی ۱۹۸ھ جن کی نسبت تقریب میں ثقۃ، حافظ

فقیہ، امام، حجۃ کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام
اعظم کی نسبت ان کی شہادت خیرات الحسان کے صفحہ ۳۲ میں اس طرح لکھی ہے۔
وقال ابن عیینۃ ما رأت عینی مثلہ۔ یعنی "ابن عیینہ نے فرمایا کہ میری آنکھ
نے امام ابوحنیفہ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا" اور کتاب امام موفق جلد ا ص۱۹۵ میں مروی
ہے۔ عن ابی یعقوب المروزی سمعت ابن عیینۃ یقول لم یکن
فی زمان ابی حنیفۃ بالکوفۃ رجل افضل منہ واورع ولا افقہ
منہ۔" ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں کوفہ میں کوئی شخص ان
سے افضل واورع اور افقہ نہیں تھا۔

۱۵۔ یحییٰ بن سعید القطان متوفی ۱۹۸ھ جن کی تعریف تقریب میں
ثقۃ، متقن، حافظ، امام، قدوۃ کے الفاظ سے لکھی ہے۔ وفی الخطیب
عن یحییٰ بن معین قال سمعت یحییٰ بن سعید یذہب فی الفتویٰ
الی قول الکوفیین ویختار قولہ من اقوالہم ویتبع رایہ من بین
اصحابہ۔ یعنی یحییٰ بن معین جو امام جرح وتعدیل ہیں کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن
سعید قطان کو سنا جو کہتے تھے کہ بخدا ہم جھوٹ نہیں کہتے۔ ہم نے کوئی شخص امام ابوحنیفہ
سے زیادہ صحیح الرائے نہیں سنا اور ہم نے اکثر آپ کے اقوال کو ہی لیا ہے۔ راوی
کتاب کہ یحییٰ بن سعید فتویٰ میں قولِ کوفیوں ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور
پھر ان کے قول سے امام ابوحنیفہ کے قول کو اختیار کرتے تھے اور آپکے اصحاب
سے صرف آپ کی ہی رائے پر عمل کرتے تھے۔ کتاب امام موفق جلد ا ص۱۹۱ میں
مروی ہے۔ عن یحییٰ بن معین سمعت یحییٰ القطان یقول جالسنا
واللہ ابا حنیفۃ وسمعنا منہ وکنت واللہ اذا نظرت الیہ عرفت فی
وجہہ انہ یتقی اللہ عز وجل۔ یعنی یحییٰ قطان فرماتے ہیں کہ بخدا ہم امام

ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہا ہوں اور ان سے بہت مسائل سمجھے ہیں۔ اللہ کی قسم میں جس وقت آپ کے چہرہ کو دیکھتا تھا تو اتقاء اور ورع کے آثار نمودار پاتا تھا۔

۱۶۔ حفص بن عبد الرحمن بلخی متوفی سنہ ۱۹۹ھ جن کو تقریب میں صدوق عابدؒ کہا گیا ہے اور نسائیؒ وابوداؤد کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام اعظمؒ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق جلد ا کے صفحہ ۲۰۰ میں اس طرح پر لکھی ہے: وقال حفص بن عبد الرحمٰن جالست اقواع الناس من العلماء والفقہاء والزھاد و اھل الورع منھم فلم ارحداً فیھم اجمع لھذہ الخصال من ابی حنیفۃ۔ یعنی "حفص بلخی فرماتے ہیں کہ میں نے ہر قسم کے علماء، فقہاء، زہاد اور اہل ورع کی صحبت کی لیکن ان تمام اوصاف کا مجموعہ بغیر امام ابوحنیفہؒ کے کوئی نہیں دیکھا۔

۱۷۔ حسن بن صالح کوفی متوفی سنہ ۱۶۹ھ جو بقول تقریب ثقہؒ فقیہؒ، عابدؒ اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق جلد ا کے صفحہ ۸۹ میں اس طرح پر مروی ہے: عن احمد بن عبد اللہ قال الحسن بن صالح کان ابوحنیفۃ شدید الفحص عن الناسخ من الحدیث والمنسوخ فیعمل بالحدیث اذا ثبت عندہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن اصحابہ وکان عارفاً بحدیث اھل الکوفۃ وفقہ اھل الکوفہ شدید الاتباع ما کان علیہ الناس ببلدہ وقال کان یقول ان لکتاب اللہ ناسخاً ومنسوخاً وان للحدیث ناسخاً ومنسوخہ وکان حافظاً لفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاخیر الذی قبض علیہ مما وصل الی اھل بلدہ۔ یعنی احمد بن عبد اللہ کوفی جو ائمہ صحاح

ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ حسن بن صالح کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ ناسخ و منسوخ حدیث کی سخت تلاش میں مصروف رہتے تھے اور اسی حدیث پر عمل کرتے تھے جو آنحضرتؐ اور آپ کے اصحاب سے ان کو ثابت ہوتی تھی اور حدیث و فقہ اہل کوفہ کے صرف عارف ہی نہیں تھے بلکہ ان احادیث کے جو ان کے شہر کے لوگوں کی عمل درآمد میں تھیں شدید الاتباع تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح کتاب اللہ میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں۔ اسی طرح احادیث بھی ناسخ و منسوخ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل اخیر کے حافظ تھے جس پر آپ نے وفات پائی اور ان کے شہر کوفہ میں پہنچا تھا۔

۱۸۔ جریر بن عبد الحمید کوفی متوفی ۱۸۸ھ جو بقول تقریب کوفہ کے قاضی ثقہ، صحیح الکتاب اور آئمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں ان کی شہادت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت موفق جلد ۲ ص ۳۵ میں اس طرح مروی ہے:

عن موسیٰ بن نصر سمعت جریرا یقول کان المغیرۃ یلومنی اذا لم احضر مجلس ابی حنیفۃ و یقول لی الزمہ ولا تغب عن مجلسہ فانا کنا نجتمع عند حماد فلم یکن یفتح لنا من العلم ما کان یفتح لہ۔ یعنی جریر کہتے ہیں کہ اگر میں کسی دن امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں حاضر نہ ہوتا تو مجھ کو حضرت مغیرہ بڑی ملامت کرتے اور فرماتے کہ ان کی مجلس اپنے اوپر لازم کر لے اور کبھی غیر حاضر مت ہو کیونکہ ہم امام حماد کی خدمت میں بھی جمع ہوتے تھے لیکن جو اسرار علم کے امام ابوحنیفہؒ سے کھلتے ہیں۔ وہ امام حماد سے بھی نہ کھلتے تھے۔

۱۹۔ یاسین بن معاذ الزیات: جو بقول امام ذہبی میزان کوفہ کے کبار محدث فقہاء اور مفتیوں سے تھے اور سفیان ثوری سے کچھ عرصہ پہلے فوت ہوئے تھے۔ موفق جلد ۲ ص ۳۵ میں ان کی شہادت بحق امام ابوحنیفہؒ اس طرح پر مروی

ہوئی ہے: عن وزیر بن عبد اللہ سمعت یاسین الزیات بمکۃ وعندہ عظیمۃ وھو یصیح باعلی صوتہ ویقول یا ایھا الناس اختلفوا الی ابی حنیفۃ واغتنموا مجالستہ وخذوا من علمہ فانکم لم تجالسوا مثلہ ولن تجدوا اعلم بالحلال والحرام منہ فانکم ان فقدتموہ فقدتم علما کثیرا۔ یعنی: وزیر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ یاسین الزیات نے مکہ میں ایک عظیم جماعت کے اندر زور سے پکار کر کہا کہ اے لوگو تم امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان کی مجلس میں بیٹھنا غنیمت سمجھو اور ان سے علم حاصل کرو کیونکہ تم ان جیسی مجلس پھر حاصل نہ کر سکو گے اور ان سے حلال و حرام کا بہت جاننے والا کبھی نہ پا سکو گے پس اگر اس وقت تم نے ان کھو دیا تو یہ سمجھ لو کہ تم نے بہت علم کھو دیا۔

۲۰۔ حفص بن غیاث القاضی الکوفی متوفی ۱۹۴ھ جو ثقہ، فقیہ ہیں اور امام احمد و اسحٰق بن راہویہ و ابن مدینی اور یحییٰ بن معین کے استاد اور صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت موفق جلد ۲ ص۲۰ میں اس طرح پر مروی ہے: عن موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی سمعت حفص بن غیاث یقول سمعت ابی حنیفۃ کتبہ واثارہ فما رایت اذکی قلبا منہ ولا اعلم بما یفسد ویصح فی باب الاحکام منہ وفی روایۃ محمد بن سماعۃ عن حفص یقول ابوحنیفۃ نادر من الرجال لم اسمع بمثلہ قط فی فہمہ ونظرہ۔ یعنی: موسیٰ بن سلیمان کہتے تھے کہ میں نے حفص بن غیاث سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کے کتب و آثار سنے ہیں پس میں نے کوئی ان سے بہت صاف و ذکی قلب نہیں دیکھا اور نہ حلال و حرام

احکام کا علم ان سے کوئی پایا ہے اور محمد بن سماعہ کی روایت میں ہے کہ حفص فرماتے تھے کہ ابو حنیفہؒ یکتا رجال میں سے ہیں۔ میں نے کوئی فہم و نظر میں ان جیسا ہرگز نہیں دیکھا۔

۲۱۔ وکیع بن الجراح متوفی ۱۹۷ھ جو امام شافعیؒ و احمد بن حنبلؒ کے اساتذہ سے ہیں اور جن کی تعریف تقریب میں ثقہ، حافظ، عابدؒ کے الفاظ سے کی گئی ہے اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابو حنیفہؒ کی نسبت کتاب امام کردری جلد ا ص۹ میں اس طرح پر مرقوم ہے: عن علی بن حکیم سمعت وکیعا یقول یا قوم تطلبون الحدیث ولا تطلبون تاویلہ ومعناہ وفی ذلک یضیع عمرکم ودینکم وددت ان یجتمع لی عشر فقہ ابی حنیفۃ۔ یعنی "علی بن حکیم سے روایت ہے کہ حضرت وکیع کہتے تھے اے قوم تم حدیث کی تو تلاش کرتے ہو، لیکن اسکے معنی کی تلاش نہیں کرتے اور اسی میں اپنی عمر اور دین ضائع کر دیتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ کا زیادہ نہیں تو دسواں حصہ ہی میرے پاس جمع ہو جائے" عن محمد بن طریف قال کنا عند وکیع فقال یا ایھا الناس لا ینفعکم سماع الحدیث بلا فقہ ولا تفقھون حتی تجالسوا اصحاب ابی حنیفۃ فیفسر لکم اقاویلہ۔ یعنی "محدث محمد بن طریف جو امام مسلم وغیرہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم وکیع کے پاس بیٹھے تھے اور آپ حدیث پڑھ رہے تھے۔ پس یکایک فرمانے لگے کہ اے لوگو تمہیں صرف حدیث کا سن لینا بغیر فقہ کے کچھ مفید نہ ہوگا اور تمہیں فقاہت نہیں حاصل ہو گی جب تک کہ تم امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب کی مجلس میں نہ جاؤ اور وہ تمہیں اپنے امام کے اقوال کی تفسیر نہ بتائیں۔ حضرت وکیع کے ان اقوال پر غور فرما کر ناظرین انصاف سے داد دیں کہ جو لوگ امام ابو حنیفہؒ اور ان کی فقہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ حدیث کے ہوتے ہم کو فتویٰ دینے کے لیے امام ابوحنیفہؒ کے قول اور فقہ کی کیا حاجت ہے۔ وہ کہاں تک راستی کا بلکہ دین کا خون کرتے ہیں۔ حضرت وکیعؒ نے کس صراحت سے فیصلہ فرمایا ہے کہ سماع حدیث بدون فقہ کچھ مفید نہیں اور صرف حدیث کی تلاش میں لگا رہنا تضیع اوقات ہے اور یہ کہ حدیث کے معنی سمجھنے کے لیے علم فقہ کی سخت ضرورت ہے اور وہ صرف امام ابوحنیفہؒ اور انکے شاگردوں کے وسیلہ سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔" اور خیرات الحسان کے ص۳۱ میں لکھا ہے: وقال رجل عند وکیع اخطاء ابو حنیفۃ فزجرہ وکیع وقال من یقول ھذا کالانعام بل ھم اضل یخطیٔ وعندہ ائمۃ الفقہ کابی یوسف ومحمد وائمۃ الحدیث وعددھم وائمۃ اللغۃ والعربیۃ وعددھم وائمۃ الزھد والورع کالفضیل وداؤد الطائی ومن کان اصحابہ ھؤلاء لم یکن لیخطیٔ لانہ ان اخطاء ردوہ للحق۔ یعنی: ایک شخص نے وکیع بن الجراح کے سامنے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ نے خطاء کی ہے۔ اس پر آپ نے اس کو سخت زجر کی اور کہا کہ جو ایسا کہتا ہے وہ حیوانات بلکہ ان سے بھی بدتر ہے وہ کس طرح خطاء کر سکتا ہے جس کے پاس ائمہ فقہ مثل امام ابو یوسف و امام محمد اور ائمہ حدیث (جن کی تعداد بیان کی) اور ائمہ لغت و ادب (پھر ان کی تعداد بتائی) اور ائمہ زہد و ورع مثل فضیل اور داؤد طائی موجود ہیں۔ پس جس شخص کے اصحاب ایسے اشخاص ہوں وہ کبھی خطاء نہیں کر سکتا کیونکہ یہ لوگ اگر کوئی خطاء دیکھتے تو فوراً ان کو حق بات کی طرف متوجہ کر دیتے۔"

دیکھو اس روایت سے صاف ثابت ہے کہ جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شان والا میں کوئی گستاخی کرے وہ سخت قابلِ ملامت اور مجلس سے بدر کئے

کے لائق ہے اور جو لوگ امام ممدوح الشان کی نسبت یہ بکواس کریں کہ انھوں نے خطا کی ہے وہ عوام کالانعام بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ کیا غیر مقلدین اس پیشوائے دین راس المحدثین وکیع بن جراح کی اس زبردست شہادت سے بھی عبرت نہیں حاصل کریں گے؟

۲۲۔ ابن ابی لیلیٰ یعنی محمد بن عبد الرحمٰن متوفی ۱۴۸ھ جن کو تذکرۃ الحفاظ میں اہل الدنیا بتایا گیا ہے اور شیخ الاربعہ کے اہل روایت سے باوجودیکہ امام ابوحنیفہؒ سے باہم معاصری کے اکثر ان کے علمی مناقشے رہا کرتے تھے۔ تاہم انھوں نے امام ہمام کی افضلیت و افقہیت پر جو شہادت دی ہے وہ امام موفق کی کتاب جلد ۲ کے صفحہ ۲۲ میں اس طرح پر مروی ہے: عن علی بن الجعد قال سمعت ابا یوسف یقول کنا نختلف اولا الی ابن ابی لیلیٰ فوقعت الی منہ جفوۃ فترکت الاختلاف الیہ وجعلت الاختلاف الی ابی حنیفۃؒ فلقینی ابن ابی لیلیٰ فقال یا یعقوب کیف صاحبک فقلت صالح فقال لی الزمہ فانک لم ترمثلہ فقیہا و عالما۔ یعنی: علی بن جعد کہتے ہیں کہ میں نے ابا یوسف کو سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ہم پہلے ابن ابی لیلیٰ کے پاس حدیث سننے کو جایا کرتے تھے مگر جب میں نے ان سے کچھ سختی معلوم کی تو پھر ان کے پاس جانا چھوڑ کر امام ابو حنیفہؒ کے پاس جانا اختیار کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جو ابن ابی لیلیٰ سے میری ملاقات ہوگئی تو مجھ سے انھوں نے پوچھا کہ اے یعقوب تیرا صاحب کیسا ہے؟ میں نے کہا صالح ہے اس پر انھوں نے کہا کہ بس انھیں کی صحبت لازم پکڑو کیونکہ تو ان جیسا علم و فقہ میں کسی کو نہ دیکھے گا۔

۲۳۔ عبد الرحمٰن بن مہدی متوفی ۱۹۸ھ جن کو تقریب میں ثقہ ثبت حافظ، عارف بالرجال والحدیث کہا گیا ہے اور تہذیب میں ہے

کہ ابن مدینی کہتے ہیں کہ یہ اعلم الناس بالحدیث تھے۔ اور قواریری کہتے ہیں کہ ہم کو انھوں نے اپنے حافظہ سے بیس ہزار احادیث لکھائیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق جلد ۲ صفحہ ۲ میں اس طرح پر مروی ہے: عن صدقۃ سمعت عبد الرحمٰن بن مہدی قال کنت نقاد الحدیث فرأیت سفیان الثوری امیر المؤمنین فی العلماء وسفیان بن عیینۃ امیر العلماء وشعبۃ عیار الحدیث وعبد اللّٰہ بن المبارک صراف الحدیث ویحیی بن سعید قاضی العلماء وابا حنیفۃ قاضی قضاۃ العلماء یعنی صدقہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمٰن بن مہدی سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں تو صرف حدیث کا ناقل ہوں۔ میں نے سفیان ثوری کو دیکھا ہے کہ وہ علماء میں امیر المومنین ہیں اور سفیان بن عیینہ امیر العلماء اور شعبہ عیار الحدیث اور عبد اللہ بن مبارک صراف الحدیث اور یحییٰ بن سعید قاضی العلماء اور ابوحنیفہؒ قضاۃ العلماء کے بھی قاضی ہیں۔

دیکھو اس شہادت سے امام ابوحنیفہؒ کی کس قدر فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جن حضرات کی ابن مہدی نے اعلیٰ درجہ کی تعریف کر کے ان پر امام اعظمؒ کو فوقیت دی ہے وہی حضرات یعنی ہر دو سفیان و شعبہ و ابن مبارک اور یحییٰ قطان بجائے خود امام ہمام کی افضلیت کی شہادت دے چکے ہیں۔ دیکھو شہادت نمبر ۱، ۳، ۱۰، ۱۲ اور ۱۵ رسالہ ہذا۔

۲۴۔ عفان بن سیار القاضی متوفی ۲۲۰ھ جو کبرائے محدثین اور امام نسائی کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی نسبت ان کی شہادت موفق جلد ۲ صفحہ ۲ میں اس طرح پر مروی ہے: عن اسحٰق بن ابراھیم قال سمعت عفان بن سیار یقول مثل ابی حنیفۃ مثل الطبیب الحاذق یعرف

دواء لکل داء۔ یعنی اسحٰق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے عفان بن سیار کو یہ فرماتے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی مثال ایک طبیب حاذق کی ہے جو ہر ایک درد کی دوا جانتا ہے۔

۲۵۔ فضل بن موسی السینانی متوفی ۱۹۲ھ جو ثقہؒ، ثبتؒ اور اسحٰق بن راہویہ کے اساتذہ اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت اس طرح پر شہادت دیتے ہیں، موفق جلد ۲ صفحہ ۵۰: عن احمد بن یحیی الباھلی سمعت الفضل بن موسی السینانی یقول کنا نختلف الی المشائخ بالحجاز والعراق فلم یکن مجلس اعظم برکۃ ولا اکثر نفعا من مجلس ابی حنیفۃ۔ یعنی "احمد بن یحیٰی سے روایت ہے کہ میں نے فضل بن موسیٰ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ہم حجاز و عراق میں مختلف مشائخ کی مجلسوں میں حاضر ہوئے ہیں لیکن کوئی مجلس بہت بابرکت اور فائدہ مند امام ابوحنیفہؒ کی مجلس سے بالا نہیں تھی۔

۲۶۔ زھیر بن معاویۃ الکوفی متوفی ۱۷۳ھ جو ثقہؒ، ثبتؒ اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں اور بقول شعیب بن حرب مندرجہ تہذیب میں بڑے بڑے علمائے حدیث سے اخذ کیے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت موفق جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں اس طرح پر مروی ہے: عن خلاد الکوفی قال جئت یوما الی زھیر بن معاویۃ فقال لی من این جئت قلت من عند ابی حنیفۃ فقال واللہ لمجالستک ایاہ یوما انفع لک من مجالستی شہرا۔ یعنی "خلاد کوفی جو ترمذی کے رواۃ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں ایک دن زہیر بن معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے مجھے فرمایا کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ ابوحنیفہ کے پاس سے آیا ہوں۔ اس پر آپ نے

فرمایا خدا کی قسم تیرے لیے ابوحنیفہؒ کی ایک دن کی مجلس میری ایک مہینہ کی مجلس سے بہت فائدہ مند ہے۔

۲۷۔ ابن السماکؒ یعنی محمد بن صبیح الکوفی متوفی ۱۸۳ھ جو کوفہ کے کبار محدثین اور ہشام بن عروہ کے تمام شاگردوں میں سے ایسے واعظ پُر تاثیر تھے کہ بقول امام ذہبی مندرجہ میزان ایک دفعہ انھوں نے جو خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں وعظ کیا تو اس پر غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ ان کی شہادت اپنے ہم عصر امام ابوحنیفہؒ کی نسبت کتاب امام موفق جلد ۲ صفحہ ۳۹ میں اس طرح پر مروی ہے۔ عن یحییٰ بن ایوب العابد سمعت ابن السماکؒ یقول اوتاد الکوفۃ اربعۃ سفیان الثوری ومالک بن المغول وداؤد الطائی صاحب ابی حنیفۃ وابو بکر النہشلی وکلہم جالس اباحنیفۃ وحدث عنہ۔ یعنی یحییٰ بن ایوب عابد جو امام مسلم وابوداؤد کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے ابن سماک کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کوفہ کے چاروں ستون یعنی سفیان ثوری، مالک بن مغول، داؤد طائی اور ابوبکر نہشلی امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں بیٹھے اور ان سے حدیث کو سُنا:

۲۸ تا ۳۲ مجموعی شہادت: مندرجہ ذیل پانچ کبرائے محدثین کی جو ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت پر شہادت کتاب امام کردری جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ میں اس طرح پر منقول ہے: ذکر السمعانی عن شداد بن حکیم عن زفر قال کبراء المحدثین مثل زکریا بن ابی زائدۃ وعبد الملک بن سلیمان واللیث بن ابی سلیم ومطرف بن طریف وحصین بن عبد الرحمٰن وغیرہم یختلفون الیہ ویسألونہ عما نابہم من المسائل وما اشتبہ علیہم من الحدیث۔ یعنی حافظ

عبدالکریم سمعانی متوفی ۵۶۲ھ جو بڑے محدث و مورخ ہیں کہتے ہیں کہ ذکر نے کما ہے کہ بڑے بڑے محدثین مثلاً ذکریا بن ابی زائدہ (متوفی ۱۴۷ھ) عبدالملک بن سلیمان (متوفی ۱۴۵ھ) لیث بن ابی سلیم (متوفی ۱۴۸ھ) مطرف بن طریف (متوفی ۱۴۳ھ) حصین بن عبدالرحمن (متوفی ۱۳۶ھ) وغیرہم مختلف اوقات میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس جاتے اور اُن سے وہ مسائل پوچھتے جو ان کو پیش آتے اور ان شبہات کا حل کراتے جو حدیث کے متعلق ان کو معلوم ہوتے تھے۔

۳۳۔ ابا سُفیان سعید بن یحییٰ الحمیری متوفی ۲۰۲ھ جو اسحٰق بن راہویہؒ کے اساتذہ اور امام بخاریؒ و ترمذیؒ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت کردری جلد ۱ ص ۵ میں اس طرح پر مروی ہے: عن ابن ابی شیخ سمعت ابا سفیان بن یحیی الحمیری الواسطی یقول انہ حین الائمۃ تہیأ لہ مالم یتہیأ لاحد من کشف المسائل الفقہیۃ وتفسیر الاحادیث المبہمۃ۔ یعنی ابا سُفیان فرماتے تھے کہ ابوحنیفہؒ اس امت کے بڑے امام تھے۔ مسائل فقہ کے حل کرنے اور احادیث مبہمہ کی تفسیر کرنے میں جو درجہ ان کو حاصل ہوا ہے وہ کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

۳۴۔ نضر بن شمیل النحوی متوفی ۲۰۳ھ جو ثقہ، ثبت اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت امام سیوطیؒ کے تبییض الصحیفہ کے ص ۲۰ میں اس طرح پر مرقوم ہے: روی الخطیب عن الحسن بن الحارث قال سمعت نضر بن شمیل یقول کان الناس نیام فی الفقہ حتی ایقظہم ابوحنیفۃ بما فتقہ وبینہ ولخصہ۔ یعنی حسن بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے نضر بن شمیل سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ لوگ فقہ کے بارہ میں سوئے ہوئے تھے، یہاں تک

کہ ان کو امام ابوحنیفہؒ نے پیدا کر دیا اور تمام امور کو واضح اور بیان اور ظاہر کر دیا ہے۔

۳۵۔ یحییٰ بن آدم متوفی ۲۰۳ھ جن کی تقریب میں ثقہ، حافظ، فاضل کے الفاظ سے تعریف کی گئی ہے اور ائمہ صحاح کے رواۃ سے ہیں امام اعظم کی نسبت اس طرح پر شہادت دیتے ہیں۔ کردری جلد ا صفحہ ۹۹ وعن محمد بن المهاجر سمعت يحيى بن آدم يقول اجتهد فى الفقه اجتهادا لم يسبق اليه احد فهدى الله سبيله وطريقه وانتفع الخاص والعام بعلمه۔ یعنی محمد بن مہاجر کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن آدم کو یہ کہتے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کے بارہ میں ایسا اجتہاد کیا کہ ان سے پہلے کسی سے نہیں ہو سکا اور خدا نے ان کو اجتہاد کا راستہ بتا دیا اور خاص و عام ان کے علم سے مستفید ہوئے۔ پھر اسی کے جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں ہے: عن يحيى بن آدم قال كان جرير بن معاوية من اكابر الكوفة فى الحديث والفقه اذا ذكره عظمه ومدحه فقلت له مالك اذا ذكرت غيره لم تمدحه مثل هذا قال لان منزلة ليست كمنزلة غيره فيما انتفع به الناس فاخصه عند ذكره ليرغب الناس فى الدعاء له۔ یعنی یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ جریر بن معاویہ جو اکابر محدثین و فقہاء کوفہ سے تھے۔ جب امام ابوحنیفہؒ کا ذکر کرتے تو ان کی عظمت ظاہر کرتے اور تعریف ہی فرماتے۔ میں نے کہا کیا باعث ہے کہ جب کسی اور شخص کا ذکر آتا ہے تو آپ اس کی ایسی تعریف نہیں کرتے۔ فرمایا یہ اس لیے ہے کہ ان کا رتبہ اوروں کی طرح نہیں ہے کیونکہ ان کی کتابوں سے خلق خدا کو نفع عظیم پہنچا ہے پس اس وجہ سے میں ان کے ذکر کے وقت بالخصوصیت مدح کرتا ہوں۔ تاکہ لوگوں کو ان کے لیے دُعا کرنے کی رغبت ہو۔

کتاب موفق جلد ۲ صفحہ ۳۲ میں مروی ہے: عن اسحاق بن ابی اسرائیل سمعت یحییٰ بن ادم قال اتفق اھل الفقہ والبصر انہ لم یکن احد افقہ من ابی حنیفۃ۔ یعنی: "اسحق بن اسرائیل کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ کو یہ کہتے سُنا ہے کہ اہلِ فقہ اور اہلِ بصیرت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر اور کوئی فقیہ نہیں ہوا۔"

عن یحییٰ بن اکثم سمعت یحییٰ بن ادم یقول کان کلام ابی حنیفۃ فی الفقہ للہ ولو کان یشوبہ شیء من امر الدنیا لم ینفذ کلامہ فی الآفاق کل ھذا النفاذ مع کثرۃ حسادہ ومتنقصیہ۔ یعنی: "یحییٰ بن اکثم سے جو ترمذی کے رُوات سے ہیں، روایت ہے کہ میں نے یحییٰ بن آدم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کی کلام محض خدا کے لیے تھی۔ اگر اس میں ذرا بھی شائبہ کسی دُنیاوی امر کا ہوتا۔ تو ان کی کلام باوجود ان کے بہت سے حاسدین اور نقص بیان کرنے والوں کے اطراف و اکناف عالم میں اس طرح ہرگز جاری نہ ہوتی۔ جیسی کہ اب پھیلی ہے۔"

۳۲- یزید بن ھارون متوفی ۲۰۶ھ جن کی نسبت تقریب میں ثقہ متقن، عابد کے الفاظ لکھے گئے ہیں اور تذہیب میں احد الاعلام الحفاظ المشاہیر لکھا ہے اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رُوات سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب موفق جلد ۱ صفحہ ۱۹۱ میں اس طرح پر مروی ہے: عن احمد بن اسمٰعیل البغدادی سمعت یزید بن ھارون سئل متی یحل الرجل ان یفتی فقال اذا کان مثل ابی حنیفۃ قال فقیل لہ یا ابا خالد تقول مثل ھذا فقال نعم واکثر من احذا افقہ منہ ولا اورع منہ۔ یعنی: "احمد بغدادی کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون سے

پوچھا گیا کہ فتویٰ دینے کا کون شخص مجاز ہو سکتا ہے۔ فرمایا جو کہ امام ابوحنیفہؒ جیسا ہو کسی نے کہا کہ اے ابا خالد آپ ایسا کہتے ہیں۔ انھوں نے کہا ہاں بلکہ اس سے بڑھ کر میں نے کوئی شخص امام ابوحنیفہؒ سے افقہ اور اورع نہیں دیکھا"۔

اور کردری جلد ۱ صفحہ ۸۱ میں اس طرح پر مروی ہے: عن عبد اللّٰہ بن ابی لبید قال کنا عند یزید بن ھارون فقال المغیرۃ عن ابراھیم فقال رجل حدثنا عنہ علیہ السلام فقال یزید یا احمق ھذا تفسیر قولہ علیہ السلام وما تصنع بالحدیث اذا لم تفھم معناہ ولکن ھمتکم للسماع ولو کانت ھمتکم للعلم لنظرتم فی کتب الامام واقاویلہ فزجر الرجل واخرجہ عن مجلسہ۔ یعنی "ابن ابی لبید کہتے ہیں کہ ہم یزید بن ہارون کے پاس بیٹھے تھے کہ مغیرہ نے کوئی قول ابراہیم نخعی سے روایت کیا اس پر ایک شخص بول اٹھا کہ ہم کو تو رسول علیہ السلام کی حدیث چاہیے۔ اس پر یزید نے فرمایا کہ اے احمق یہ بھی تو قول رسول مقبول کی تفسیر ہے اور تو حدیث کو کیا کرے گا جب اس کے معنے کو سمجھ نہیں سکتا۔ لیکن تمھاری ہمت تو صرف روایات کے سننے کی طرف متوجہ ہے اگر تمھاری ہمت علم کی طرف متوجہ ہو تو تم امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں اور ان کے اقوال کو دیکھو۔ پھر اس شخص کو سخت زجر کی۔ حتیٰ کہ اپنی مجلس سے ان کو نکال دیا"۔

دیکھو اس پہنچولنے محدثین کی پہلی روایت نے تو یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ فتوے دینا امام ابوحنیفہؒ یا آپ جیسے اہلِ فقہ ہی کا کام ہے اور کسی کو فتویٰ دینا جائز نہیں ہے اور دوسری روایت سے ثابت ہے کہ صرف حدیث دانی بغیر فقاہت کے کوئی کمال نہیں اور کہ اقوال مجتہدین عین تفسیر حدیث ہیں اور کہ جو اشخاص صرف سماعِ حدیث کی طرف متوجہ ہوں۔ وہ فقہاء کے پایہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے اور علم فقہ

امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں اور ان کے اقاویل کے دیکھنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور کتب فقہ حنفیہ کو حقارت سے دیکھنے والا قابل زجر و توبیخ ہے۔

۳۷۔ یحییٰ بن معین متوفی ۲۳۰ھ جو ائمہ محدثین کے اعلیٰ پیشوا ہیں اور جن کی نسبت تقریب میں ثقہ، حافظ، مشہور، امام الجرح والتعدیل لکھا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کی تعریف میں ان کی شہادت خیرات الحسان کے صفحہ ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے۔ قال الامام الحافظ الناقد یحیی بن معین الفقہاء اربعۃ ابوحنیفۃ وسفیان ومالک والاوزاعی وعنہ القراءۃ عندی قراءۃ حمزۃ والفقہ فقہ ابی حنیفۃ علیٰ ھذا ادرکت الناس۔ یعنی: امام المحدثین یحیی بن معین فرماتے ہیں کہ فقہاء چار ہیں۔ ابوحنیفہؒ، سفیانؒ، مالکؒ، اوزاعیؒ۔ اور کہا قراءۃ میرے نزدیک قراءۃ حمزہ کی ہے۔ اور فقہ ابوحنیفہؒ کی۔ اور میں اس پر تمام لوگوں کو پایا ہے۔"

دیکھو امام یحییٰ نے تمام فقہاء و محدثین پر امام صاحب کی کس طرح ترجیح دی ہے اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کو تو جو ان کے زمانہ میں تھے فقہاء میں شمار ہی نہیں کیا۔

۳۸۔ علی بن عاصم متوفی ۲۱۱ھ جو امام احمد و ابن المدینی کے اساتذہ اور ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں اور بقول تہذیب تیس ہزار سے زیادہ آدمی ان کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے حق میں ان کی شہادت کتاب امام موفق جلد ۲ صفحہ ۷۸ میں اس طرح پر مروی ہے: عن ابا العباس سمعت علی بن عاصم یقول لو وزن علم ابی حنیفۃ اھل زمانہ لرجح علم ابی حنیفۃ۔ یعنی: علی بن عاصم فرمایا کرتے تھے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کے علم کے ساتھ وزن کیا جائے تو امام ہمام کا علم ان کے علم پر غالب آجائے۔"

عن محمد بن المھاجر سمعت علی بن عاصم یقول

اقاویل ابی حنیفۃ تفسیر العلم فمن لم ینظر فی اقاویلہ احل بجھلہ الحرام وحرم الحلال وضل الطریق۔ یعنی "محمد بن مہاجر سے روایت ہے کہ میں نے علی بن عاصم سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اقوال علم کی تفسیر ہیں۔ پس جو شخص ان کے اقوال میں مسئلہ نہ دیکھے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر کے اسلام کے راستہ کو گم کر دیتا ہے۔"

دیکھو اس پیشوائے محدثین نے کیسا صریح فیصلہ کر دیا ہے کہ اخبار اہلِ حدیث امرتسر میں جو ایک صفحہ صرف فتاویٰ کے لیے مخصوص رکھا ہُوا ہے اور اس میں مختلف مسائل کے جواب بلا لحاظ اقوال امام ابوحنیفہؒ کے خود بخود اپنے اجتہاد سے لکھے جاتے ہیں وہ بالکل ناجائز کارروائی ہے کیونکہ بسا اوقات عدمِ فقاہت کی وجہ سے حرام کو حلت اور حرام کو حرمت کا فتویٰ دے کر مجیب کو صریحاً ضلوا واضلوا کا مصداق بننا پڑتا ہے۔

۳۹۔ ابوعاصم النبیل متوفی ۲۱۲ھ جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقہؒ، ثبتؒ کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے رواۃ سے ہیں امام ابوحنیفہؒ کے افقہ ہونے کی شہادت اس طرح پر دیتے ہیں۔ کتاب کردری جلد ا صفحہ ۱۱۶

عن بشر بن یحیٰی قیل لابی عاصم النبیل ابوحنیفۃ افقہ ام سفیان قال ھو واللہ افقہ من ابن جریج ما رأت عینی رجلاً مثلہ اشد اقتدارًا علی الفقہ۔ یعنی "بشر بن یحیٰی سے روایت ہے کہ ابوعاصم نبیل سے پوچھا گیا کہ فقاہت میں ابوحنیفہؒ بڑھ کر ہیں یا سفیان ثوری؟ آپ نے کہا بخدا ابوحنیفہؒ تو ابن جریج سے بھی افقہ ہیں (جو مکہ میں فقیہ مجتہد تھے) مَیں نے اپنی آنکھ سے آپ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو فقہ پر ایسی زبردست قدرت رکھتا ہو۔"

۴۰۔ عبد العزیز بن ابی رواد متوفی ۱۵۹ھ جو امام بخاری اور سُنن

اربعہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ اور تقریب میں ان کو صدوق، عابدؒ لکھا گیا ہے۔ ان کا قول امام اعظم کی نسبت خیرات الحسان کے ص۳۵ میں اس طرح پر لکھا ہے: وقال الحافظ عبد العزیز بن ابی رواد من احب اباحنیفۃ فھو سنی ومن ابغضہ فھو مبتدع وفی روایۃ بیننا وبین الناس ابوحنیفۃ فمن احبہ وتولاہ علمنا انہ من اھل السنۃ ومن ابغضہ علمنا انہ من اھل البدعۃ۔ یعنی: "عبد العزیز ابن رواد فرماتے ہیں کہ جو شخص امام ابوحنیفہؒ سے محبت رکھتا ہو وہ تو سنی ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مبتدع ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم میں اور لوگوں میں امام ابوحنیفہؒ کا سوال ہے جو ان سے محبت اور دوستی رکھتا ہو ہم اس کو اہل السنۃ سمجھتے ہیں اور جو ان سے بغض رکھتا ہو ہم اس کو اہل بدعت قرار دیں گے۔"

وقال ابراھیم بن معاویۃ الضریر من تمام السنۃ حب ابی حنیفۃ وقال کان یصف العدل ویقول بہ وبین للناس سبیل العلم واوضح لھم مشکلاتہ۔ یعنی: "ابراہیم بن معاویہ کا قول ہے کہ سنت وجماعت کا کمال امام ابوحنیفہؒ کی محبت سے ہوتا ہے آپ نے طریق عدل بیان کر دیا۔ اور اس پر فتویٰ دیا اور لوگوں کے لیے علم کا راستہ بتا دیا اور ان کی تمام مشکلات کو آسان کر دیا۔"

دیکھو ان پیشوائے محدثین نے تو اس بات کا فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بغض رکھنے والا شخص ہرگز اہل سنت سے نہیں بلکہ وہ بدعتی فرقہ سے ہے۔

۲۱۔ عبد اللہ بن داؤد الخریبی متوفی ۲۱۳ھ ثقہؒ، عابدؒ اور امام بخاری اور سنن اربعہ کے رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے ص۱۲ میں اس طرح پر مروی ہے: روی الخطیب

عن محمد بن سعد الکاتب قال سمعت عبد اللہ بن داؤد الخریبی یقول یجب علی اھل الاسلام ان یدعوا اللہ لابی حنیفۃ فی صلاتھم قال وذکر حفظ علیھم السنن والفقہ۔ یعنی: محمد بن سعد جو علم اور سنن الحدیث کے شیوخ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن داؤد کو یہ کہتے سنا ہے کہ تمام اہل اسلام پر فرض ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہؒ کے لیے دعاء کیا کریں۔ پھر اس بات کا ذکر کیا کہ امام موصوف نے اہل اسلام کے لیے حدیث و فقہ کو پورے طور پر محفوظ کر دیا ہے۔

خیرات الحسان کے صفحہ ۳۲ میں ہے: وقیل لبعض الائمۃ مالک تخص ابا حنیفۃ عند ذکرہ بمدح دون غیرہ قال لان منزلتہ لیست کمنزلۃ غیرہ فیما انتفع الناس بعلمہ فاخصہ عند ذکرہ لیرغب الناس بالدعاء لہ۔ یعنی: بعض اماموں کو جو امام ابوحنیفہؒ کی تعریف کرتے یہ کہا گیا کہ آپ ان کی اس قدر تعریف کیوں کرتے ہیں جو دوسرے اماموں کی نہیں کرتے فرمایا اس لیے کہ ان کا رتبہ اوروں کی طرح نہیں ہے کیونکہ ان کے علم نے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔ پس میں اس لیے ان کے ذکر کے وقت خصوصیت سے ان کی تعریف کرتا ہوں تاکہ لوگوں کو ان کے لیے دعا کرنے کی رغبت پیدا ہو۔

۴۲۔ مکی بن ابراھیم متوفی ۲۱۵ھ جو ثقہ، ثبت اور صحاح ستہ کے اعلیٰ رُواۃ سے ہے۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہؒ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۱۷ میں اس طرح پر مرقوم ہے۔ روی الخطیب عن اسمٰعیل بن محمد الفارسی قال سمعت مکی بن ابراھیم ذکر ابا حنیفۃ فقال کان اعلم اھل زمانہ۔ یعنی: اسمٰعیل فارسی کہتے ہیں کہ میں نے مکی بن ابراہیم کو امام ابوحنیفہؒ کے ذکر میں یہ کہتے سنا کہ آپ اپنے تمام اہل زمانہ سے زیادہ عالم

لے جواہر مضیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ میں لکھا ہے: ھو مکی بن ابراھیم البلخی امام بلخ دخل الکوفۃ ۱۳۰ھ فلزم ابا حنیفۃ وسمع منہ الحدیث والفقہ واکثر عنہ الروایۃ وکان یحب ابا حنیفۃ حبا شدیدا۔ یعنی "یہ مکی بن ابراہیم بلخی امام بلخ ہیں جو کوفہ میں ۱۳۰ھ میں داخل ہوئے اور امام ابوحنیفہؒ کی صحبت اختیار کی اور ان سے حدیث وفقہ سنی اور اکثر ان سے روایت حدیث کی۔ ان کو امام ممدوح سے سخت محبت تھی۔

۴۳۔ خلف بن ایوب العامری متوفی ۲۱۵ھ جو فقیہ محدث امام ترمذی کے رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ان کی شہادت امام موفق کی کتاب جلد ۲ صفحہ ۵۲ میں اس طرح مروی ہے۔ عن وھب بن ابراھیم القاضی قال خلف بن ایوب انکم کنت اختلف الی مجالس العلماء فربما سمعت شیئا لا اعرف معناہ فیغمنی ذلک فاذا انصرفت الی مجلس ابی حنیفۃ سألتہ عما کنت لا اعرفہ فیفسر لی ذلک فدخل فی قلبی من بیانہ وتفسیرہ النور۔ یعنی "خلف بن ایوب کہتے ہیں کہ میں مختلف علماء کی مجالس میں حاضر ہوتا تھا اور بہت باتیں ایسی سنتا تھا جن کے معنی نہ پہچانتا تھا۔ جس سے مجھ کو تنگدلی حاصل ہوتی تھی۔ پس جب میں امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آتا اور ان سے اس کے معنی دریافت کرتا تو آپ کے بیان اور تفسیر سے میرے دل میں روشنی داخل ہو جاتی۔

۴۴۔ علی بن المدینی متوفی ۲۳۴ھ استاذ امام بخاری جن کی نسبت صاحب تقریب نے لکھا ہے۔ ثقۃ، ثبت، امام، اعلم اہل عصرہ بالحدیث وعلمہ حتی قال البخاری ما استصغرت نفسی الا عندہ (یعنی یہ بڑے ثقہ امام ہیں جو علم حدیث میں اپنے زمانہ کے کل محدثین سے اعلم تھے حتی کہ بخاری نے کہا کہ

میں نے اپنے نفس کو بغیر ابن مدینی کے کسی پاس حقیر نہیں سمجھا، امام ابوحنیفہؒ کے حق میں ان کی شہادت خیرات الحسان کے صفحہ میں اس طرح مرقوم ہے: قال الامام علی بن المدینی ابوحنیفۃ روی عنہ الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وھشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وھو ثقۃ لاباس بہ۔ یعنی: علی بن مدینی نے فرمایا ہے کہ ابوحنیفہؒ سے سفیان ثوری اور عبداللہ مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے (جو سب کے سب پیشوائے محدثین اور ائمہ صحاح ستہ کے مولی عنہ ہیں) روایت حدیث کی، اور وہ ثقہؒ لاباس بہ ہیں۔

دیکھو اس شہادت اور معیر امام بخاری کے ہی اعلیٰ استاد کی شہادت نے کیسے صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ثقاہت میں کوئی بھی احتمال نہیں ہے اور ان سے سب ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔

۴۵۔ امام اسحٰق بن راھویہ متوفی ۲۳۸ھ جن کو تقریب میں ثقہؒ، حافظؒ، مجتہدؒ کہا گیا ہے اور تہذیب میں لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا ہے کہ میں اسحٰق کا نظیر نہیں جانتا اور وہ ہمارے نزدیک ائمہ مسلمین سے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق جلد ۲ صفحہ میں اس طرح پر مروی ہے: عن علی بن اسحٰق بن ابراھیم الحنظلی سمعت ابی یقول ما رایت احدا اعلم بالاحکام والقضایا من ابی حنیفۃ۔ یعنی: علی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ اسحٰق بن ابراہیم بن راھویہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے احکام و قضایا کا اعلم کوئی نہیں دیکھا۔

۴۶۔ عبید ابن اسباط متوفی ۲۵۰ھ جو ترمذی و ابن ماجہ کے شیوخ

سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کا سید الفقہاء ہونا تسلیم کرتے ہیں چنانچہ کتاب موفق جلد ۲
صفحہ ۴۲ میں اس طرح پر مروی ہے: حدثنی عبید بن اسباط قال کان
ابوحنیفۃ سید الفقہاء ولم یغمز فی دینہ الا حاسدا و باغی
نش۔ یعنی؟ عبید بن اسباط فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سید الفقہاء تھے۔ اور انکے
دین میں آپ کی نسبت جو نکتہ چینی کرے وہ حاسد یا شریر سمجھا جائے گا۔"

الغرض ہم کہاں تک امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ائمہ محدثینؒ کی شہادتیں پیش کرتے
جائیں یہ تو ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔

اب ناظرین خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ ان ۳۹ زبردست شہادتوں نے کس
صراحت سے امام الائمہ ابوحنیفہؒ کا سید الفقہاء، کامل الاجتہاد ہونا ثابت کردیا ہے
اور کہ اتقاء ورع اور تقویٰ میں آپ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں۔ اور آپ وہ
نجم الہدایت تھے کہ آپ سے عام وخاص خلق خدا نے فیض کثیر حاصل کیا اور تمام
اکابر محدثین آپ ہی سے مشکل مسائل میں مدد لیتے اور آپ کے ہی قول پر فتوے
دیتے تھے اور آپ اپنے اہل زمانہ میں اعلم وافقہ واعرف وافضل من الکل تسلیم
کیے جاتے تھے اور فقہاء ومحدثین نے فیصلہ کردیا تھا کہ علم وفقہ کا حاصل ہونا اسی شخص
کو میسر ہوسکتا ہے کہ جس کو آپ کی کتب اور اقاویل میں نظر ہو اور آپکے شاگردوں
کی مجلس میں بیٹھنے کا اس کو فخر حاصل ہو اور محدثین نے یہ بھی مان لیا تھا کہ کوئی دوا
فروش (محدث) ہے۔ کوئی طبیب (فقیہ) لیکن امام صاحب بھی وہ وجود باجود
ہیں۔ جن کو یہ دونوں منصب حاصل ہیں اور کہ امام صاحب کا عمل ایسی احادیث
پر ہوتا تھا جو صحت کے میزان میں پوری اتری ہوں اور جن کے رواۃ سب کے سب
عادل وثقہ ہوں اور جن پر آخری عمل رسول مقبولؐ اور خلفاء راشدینؓ کا ہوا ہو۔ آپ
وہ شخص دشمن انصاف ہے جو باوجود ایسی زبردست شہادتیں دیکھنے کے بھی

امام ہمامؒ کے علم وفضل اور فقہ واجتہاد میں کلام کرے۔ ہم میاں محمد عظیم حیدرآبادی سے
پوچھتے ہیں کہ ایمان سے بتاؤ تمہارا یہ کہنا کہ "اکثر محدثین اور خود ائمہ ثلاثہ کو امام صاحبؒ
کے اجتہاد پر اعتراض ہے" ایک سیاہ جھوٹ ہے یا نہیں؟ کیا اب تمہیں یہ
کہتے ہوئے شرم نہ آئے گی کہ "اجتہاد کی شرائط میں بھی امام ابوحنیفہؒ پورے نہیں آتے
اور فقہ میں بھی امام صاحب کی رائے کچھ ٹھیک نہیں"۔ جب کہ اقوال ائمہ محدثین تمہاری
روسیاہی کے لیے کافی تعداد سے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اور شہادت کبار محدثین سے
یہ بھی ثابت کر دیا گیا ہے کہ جو شخص امام ہمامؒ کی نسبت ایسے خیالات رکھتا ہو، وہ
کالانعام بل ھم اضل سبیلا کے گروہ میں شمار ہونے کے لائق ہے
غالباً ہمارے دوست کی کنیت "ابوالنعیم" بھی کالانعام کی طرف ہی رہبری کرتی ہے
بانصاف ناظرین کی تسلی کے لیے امام صاحبؒ کی فضیلت کے ثبوت میں ۴۹
جلیل القدر پیشوایانِ دین کی شہادتیں جو اوپر نقل ہو چکی ہیں کافی ہیں۔

اب ہم آپ کی توجہ ان میں سے بالخصوص شہادت نمبر ۳۰ کی طرف دلانی
چاہتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ اہلِ سنت واہلِ بدعت کی شناخت کا معیار
ہی امام ابوحنیفہؒ کی حب وبغض ہے جس کو آپ سے محبت ہوگی وہ اہلِ سنت
ہے اور جو آپ سے بغض رکھتا ہو وہ کم بخت اہلِ بدعت میں داخل ہے۔ اب
آپ ہی انصاف کریں کہ وہابی حضرت بقول مشہور "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" خود
تو اہلِ سنت اور اہلِ حدیث بنتے ہیں۔ اور پیروانِ امام ممدوحؒ کو معاذ اللہ تعالیٰ
اہلِ بدعت قرار دیتے ہیں لیکن محدثین کا فیصلہ اس کے برعکس ہے۔ عبدالعزیز بن
رواد جن کا یہ قول ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ من احب ابا حنیفۃ فھو سنی ومن
ابغضہ فھو مبتدع ۔ کوئی معمولی شخص نہیں ہیں بلکہ امام بخاریؒ اور اصحابِ
سننِ اربعہ کے شیوخ سے ہیں اور ان کا قول عوام بیول پر حجت قطعی سمجھے اور ایسا

ہی ابراہیم بن معاویہ بھی بہت بڑے پایہ کے محدث ہیں۔ جن کا قول ہے: من تمام السنة حب ابی حنیفة۔ اور ان ہر دو اقوال سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ امام صاحب کے بدخواہ اور آپ کے حق میں بدگوئی کرنے والے (وہابی) ہرگز اہل سنت و جماعت میں شمار نہیں ہو سکتے بلکہ یہ لوگ بقول محدثین مبتدع ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ ؎

برعکس نہند نام زنگی کافور

یہ اپنے آپ کو اہل السنة، اہل الحدیث کہتے ہیں۔ اور پیروان امام الائمہؒ کو بدعتی بتاتے ہیں ؎

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اخیر کی روایت نمبر ۴۶ سے ثابت کر دی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی نسبت صرف دو قسم کے لوگوں ہی نے نکتہ چینی کی ہے یا تو وہ جو ان کے رتبہ سے جاہل ہیں یا جو نفس باغی شریر ہیں۔

اور دوسری روایتوں ۳۵، ۴۱ سے ثابت ہوا کہ اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں جناب امام کے حق میں دعاء خیر کیا کریں کیونکہ آپ سے جو نفع کثیر اہل اسلام کو ہوا ہے اس کا مقتضاء یہی ہے کہ ہم آپ کا احسان نہ بھولیں، اور خصوصیت سے نمازیں آپ کے لیے دعاء کرتے رہیں۔ هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔ اس امر کا مزید ثبوت کہ جناب امامؒ کے حق میں دعا کرنا اور آپ کی تعظیم و تکریم کرنا اہل اسلام کا فرض ہے۔ امام شافعیؒ کے اس فعل سے ملتا ہے کہ آپ امام ممدوحؒ کے مزار پُر انوار پر دعا کے لیے جایا کرتے اور وہاں جب کبھی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا تو ایسا کوئی فعل نہ کرتے تھے جو آپ کے مذہب کے خلاف ہو اور اس سے آپ کو امام صاحب کی تعظیم اور ادب

طور تھا۔ جیسا کہ خیرات الحسان کے صفحہ ۶۹ میں لکھا ہے۔ "اعلم انہ لم یزل العلماء وذو الحاجات یزورون قبرہ ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذلک منھم الامام الشافعی رحمہ اللہ لما کان ببغداد فانہ جاء عنہ انہ قال انی لاتبرک بابی حنیفۃ واجیئ الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسألت اللہ عندہ فتقضی سریعا وذکر بعض المتکلمین علی منہاج النووی ان الشافعی رحمہ اللہ صلی الصبح عند قبرہ فلم یقنت فقیل لہ لم قال تادبا مع صاحب ھذا القبر وذکر ذلک غیرہ ایضا وزاد انہ لم یجھر بالبسملۃ۔" یعنی ہمیشہ علماء اور اہل حاجات امام ابوحنیفہؒ کی قبر کی زیارت کرتے اور مزار امام کو وسیلہ قضاء حاجت گردانتے تھے جن میں سے امام شافعیؒ بھی تھے، جب کہ وہ بغداد میں تھے۔ ان کا قول ہے کہ میں امام ابوحنیفہؒ سے برکت حاصل کرنے کے لیے ان کی قبر پر جایا کرتا ہوں۔ اور جب کوئی حاجت پیش آجائے تو دو رکعت نماز پڑھ کر آپ کی قبر پر جا کر خدا سے دعا کرتا ہوں اور حاجت جلدی پوری ہو جاتی ہے بعض نے لکھا ہے کہ جب امام شافعیؒ نے صبح کی نماز آپ کی قبر کے پاس پڑھی تو قنوت پڑھنا چھوڑ دیا کسی نے پوچھا ایسا کیوں کیا؟ فرمایا صاحب قبر کے ادب کے لحاظ سے۔ یہ بھی روایت ہے کہ بسم اللہ بھی آہستگی سے پڑھی۔

اللہ اکبر! امام شافعی ایک مجتہد مستقل مذہب حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کہاں تک

۱؎ امام موفق نے اپنی کتاب جلد ۲ کے صفحہ ۱۹۹ میں چار طرق کے ساتھ علی بن میمون شیخ امام نسائی و ابن ماجہ امام شافعی کا یہ قول روایت کیا ہے۔ ۲؎ ترک قنوت کی روایت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے بھی حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۹۵ میں لکھی ہے۔

تعظیم کرتے ہیں کہ ان کی قبر کے پاس جب نماز صبح پڑھتے تو اس میں قنوت پڑھنا جو ان کے مذہب میں سنت تھا چھوڑ دیتے اور بسم اللہ بھی اونچی نہ پڑھتے کیونکہ یہ امور امام ابوحنیفہؒ صاحب قبر کے مذہب کے خلاف تھے اور وہاں ان کے خلاف کرنا سوء ادب تھا۔ پھر امام شافعیؒ صرف آپ کے ادب کے لحاظ پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ آپ کی بزرگی کا ان کو یہاں تک اعتقاد تھا کہ اگر کوئی مشکل پیش آجاتی تو آپ کی قبر پر جا کر دعا کرنے سے حل ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر کوئی کور باطن شخص اپنی نافہمی سے اس روایت کی نسبت یہ اعتراض کر اٹھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مجتہد امام کسی امام کے صرف ادب کے لحاظ سے ایسے فعل کو جو اس کے نزدیک سنت ہو ترک کر دے اس کی کماینبغی تردید خود ہی صاحب خیرات الحسان نے بطور جواب ایک سوال مقدر کے روایت مذکور کے بعد اس طرح پر کر دی ہے۔ ولا اشکال فی ذلک خلافاً لمن خلقہ ...... (الی اخرہ)...... وان الحاسدین لہ خسر و لہ خسرانا مبینا۔ جس تمام عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ "یہاں کوئی اشکال (شبہ) نہیں عاید ہو سکتا جیسا کہ کسی نے گمان کیا ہے کیونکہ گاہ بگاہ سنت کے مقابلہ میں ایک ایسا امر بھی پیش آجاتا ہے کہ وہاں سنت کا چھوڑ دینا بہتر ہوتا ہے کیونکہ وہ دوسرا امر زیادہ اہم ہوتا ہے اور کچھ شک نہیں ہے کہ اظہار رفعت شان علماء ایک امر اہم مطلوب اور جزم مقصود ہے اور پھر جب کہ دشمنان امام ابوحنیفہؒ کی تذلیل اور بے خبر جاہلوں کی تفہیم کے لیے اس کی سخت حاجت تھی تو ایسا کرنا قنوت پڑھنے اور بسم اللہ کے جہر سے بہت بہتر تھا کیونکہ وہ مختلف فیہ امور ہیں اور تعظیم علماء امر متفق علیہ ہے اور اس کا نفع عام اور قنوت و جہر بسم اللہ کا نفع خاص ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے جیسے کہ ان کی زندگی میں بہت حاسد تھے۔ وفات کے بعد بھی بہت

تھے حتیٰ کہ آپ کو سخت ایذا دی گئی اور آپ کے قتل میں سخت کوشش کی گئی۔ اور کوئی دقیقہ آپ کی بے تعظیمی کا باقی نہ چھوڑا۔ پس آپ کی تعظیم قائم رکھنے کے لیے امام شافعیؒ جیسے پیشوائے دین کی طرف سے ایسے فعل کا ظہور بہت ضروری تھا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کسی امر کا بیان فعل کے ساتھ قولی بیان سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے کیونکہ دلالت فعل عقلی ہوتی ہے اور دلالت قول وضعی ہوتی ہے جس میں تخلف مدلول ہونا بھی متصور ہو سکتا ہے اور فعل میں ایسا ہونا ممکن نہیں۔ مثلاً زید کا اپنے کرم پر فعل کرم سے دلیل لانا اس کے برابر نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے کرم پر صرف قول سے دلیل قائم کرنا چاہے کہ میں کریم ہوں جب یہ تمہید قائم ہو چکی تو یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ امام شافعیؒ کا یہ فعل قنوت اور جہر بسم اللہ مدّ سے بہت بہتر تھا جس سے امام ابوحنیفہؒ کے عزیہ ادب کا اظہار مطلوب تھا اور اس سے آپ کے شرف وعلو کا ثبوت دینا تھا اور ظاہر کرنا تھا کہ آپ ان ائمہ دین سے تھے جن کی اقتدار اہل اسلام پر فرض ہے اور آپ کی تعظیم وتوقیر سب پر واجب۔ اور آپ اس درجہ کے امام تھے کہ بعد وفات بھی آپ کے مزار کے سامنے آپکے ادب کے لحاظ سے اپنے فعل کے کرنے سے حیا کرنا چاہیئے جو آپکے قول کے برخلاف ہو۔ چہ جائیکہ آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے ایسا کیا جائے اور یہاں سے ثابت ہوا کہ آپ کے مخالف حاسد سخت گمراہ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ کے مصداق ہیں۔"

چونکہ امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد وفقیہ النفس مسلّم الثبوت ہونے کی نسبت ہم مفصّل بحث کر چکے ہیں اور مع ائمہ ثلاثہ کے ۹۴ شہادتیں بڑے بڑے نامی گرامی محدثین کی درج کر چکے ہیں اس لیے اب ہمیں تھوڑی سے توجہ اپنے دوست میاں حیدرآبادی کے اس نرالے قول کی طرف بھی کرنا چاہیئے جو اس نے یہ لکھا ہے کہ امام بخاری اور مسلم بھی مجتہد ہیں اور ان کا اجتہاد مسلّم الثبوت ہے معلوم ہوتا ہے کہ

میاں حیدر آبادی کو مجتہد و محدث کی تعریف سے کچھ بھی آگاہی نہیں۔ ورنہ وہ اس خاطر میں پڑ کر اجتہاد کو ایک بازیچہ طفلاں نہ سمجھ لیتا جیسا کہ مرزائیوں نے الہام و نبوت کو ایک کھیل سمجھا ہوا ہے۔

مجتہد کون ہو سکتا ہے؟

واضح رہے کہ کوئی عالم خواہ وہ کیسا ہی متبحر فی العلم کیوں نہ ہو مجتہد کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ تاوقتیکہ اس میں حسب ذیل شرطیں نہ پائی جائیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بحوالہ امام بغوی و رافعی وغیرہ کے اپنی کتاب عقد الجید کے ص۸ میں اس طرح پر لکھا ہے۔ قال البغوی والمجتہد من جمع خمسة انواع من العلم علم کتاب اللہ عز وجل وعلم سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقاویل علماء السلف من اجماعهم واختلافهم وعلم اللغة وعلم القیاس وهو طریق استنباط الحکم من الکتاب والسنة اذا لم یجده صریحا فی نص کتاب او سنة او اجماع فیجب ان یعلم من علم الکتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل والمفسر والخاص والعام والمحکم والمتشابه والکراهة والتحریم والاباحة والندب والوجوب و یعرف من السنة هذه الاشیاء ویعرف منها الصحیح والضعیف والمسند والمرسل ویعرف ترتیب السنة علی الکتاب وترتیب الکتاب علی السنة حتی لو وجد حدیثا یوافق ظاهره الکتاب یهتدی الی وجه محمله فان السنة بیان الکتاب ولا یخالفه وانما یجب معرفة ما ورد منها فی احکام الشرع دون ما عداها من

القصص والاخبار والمواعظ وکذلک یجب ان یعرف من علم الفقہ ما
اتی فی کتاب او سنۃ فی امور الاحکام دون الاحاطۃ بجمیع لغات
العرب وینبغی ان یتخرج فیھا بحیث یقف علی مرام کلام العرب فیما
یدل علی المراد من اختلاف المحال والاحوال لان الخطاب ورد بلسان
العرب فمن لم یعرف ولا یقف علی مراد الشارع ویعرف اقاویل
الصحابۃ والتابعین فی الاحکام ومعظم فتاوی فقہاء الامۃ
حتی لا یقع حکمہ مخالفا لاقوالھم فیکون فیہ خرق الاجماع واذا
عرف من کل من ھذہ الانواع معظمۃ فھو حینئذ مجتھد ولا
یشترط معرفۃ جمیعھا بحیث لا یشذ عنہ شیء منھا واذا لم
یعرف نوعا من ھذہ انواع فسبیلہ التقلید وان کان متبحرا[ل] فی
مذھب واحد من احاد ائمۃ السلف فلا یجوز لہ تقلد القضاء
ولا الترصد للفتیا۔ یعنی! مجتہد وہ ہوتا ہے جو پانچ قسم کے علوم کا جامع ہو
اوّل علم قرآن کا، دوم علم سنّت (حدیث) کا، سوم اقوال علماء سلف کے اجماع و
اختلاف کا، چہارم علم لغت کا، پنجم علم قیاس کا۔ اور قیاس سے وہ طریق استنباط
حکم مراد ہے کہ جب کوئی حکم صریح طور پر کتاب اللہ یا سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع

[ل] دیکھو میاں حیدر آبادی کی یہ تحریر سند حیا ت اخبار اہل حدیث ۲۶ مارچ ۱۹۰۹ء وصفحہ کالم ۲۔
تقلید وہ کرے جسے کچھ معلوم ہو اور خود ایڈیٹر اہل حدیث کی تحریر سند حیات اخبار ۲ اپریل ۱۹۰۹ء صفحہ ۵ کالم ۲
تو تقلید کرنا تو جاہل کا کام ہے نہ کہ عالم کا۔ کس قدر غلط اور تبانی کی آمیزش ہے سلف کے برخلاف ہے اور پھر
اس پر یہ دعویٰ کہ ہم جو کچھ لکھتے ہیں اصول فقہ کے مطابق لکھتے ہیں عوام کو سراسر دھوکہ دینا نہیں
تو اور کیا ہے؟

میں نہ مل سکتا ہو تو اس کو بذریعہ قیاس کے قرآن وحدیث یا اجماع سے استنباط کیا جائے
پس مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم قرآن سے ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفسر، خاص وعام
محکم ومتشابہ، کراہت وحرمت، اباحت ومستحب اور وجوب کو جانتا ہو۔ اور حدیث
سے بھی علاوہ علم امور بالا کے صحیح وضعیف، مسند ومرسل (رواۃ کی قوۃ وضعف) کو علم
سے پہچان سکتا ہو اور نیز حدیث کو کتاب اور کتاب کو حدیث پر ترتیب دینے کی بھی
اس کو لیاقت ہو حتیٰ کہ اگر کوئی ایسی حدیث مل جائے جو اپنے ظاہر معنی کے لحاظ سے
قرآن کے مطابق نہیں ہے تو اس کی وجہ تطبیق معلوم کر سکتا ہو کیونکہ حدیث قرآن
شریف کا بیان ہے نہ اس کے مخالف۔ اور مجتہد کو صرف ان احادیث[1] کو پہچاننا
ضروری ہے جو احکام شرع میں وارد ہوئی ہوں نہ وہ جو قصص اور اخبار اور مواعظ میں
وارد ہوں ایسا ہی علم لغت سے ان لغات کا جاننا ضروری ہے جو قرآن وحدیث
کے اندر احکامی امور میں وارد ہوں۔ تمام لغات عرب کا احاطہ ضروری نہیں۔ اور مجتہد
کو اس میں اس قدر محنت کرنی ضروری ہے کہ کلام عرب کے اصل مقصود سے آگاہ
ہو جائے کہ مختلف محل اور مختلف احوال میں اس سے کیا مراد ہوتی ہے۔ کیونکہ
خطاب الٰہی تو عربی زبان میں ہی وارد ہوا ہے۔ پھر جو شخص لغت کو نہ جانتا ہو، وہ
مراد شارع سے کس طرح واقف ہو سکتا ہے؟ یہ بھی ضروری ہے کہ اقوال صحابہؓ اور

---

[1] ایسی احادیث تخمیناً ۳ ہزار اور آیات قرآنی ۵ سو ہیں اور باقی قرآن واحادیث میں جو کچھ ہے وہ
صرف قصص، اخبار، مواعظ وغیرہ ہے۔ دیکھو نور الانوار ص۳۔ والمراد من الکتاب
بعض الکتاب وھو مقدار خمس مائۃ آیۃ لانہ اصل الشرع
والباقی قصص ونحوھا۔ والمراد من السنۃ بعضھا وھو مقدار ثلاثۃ الاف
علی ما قالوا۔ نور الانوار۔

تابعین جو در بارہ احکام ہوں جانتا ہو۔ اور فقہائے امت کے بڑے بڑے فتاوی کا علم بھی رکھتا ہو تاکہ اس کا حکم ان کے اقوال کے برخلاف واقع نہ ہو کیونکہ اس میں اجماع کا توڑنا ہے اور جب ان اقسام سے ہر ایک کے معظم کو جان لیا۔ تو اب یہ شخص مجتہد ہے تمام امور سے اس طرح کی واقفیت کی شرط نہیں ہے کہ کوئی جزوی بات بھی باقی نہ رہ جائے اور جب ان اقسام سے کسی ایک نوع کو بھی نہ جانتا ہو تو اس کو تقلید سے چارہ نہیں۔ اگرچہ وہ ائمہ سلفین کے کسی مذہب میں عالم متبحر ہی کیوں نہ ہو۔ پس ایسے شخص کو قاضی ہونا یا فتوے دینے کا امیدوار ہونا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح حافظ ابن قیم کی کتاب اعلام الموقعین میں جو غیر مقلدین کے نزدیک کالوحی من السماء ہے لکھا ہے۔ لا یجوز لاحد ان یاخذ من الکتاب والسنۃ مالم یجتمع فیہ شروط الاجتہاد و من جمیع العلوم یعنی کسی کو جائز نہیں کہ کتاب و سنت سے بطور خود کچھ اخذ کرے جب تک اس میں اجتہاد کی شرطیں جمع نہ ہوں اور ہر قسم یعنی صرف و نحو، لغت، محاورات، محکم و متشابہ، ناسخ و منسوخ اور صحابہؓ و تابعینؒ کے اقوال کا علم نہ ہو مطلب یہ کہ کتاب و سنت سے استدلال خاص مجتہد کی شان ہے اور جس کو یہ رتبہ نصیب نہ ہو خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو اس پر مجتہد کی تقلید لازم ہے۔

پس جب کہ تصریحاتِ بالا سے صاف ثابت ہے کہ شریعت محمدیہ میں صرف ایسا ہی عالم فاضل شخص مجتہد کے درجہ رتبہ کو پہنچ سکتا ہے۔ جس میں

لہ اس سے اخبار اہل حدیث یکم جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ کی یہ تحریر غلط بلکہ دروغ ثابت ہوتی ہے کہ علماء اہل حدیث نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جس کے پاس صرف قرآن مجید اور سنن ابوداؤد ہو تو اس کو اس کو تمام دین کے مسئلوں کے لیے کافی ہے۔

مکمل شرطیں مندرجہ بالا مع متعلقات کے پائی جائیں اور جس عالم میں کسی شرط کی ایک قسم کی بھی کمی ہے تو وہ ہرگز مجتہد کے رتبہ کو پا نہیں سکتا۔ خواہ کتنا ہی علم اس کو حاصل ہو اب اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ وغیرہ محدثین میں مجتہد ہونے کی کوئی شرط بھی مکمل پائی نہیں گئی اور نہ ہی انہوں نے اپنے مجتہد یا فقیہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ بڑے حافظ الحدیث اور محدث کامل تھے اور اس تعداد سے کئی درجہ زیادہ احادیث آپ کو یاد تھیں۔ جن پر کسی مجتہد کو حاوی ہونا از بس ضروری ہے مگر علم قرآن و حدیث کے ساتھ جو یہ قید لگائی گئی ہے کہ وہ ناسخ و منسوخ، مجمل و مفسر، خاص و عام محکم و متشابہ آیات و احادیث کا بھی علم رکھتا ہو اور ساتھ ہی اس کے کراہت و حرمت اباحت و مستحب اور وجوب کو بھی جانتا ہو۔ سو یہ باتیں کامل طور پر امام بخاریؒ میں کہاں پائی جاتی تھیں کیونکہ یہ باتیں فقیہ سے متعلق ہوتی ہیں اور وہ محدث مشہور تھے اور محدث کو ان باتوں کا جاننا کوئی ضروری نہیں ہے صرف حدیث کو جیسا کہ اس نے سنا ہے نقل کر دینا ضروری ہوتا ہے چنانچہ اس بات کی تصریح خود غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے بھی ابجد العلوم کے صفحہ ۲۳۸ میں اس طرح پر کر دی ہے۔ ان معرفة التواتر والاحاد والناسخ والمنسوخ وان تعلقت بعلم الحديث لكن المحدث لا يفتقر اليه لان ذالك من وظيفة الفقيه لانه يستنبط الاحكام من الاحاديث فيحتاج الى معرفة التواتر والاحاد والناسخ والمنسوخ فاما المحدث فوظيفته ان ينقل ويروى ما سمعه من الاحاديث كما سمعه فان تصدى لما رواه فزيادة فى الفضل ـ یعنی "تحقیق پہچاننا حدیث متواتر و احاد اور ناسخ و منسوخ کا اگرچہ علم حدیث کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ لیکن محدث اس کی طرف محتاج نہیں ہوتا کیونکہ یہ کام فقیہ (مجتہد) کا ہے کیونکہ وہ احادیث سے

نکالنا ہے پس محتاج ہوتا ہے طرف معرفت تواتر و احاد اور ناسخ منسوخ کے لیکن محدث پس کام اس کا نقل و روایت کرنا حدیث مسموعہ کا ہے جیسی کہ سنی ہے۔ پس اگر اپنی ذاتیت کے لیے معرفت تواتر وغیرہ کی طرف متوجہ ہو تو یہ فضیلت میں زیادتی ہے"
ایسے ہی چوتھی و پانچویں یعنی علم لغت و علم قیاس (فقہ) کی شرط بھی امام بخاری وغیرہ میں پورے طور پر پائی نہیں گئی کیونکہ آپ ایک کامل اور کثیر الحدیث محدث تھے اور علماء نے لکھ دیا ہے کہ اگر کوئی شخص حدیث کے ساتھ کسی اور علم کا بھی شغل رکھے تو وہ کبھی محدث نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ وہ دیگر علوم و فنون میں بھی کامل ماہر ہو سکے چنانچہ مقدمہ قسطلانی شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے: وقد قال الخطیب البغدادی ان علم الحدیث لا یتعلق الا بمن قصر نفسہ علیہ ولم یضم غیرہ من الفنون الیہ وقال الامام الشافعی اتریدان تجمع بین الفقہ والحدیث ھیہات۔ یعنی "خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ تحقیق علم حدیث کا صرف اسی شخص سے تعلق ہو سکتا ہے جو اپنی ذات کو اسی پر قائم رکھے اور کسی دوسرے فن کے حاصل کرنے کو اس کے ساتھ ضم نہ کرے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر تو یہ چاہے کہ فقہ و حدیث دونوں کو جمع کرے تو یہ مشکل بات ہے"
امام ترمذی شاگرد امام بخاریؒ بہ نسبت محدثین کے فقہاء کے اعلم بمعانی احادیث ہونے کے اپنی صحیح کے باب غسل المیت میں اس طرح پر شہادت دیتے ہیں۔ وکذالک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث۔ یعنی "فقہاء بہ نسبت محدثین کے حدیث کے معانی جاننے میں بہت عالم ہیں"
علاوہ اس کے شہادت ۲ میں امام اعمش متوفی ۱۴۷ھ کا قول یُعمشر الفقہاء انتم الاطباء و نحن الصیادلۃ۔ گزر ہی چکا ہے جس میں وہ گروہ فقہاء کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تم لوگ طبیب ہو اور ہم محدثین دوا فروش

نیز کتاب امام موفق جلد ۲ صلا میں مروی ہے: عن محمد بن سعد ان سمعت من حضر یزید بن ہارون وعندہ یحیی بن معین وعلی بن المدینی واحمد بن حنبل وزہیر بن حرب وجماعۃ اخرون اذجاءہ مستفت فیسألہ عن مسئلۃ فقال لہ اذھب الی اھل العلم قال فقال لہ ابن المدینی الیس اھل العلم والحدیث عندک قال اھل العلم اصحاب ابی حنیفۃ وانتم صیادلۃ۔ یعنی "محمد بن سعدان سے روایت ہے کہ میں نے اس شخص سے جو یزید بن ہارون کی مجلس میں حاضر تھا، سنا ہے کہ اُن کے پاس یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی (استاد امام بخاری) اور احمد بن حنبل (امام مجتہد) اور زہیر بن حرب اور دوسرے علماء کی جماعت بیٹھی تھی کہ آپ (یزید بن ہارون) کے پاس کوئی شخص مسئلہ پوچھنے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس جاؤ۔ اس پر ابن مدینی نے ان سے کہا کیا آپ کے پاس اہل علم وحدیث بیٹھے ہوئے نہیں ہیں۔ فرمایا کہ اہل علم تو امام ابوحنیفہ کے اصحاب ہیں اور آپ لوگ صرف دوا فروش ہیں۔"

پس اس سے اور اس سے پہلی تصریحات سے صاف ثابت ہے کہ عموماً بڑے بڑے محدثین قدیماً وحدیثاً فقہ سے بالکل عاری تھے اور دیگر علوم جن کی مہارت سے قرآن وحدیث کے معانی میں تدبر وتفقہ کی مدد مل سکتی ہے اور مجتہد کے لیے ان کی اشد ضرورت ہوتی ہے وہ علاوہ ہے۔ یہ عطیہ الٰہی تو صرف ائمہ مجتہدین اربعہ کے لیے ہی مخصوص تھا کہ وہ ہم محدث کامل وہم فقیہ مکمل تھے۔ جیسا کہ دوسری بہی شہادت میں امام اعمش کا قول بھی امام ابوحنیفہ اس طرح پر گزر چکا ہے۔ وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین۔ یعنی "تم نے اے ابوحنیفہ دونوں طرف (فقہ وحدیث) سے بہرہ وافر حاصل کیا ہے۔ اسی طرح شہادت ۳۲ میں

ابو سفیان حمیری کا یہ قول گزر چکا ہے۔ انہ حبر الامۃ تھیا لہ مالم تھیا لاحد من کشف المسائل الفقھیۃ وتفسیر للاحادیث المبھمۃ۔ یعنی "امام ابوحنیفہؒ امتِ محمدیہ میں بڑے عالم تھے مسائل فقہ کے حل کرنے اور احادیث مبہم کی تفسیر کرنے میں جو درجہ ان کو حاصل تھا وہ کسی کو حاصل نہیں ہوا۔"

پس اسی واسطے مولوی خرم علی نے بھی جو غیر مقلدین کے پیشوا خیال کیے جاتے ہیں۔ ترجمہ مشارق الانوار کے صفحہ ۱۲ میں اس طرح پر لکھا ہے "اجتہاد کرنا ہر عالم کا کام نہیں۔ اس کو بہت علم اور فہم تیز چاہیے اسی واسطے اہلِ سُنّت میں چار اماموں کے مذہب مقرر ہو گئے ان کے برابر اب تک کسی کو علم اور فہم حاصل نہیں ہوا علاوہ اس کے ان کا زمانہ حضرتؐ کے زمانہ سے بہت قریب تھا جو حضرت کے وقت کی رسم اور عادت تھی اور اس وقت کی بول چال کا طریق وہ لوگ ہی سمجھتے تھے اس وقت کے عالموں کو سمجھنا نہایت مشکل ہے۔" بلکہ بعض علماء نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بعد امام شافعیؒ کے زمانہ کے کوئی مجتہد مستقل پایا نہیں گیا۔

چنانچہ نافع الکبیر مقدمہ جامع صغیر کے صفحہ میں اس طرح پر لکھا ہے: وقال ابن حجر قال ابن الصلاح ان ھذہ المرتبۃ قد من نحو ثلاث مائۃ سنۃ بل نقل ابن الصلاح عن بعض الاصولیین انہ لم یوجد بعد عصر الشافعی مجتہد مستقل۔ یعنی: ابن حجر نے کہا ہے کہ ابن صلاح نے فرمایا ہے کہ اجتہادِ مطلق مستقل کا مرتبہ تقریباً تین سو سال سے منقطع ہو گیا ہے بلکہ بعض اصولیوں سے ابن صلاح نے یہ نقل کیا ہے کہ بعد زمانہ امام شافعی کے مجتہد مستقل پایا نہیں گیا۔

پھر اسی کے صفحہ میں لکھا ہے: "واحمد بن حنبل لم یذکرہ الامام ابو جعفر الطبری فی اعداد الفقہاء وقال انما ھو من حفاظ الحدیث

یعنی: "امام احمد بن حنبل کو امام ابو جعفر طبری نے فقہاء میں شمار نہیں کیا اور کہا ہے کہ وہ صرف حافظ حدیث تھے۔"

دیکھیو انھوں نے تو امام احمد بن حنبل کو بھی مستقل مجتہد تسلیم نہیں کرتے چہ جائیکہ بقول آپ کے امام بخاری و مسلم مجتہد مسلم الثبوت سمجھے گئے تھے گو اس میں شک نہیں ہے کہ بہ نسبت دیگر معاصر محدثین کے امام بخاری افقہ خیال کیے گئے ہیں اور انھوں نے سماعت و حفظ احادیث کے ساتھ فقہ کو بھی حمیدی متوفی ۲۱۹ھ شاگرد امام شافعیؒ سے پڑھا ہے اور اس میں کسی قدر مہارت پیدا کر کے امام شافعی کے اصول اور قواعد مقررہ پر کچھ اجتہاد بھی کیا ہے جیسا کہ ان کی صحیح کے ترجمۃ الابواب سے ظاہر ہے لیکن تاہم ان کو فقہ میں اس قدر مہارت تامہ حاصل نہ ہوئی تھی کہ غیر منصوصہ احکام کو قرآن و حدیث سے بذریعہ اپنے قیاس کے نکال سکتے یا کسی نظیر کو نظیر پر محمول کر کے کوئی مسئلہ برآمد کر سکتے۔ بلکہ ان کے بعض معاصر فقہاء نے تو ان کو فتوی دینے سے ہی منع کر دیا تھا اور صاف کہ دیا تھا کہ آپ فتوی دینے کے لائق نہیں ہیں۔ چنانچہ ہدایہ کی شرح نہایہ، فتح القدیر اور کفایہ وغیرہ کے کتاب الرضاع میں لکھا ہے کہ: "زمانہ ابو حفص کبیر متوفی ۲۱۷ھ شاگرد امام محمد میں جب امام بخاری بخارا میں آکر فتوی دینے لگے تو انکو امام حفص کبیرؒ نے منع کر دیا کہ آپ فتوی دینے کے لائق نہیں ہیں مگر انھوں نے اس مشفقانہ نصیحت کو نہ مانا یہاں تک کہ ایک دن کسی نے ان سے پوچھا کہ اگر دو لڑکوں نے ایک بکری یا گائے کا دودھ پی لیا ہو تو ان کا کیا حکم ہے؟ آپ نے کہ دیا کہ ان میں حرمت رضاع ثابت ہو جاتی ہے جب لوگوں نے آپ کا یہ فتوی سنا تو انھوں نے آپ پر اس قدر ہجوم کیا کہ آپ بخارا چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔"

اس حکایت کے بعد فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۳۲ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے: ومن لم یدق نظرہ فی مناطات الاحکام وحکمھا کثر خطاؤہ۔ یعنی "جو

شخص احکام کے استنباط کرنے اور فتویٰ دینے میں دقیق النظر نہیں ہوتا وہ اکثر خطا کیا کرتا ہے۔ علاوہ اس کے امام بخاری کا اجتہاد میں کثرت سے غلطی کرنا خود ان کے تراجم الابواب سے ہی ظاہر ہے کہ باوجودیکہ بے شمار تصنیفات مبوّب بر ترتیب فقہ و استنباط مجتہدین اور کتب فقہ ائمہ اربعہ ان کے سامنے موجود تھیں تاہم انھوں نے جو ابواب اپنی صحیح میں باندھے ہیں، اگر ذرا بھی غور سے ان کو دیکھا جائے تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ اکثر ابواب کا مطلب تو کچھ اور ہوتا ہے اور حدیث جو اس کی تائید میں لائی گئی ہیں، اس کا مفہوم کچھ اور ہے جس پر شارحین بخاری کو ان کی مناسبت باہمی پیدا کرنے میں بہت ہی سرگردانی کرنی پڑی ہے اور بڑے بڑے تکلفات اور تاویلات رکیکہ کرنے پر بھی کچھ بن نہیں پڑا۔ چنانچہ جن صاحبوں کو اس قسم کا نظارہ دیکھنا مطلوب ہو وہ کتاب حدائق الحنفیہ مطبوعہ نولکشور کا صلا سے ۔۔۔ تک مطالعہ کریں جس میں بطور نمونہ ۳۰ احادیث صرف کتاب الصلوٰۃ سے لکھی گئی ہیں باقی کتاب کے ابواب کا حال علیحدہ رہا۔

پس جبکہ امام بخاری فقاہت میں بہت ہی نرم تھے اور مجتہد کی شرائط متذکرہ بالا کامل طور پر ان میں پائی نہ گئی تھیں اس لیے حسب متذکرہ بالا شرائط مجتہد کے اخیر فقرہ واذا لم یعرف نوعاً من ھذہ الانواع فسبیلہ التقلید وان کان متبحراً فی مذھب واحد من احاد ائمۃ السلف فلا یجوز لہ تقلد القضاء ولا الترصد للفقیاء کے وہ مقلدین امام شافعی میں شمار کیے گئے جیسا کہ محدث دہلوی شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب انصاف کے صلا میں لکھا ہے اور جب ان اقسام سے کسی ایک نوع کو بھی نہ جانتا ہو تو اس کو کسی مجتہد کی تقلید سے چارہ نہیں اگرچہ وہ ائمہ مسلمین کے کسی مذہب میں عالم متبحر ہی کیوں نہ ہو۔ پس ایسے شخص کو قاضی بننا یا فتویٰ دینے کا امیدوار ہونا جائز نہیں ہے۔

لکھا ہے: فانه معدود فی طبقات الشافعیة وممن ذکره فی طبقات الشافعیة الشیخ تاج الدین السبکی وقال انه تفقه بالحمیدی والحمیدی تفقه بالشافعی واستدل شیخنا العلامة علی ادخال البخاری فی الشافعیة بذکره فی طبقاتهم وکلام النووی الذی ذکرناه شاهد له۔ یعنی: "امام بخاری طبقات شافعیہ میں شمار کیے گئے ہیں اور جن لوگوں نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے ان میں سے شیخ تاج الدین سبکی ہیں انھوں نے کہا ہے کہ بخاری نے فقہ حمیدی سے سیکھی اور حمیدی نے امام شافعی سے فقہ سیکھی اور ہمارے استاد علامہ نے بخاری کے شافعیوں میں داخل کرنے پر یہ حجت پکڑی ہے کہ تاج الدین سبکی نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے اور نووی کا کلام جو ہم نے ذکر کیا اس امر کا شاہد ہے۔

اور مقدمہ قسطلانی کے صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے: وقال التاج السبکی وذکره یعنی البخاری ابوعاصم فی طبقات اصحابنا الشافعیة۔ یعنی: "تاج الدین سبکی نے کہا ہے کہ ابوعاصم نے بخاری کو علمائے شافعیہ میں شمار کیا ہے"۔

اب امام بخاری کے امام شافعی کے مذہب کی طرف منسوب اور اس میں داخل ہونے کی حقیقت بھی سن لیجیے جو شاہ صاحب ہی اس طرح پر لکھتے ہیں: ومعنی انتسابه الی الشافعی انه جری علی طریقته فی الاجتهاد واستقراء الادلة وترتیب بعضها علی بعض وافق اجتهاده اجتهاده واذا خالف احیانا لم یبال بالمخالفة ولم یخرج عن طریقته الا فی المسائل وذالک لایقدح فی دخوله فی مذهب الشافعی ومن هذا القبیل محمد بن اسمٰعیل البخاری۔ یعنی: "منسوب بہ شافعی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اجتہاد اور دلیلوں کی تلاش کرنے اور بعض کو بعض پر مرتب کرنے میں امام

شافعی کے طریق پر چلا اور اس کا اجتہاد امام کے اجتہاد سے موافق پڑا اور اگر کہیں مخالف
ہوا تو مخالفت کی پروا نہیں کی اور امام کے طریقہ سے بجز چند مسائل کے خارج نہیں ہوا
اور یہ امر اس کے شافعی مذہب میں داخل رہنے کا مخل انداز نہیں اور محمد بن اسماعیل بھی
اسی قسم کے مقلدین شافعی سے ہیں۔

پس جبکہ حسب قرارداد و تصریحات ان علمائے متقدمین کے جو بوجہ قرب زمانہ کے امام بخاری
کے علم، فقہ، استنباط مسائل وغیرہ حالات سے کما ینبغی واقف تھے۔ امام بخاری صرف علمائے
شافعیہ میں سے ثابت ہیں اس لیے اس زمانہ کے غیر مقلدوں کے علما و امامانِ مساجد
جو عوام میں ان کو مجتہد مستقل ثابت کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں تو یہ امر
محض ان کی خود غرضی و نفسانیت پر مبنی ہے کیونکہ جب تک وہ امام بخاری کو اپنی طرف
سے امام شافعی کے ربقۂ تقلید سے نکال کر مجتہد مستقل ثابت نہ کر لیں خود کس طرح مجتہد
بن سکتے ہیں اور دینی مسائل میں فتویٰ دینے کے لیے مسند مشیخت پر متمکن ہو سکتے ہیں جن کا یہ قول
ہے کہ "جس کے پاس صرف قرآن مجید اور سنن ابوداؤد ہو اس کو تمام دین کے مسئلوں کے
لیے کافی ہے حالانکہ انکے اصلی پیر و مرشد حافظ ابن قیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ اپنی کتاب اعلام الموقعین
میں صاف لکھ گئے ہیں: لا یجوز لاحد ان یاخذ من کتاب و السنۃ ما لم یجتمع فیہ شروط
الاجتہاد و من جمیع العلوم۔ یعنی کسی کو جائز نہیں کہ قرآن و حدیث سے بطور
خود کوئی مسئلہ اخذ کرے تاوقتیکہ اس میں اجتہاد کی شرطیں جمع نہ ہوں۔ اور تمام علوم میں ماہر
نہ ہو۔ دیکھو متقدمین علمائے اہل حدیث کی قرارداد اور زمانہ حال کے مدعیان اہل حدیث کی
کارروائی میں کس قدر بعد المشرقین و المغربین ہے۔

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

---

[1] نواب صدیق حسن خان مرحوم نے اتحاف النبلاء کے ص۴۲۰ میں ان کی تعریف ان الفاظ میں لکھی ہے
الامام العالم الکامل الفقیہ الاصولی النحوی المفسر الحجۃ [illegible] الحافظ المحدث المتقن المتکلم.

رد مطاعن امام الاعظم

حیدرآبادی طاعن نے امام ابوحنیفہؒ کی نسبت رسالہ اہل الذکر میں جس قدر اعتراض کر کے ناحق اپنی عاقبت خراب کی ہے اگرچہ ان کے مجملاً جواب محمود ائمہ ثلاثہ اور محدثین کبار کی شہادت تہائے مذکورہ بالا اہل علم بخوبی سمجھ سکتے ہیں لیکن تاہم ان کی خاطر ہم ان کے اعتراضات کی ترتیب وار مفصل تغلیط کھولنی اس لیے بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ شاید کسی کو اپنے کئے سے ندامت ہو کر آئندہ توبہ کی ہدایت اور حسن اعمال لے دنیا کی وعید شدید مروی بہ صحیح بخاری سے نجات حاصل ہو۔

وہابی۔ شرح مسلم الثبوت سے ثابت ہے کہ مجتہد کے لیے پانچ سو حدیث کا جاننا کافی اور ضروری ہے لیکن امام صاحب کا اس قدر جاننا کسی کتاب حنفیہ سے ثابت نہیں اگر ہوتا ہے تو نمبروار ذکر کرو۔ اور نیز شرح مسلم میں لکھا ہے کہ مجتہد کو علم اصول سے واقف ہونا ضروری ہے لیکن یہ شرط تو امام ابوحنیفہؒ سے بالکل مفقود تھی کیونکہ علم اصول کے مدون تو امام شافعی ہوئے ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے روز پیدا ہوئے۔ مقدمہ میں لکھا ہے مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ تین لاکھ یا پانچ لاکھ حدیث کو جانے۔ یہ شرط امام احمد و مالک و اصحاب صحاح ستہ خصوصاً امام بخاری میں علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے لیکن امام صاحب کو اتنے احادیث کہاں

لہ نواب صدیق حسن خان مرحوم نے اتحاف النبلاء کے صفحہ ۲۰۰ میں ان کی تعریف بایں الفاظ لکھی ہے۔ الامام العالم الکامل الفقیہ الاصولی النحوی المفسر المحدث الحافظ الحجۃ المتقن المتکلم۔

یاد تھے۔

حنفی | معلوم ہوتا ہے کہ وہابی دوست نے کبھی شرح مسلم کو نہیں دیکھا صرف سنا سنایا خلاصہ اس کا لکھ دیا ہے کہ مجتہد کے لیے پانچ سو احادیث کا جاننا کافی ہے ورنہ اصل میں مجتہد کے لیے ۵۰۰ سو آیت اور تین ہزار ۳۰۰۰ احادیث جاننا ضروری ہے جیسا کہ نور الانوار کے صفحہ ۲۴۲ میں لکھا ہے۔ والمراد من الکتاب بعض الکتاب وھو مقدار خمس مائۃ آیۃ لانہ اصل الشرع والباقی قصص ونحوھا و ھکذا المراد من السنۃ بعضھا وھو مقدار ثلاثۃ آلاف علی ما قالوا۔ یعنی مجتہد کے لیے جو کتاب و سنت کا جاننا ضروری ہے سو کتاب سے مراد تقریباً ۵۰۰ سو آیات قرآنی ہیں جو اصل شریعت ہیں اور باقی قصص مواعظ اور اخبار وغیرہ ہیں۔ اسی طرح سنت میں سے بھی تین ہزار ۳۰۰۰ احادیث ہیں جو اصل شریعت ہیں اور باقی اخبار و قصص اور مواعظ وغیرہ ہیں اور نور الانوار وغیرہ کی یہ تصریح دراصل اس قول وعلم کتاب اللہ وعلم سنۃ رسول اللہ کی تفسیر ہے جو سیف الصارم کے صفحہ ۲۴۰ میں مجتہد مستقل کی شروط ہیں بحوالہ عقد الجید امام بغوی سے منقول ہے[1] پس جب مجتہد کے لیے تین ہزار ۳۰۰۰ احکامی احادیث کا جاننا ضروری ثابت ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ شرط بوجہ اکمل واتم امام اعظمؒ میں پائی جاتی تھی اور معترض جو اپنی بے علمی اور نادانی سے انکار کر کے کہتا ہے کہ اس قدر احادیث کو امام اعظمؒ کا جاننا کسی کتاب حنفیہ سے ثابت کرو ہم کتاب حنفیہ کو چھوڑ بقول۔ و الفضل

---

[1] یہ عبارت اصل اہل الذکر کے صفحہ ۱۱ میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مجتہد کے لیے پانچ سو بارہ اور آیت سو احادیث کا جاننا کافی ہے اگرچہ معترض چھاپہ کی غلطی کا عذر کر سکتا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ جیسا اس کا نسخہ تھا ویسی اس پر چھپ بھی خود ہی پڑ گئی۔

ما شهدت به الاعداء کے کتب علمائے شافعیہ وغیرہ سے
ہی امام موصوف کا تابعی ہونا ثابت ہے چنانچہ حافظ ذہبی شافعی جنہوں
نے امام موصوف کا تین ہزار کیا بلکہ کثیر الحدیث میں شمار کر کے اپنے تذکرۃ الحفاظ
جلد اصفحہ ۱۵۱ میں اس طرح پر لکھا ہے۔ ابوحنیفۃ الامام الاعظم فقیہ العراق رائے
انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم علیہم الکوفۃ وحدث
عن عطاء و نافع وعبد الرحمن بن ہرمز الاعرج و
عدی بن ثابت وسلمۃ بن کہیل وابی جعفر محمد
بن علی وقتادۃ وعمرو بن دینار وابی اسحاق وخلق
کثیر وحدث عنہ وکیع و یزید بن ہارون وسعد بن
الصلت وابو عاصم وعبد الرزاق وعبید اللہ بن موسیٰ
وابو نعیم و ابو عبد الرحمن المقری وبشر کثیر وکان
اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان قال ابن
المبارک ابوحنیفۃ افقہ الناس وقال الشافعی الناس
فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ وقال ابو داؤدؒ ان اباحنیفۃ
کان اماما۔ انتہیٰ مختصراً۔ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ فقیہ عراق نے کئی دفعہ
انس بن مالک صحابی کو جب کہ وہ کوفہ میں آئے تھے دیکھا اور حدیث بیان کی
عطا بن ابی رباح ونافع وعبد الرحمن بن ہرمز الاعرج وعدی بن ثابت وسلمہ
بن کہیل وابی جعفر محمد بن علی وقتادہ وعمرو بن دینار وابی اسحاق اور بہت خلقت
سے اور ان سے حدیث بیان کی وکیع بن الجراح ویزید بن ہارون وسعد بن
الصلت وابو عاصم وعبد الرزاق وعبید اللہ بن موسیٰ وابو عبد الرحمن مقری اور بہت
آدمیوں نے اور تھے امام پرہیزگار۔ عالم۔ عامل۔ عابد۔ عظیم الشان۔ ابن مبارک
نے کہا ہے کہ ابوحنیفہؒ افقہ الناس تھے اور امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ تمام آدمی فقہ

ابوحنیفہؒ کے وظیفہ خوار ہیں اور امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ تحقیق ابوحنیفہؒ دین کے امام تھے اس طرح علامہ محمد بن یوسف شافعی نے کتاب عقود الجمان میں ایک علیحدہ باب باندھا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔ الباب الثالث والعشرون فی بیان کثرۃ حدیثہ وکونہ من اعیان الحافظ۔ یعنی باب تیسواں ۲۳۔ امام ابوحنیفہؒ کے کثیر الحدیث اور بڑے حفاظ میں سے ہونے کے بیان میں ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ فن حدیث میں حفاظ میں کون شمار ہو سکتا ہے۔ سو محدثین کی اصطلاح میں حافظ اس شخص کو کہتے ہیں جس کو ایک لاکھ حدیث سنداً و متناً یاد ہو پھر متعصب مخالف کا یہ کہنا کہ امام صاحب کو بہت تھوڑی احادیث یاد تھیں اور اس لیے آپ مجتہد نہ تھے ایسی بات ہے کہ کوئی دشمن دین بھی منہ سے نہیں نکال سکتا۔

امام صاحب کے مشائخ چار ہزار تھے

علاوہ ازیں اسبات کا اندازہ کہ امام صاحب کو کس قدر احادیث معلوم تھیں اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے مشائخ کی تعداد جن میں تابعین و تبع تابعین ہیں چار ہزار ۴۰۰۰ تھے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے خیرات الحسان کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے۔ الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث مرانہ اخذ عن اربعۃ آلاف شیخ من ائمۃ التابعین وغیرھم و من ثمہ ذکرہ الذھبی وغیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین ومن زعم قلۃ اعتنائہ بالحدیث فھو اما لتساھلہ او حسدہ اذ کیف یتأتی لمن ھو کذلک استنباط من المسائل التی لا تحصی کثرۃ مع انہ اول من استنبط من الادلۃ علی الوجہ المخصوص المعروف فی کتب اصحابہ رحمھم اللہ۔ یعنی پہلے گزر چکا

ہے کہ آپ نے چار ہزار ... مشائخ ائمہ تابعین سے حدیث کا اخذ کیا اور اسی لیے
امام ذہبی وغیرہ نے ان کا ذکر تذکرۃ الحفاظ میں کیا ہے اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے
کہ آپ حدیث کی کم پرواہ کرتے تھے وہ اپنے تساہل یا حسد کی وجہ سے کہتا ہے
کیونکہ ایسے شخص سے کس طرح مسائل لَا تُحْصٰی وَلَا تُعَدّ کا استنباط ہو سکتا
ہے باوجود اس کے کہ آپ ہی پہلے وہ شخص جنہوں نے استنباط و دلائل ایسی مخصوص
وجہ سے کیا ہے کہ آپ کے شاگردوں کی تصانیف میں ہے اور یہ نہیں خیال کرنا چاہئے
کہ چار ہزار کی تعداد یوں ہی تخمیناً بتائی گئی ہے بلکہ امام موفق بن احمد مکی نے جلد اول
کے صفحہ ۳۹ سے ۴۵ اور علامہ کردری نے صفحہ ۷۰ سے ۸۰ تک بہ ترتیب حروف
تہجی اکثر مشائخ کے ترتیب وار نام وغیرہ بھی لکھ دیئے ہیں۔ جو شخص اس کی تصدیق
کرنا چاہے ہر دو کتاب مذکورہ دیکھ لے۔

اب ظاہر ہے کہ جس شخص کے استاد حدیث کے چار ہزار ہوں وہ کس قدر
احادیث کا جاننے والا ٹھہرے گا۔ اگر فی شیخ سو احادیث کا لینا بھی فرض کر لیا جائے
تو چار لاکھ حدیث کے آپ حافظ ثابت ہوتے ہیں ہمارے دوست میاں حمید [illegible]
الذکر کے صفحہ ۱۱ پر تسلیم کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ باقی ائمہ الحدیث سے اعلم تھے
حالانکہ ان کے مشائخ حدیث گنتی میں صرف اسی ۸۰ ثابت ہوتے ہیں چنانچہ علامہ
موفق بن احمد مکی نے اپنی کتاب کی جلد ۱ صفحہ ۳۸ میں لکھا ہے۔ حکی عن ابی
عبد اللہ بن ابی حفص الکبیر انہ وقع منازعة
فی زمنہ بین اصحاب ابی حنیفة و بین اصحاب
الشافعی فجعل اصحاب الشافعی یفضلون الشافعی علی ابی
حنیفة فقال ابو عبد اللہ بن ابی حفص عدوا مشائخ الشافعی
کم ھم فعدوا فبلغوا ثمانین. ثم عدوا مشائخ ابی حنیفة
من العلماء والتابعین فبلغوا اربعة الآف فقال عبد اللہ

هذا من ادنی فضائل ابی حنیفة" یعنی ابو عبداللہ بن ابی حفص کبیر سے منقول ہے کہ ان کے وقت میں ایک دفعہ امام صاحب اور امام شافعی کے شاگردوں میں تنازع ہوا۔ امام شافعی کے شاگرد ان کو امام ابوحنیفہؒ پر ترجیح دیتے تھے۔ ابو عبداللہ نے کہا امام شافعی کے مشائخ کا شمار کرو کہ وہ کس قدر ہیں جب شمار کیا گیا تو اسی ۸۰ نکلے پھر امام ابوحنیفہؒ کے مشائخ کا شمار ہوا تو ان کی تعداد چار ہزار ۴۰۰۰ ثابت ہوئی پھر ابو عبداللہ کہنے لگے یہ امام صاحب کے ادنیٰ فضائل سے سمجھئے۔

امام صاحب کے شاگردوں کی تعداد

اسی طرح جن لوگوں نے امام صاحب سے حدیث روایت کی ہے ان کی بھی تعداد کثیر ثابت ہوتی ہے چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۴۷ میں ہے۔ الفصل الثامن فی ذکر الآخذین عنہ الحدیث و الفقہ قیل استیعابہ متعذر لایمکن ضبط ومن ثم قال بعض الائمہ لم یظھر لاحد من ائمۃ الاسلام المشھورین مثل ما ظھر لابی حنیفۃ من الاصحاب والتلامیذ و لم ینتفع العلماء وجمیع النّاس مثل ما انتفعوا بہ وباصحابہ فی تفسیر الاحادیث المشتبھۃ و المسائل المستنبطۃ والنوازل والقضایا و الاحکام جزاھم اللہ خیراً وقد ذکر منھم بعض متأخری المحدثین فی ترجمۃ نحو ثمانمایۃ مع ضبط اسمائھم و نسبھم بما یطول ذکرہ۔ یعنی امام صاحب کے جن لوگوں نے حدیث و فقہ کا اخذ کیا ان کی تعداد کا ضبط کرنا مشکل ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ کسی امام اسلام کے اس قدر اصحاب و تلامیذ نہیں ہوئے جتنے امام صاحب کے ہیں اور علماء دین و عوام الناس نے جس قدر نفع آپ سے اور آپ کے اصحاب سے حاصل کیا ہے اور کسی سے ایسا حاصل نہیں

کیا ہے۔ احادیث مشکلہ کی تفسیر اور مسائل مستنبط و احکام و قضایا کے متعلق بعض متاخرین محدثین نے لکھا سو آپ کے شاگردوں کی فہرست لکھی ہے جس میں ان کا نام و نسب مفصل لکھا ہے ایسا ہی حافظ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۹ سے لکھ اصحاب ابی حنیفہؒ کی اسم وار فہرست لکھی ہے اور کردری نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱۹ سے ۲۴۲ تک اصحاب ابی حنیفہ کے شاگردوں کے اسماء کی فہرست بتفصیل تمام سکونت بیان کی ہے جن میں سے عبداللہ بن یزید مقری کی نسبت صفحہ ۲۱۹ پر لکھا ہے کہ صرف اس نے امام صاحب سے ۹۰۰ حدیث سنی تھی۔ وقس علی ھذا الباقین۔ اب آپ ہی خیال کریں کہ جب صرف ایک ہی شاگرد آپ کا ایسا ہے جس نے آپ سے نوسو ۹۰۰ حدیث سنی ہے اور ایسے شاگرد سینکڑوں اور ہیں جن کی تعداد کا ضبط کرنا بقول مصنفین مشکل ہے تو پھر آپ کے تبحر فی الحدیث اور کثرت حفظ حدیث کا اندازہ بانصاف ناظرین خود لگا سکتے ہیں اور یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جو شخص باوجود اس کے امام صاحب کی نسبت یہ بات کہے کہ آپ حدیث نہیں جانتے تھے یا آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا حافظ حدیث تھا اس کا قول کہاں تک راستی سے گرا ہوا ہے اور خیرات الحسان کے صفحہ ۲ میں خلف بن ایوب سے جو امام ترمذی کے استاد ہیں اس طرح پر منقول ہے۔ وقال خلف صار العلم من اللہ تعالیٰ الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم منہ الی اصحابہ ثم منہم الی التابعین ثم صار الی ابی حنیفۃ و اصحابہ فمن شاء فلیسخط۔ یعنی خلف بن ایوب فرماتے ہیں کہ علم درگاہ باری تعالیٰ سے حضرت محمد الرسول اللہ صلعم کو پہنچا۔ پھر آپکے اصحاب کو پھر ان سے تابعین کو پھر امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے حصہ میں آیا بس جو چاہے اس پر خوش ہو

جو چاہے کہتا ہو الغرض امام ہمام سراج الائمہ اور امام الائمہ تھے جو کچھ خدمت دین اسلام آپ سے اور آپ کے اصحاب سے ہوئی کسی دوسرے امام سے ہرگز نہیں ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا مذہب مشرق سے مغرب تک تمام اقطار الارض میں پھیل گیا ہے اور اسی لیے حافظ الحدیث عبداللہ بن داؤد الخریبی وغیرہ محدثین نے اہل اسلام کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ ان پر واجب ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے لیے دعا کیا کریں کیونکہ انہوں نے ان کے لیے رسول خدا کی سنن اور فقہ کو محفوظ کیا ہے دیکھو شہادت ۱۴۔ وہابی دوست کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جو عالم کثیر الحدیث ہوتا ہے وہ بطریق اولیٰ مجتہد ہو سکتا ہے کیونکہ اگر ایسی صورت ہوتی تو بموجب اس روایت کے جو کتاب انصاف کے صفحہ ۲۲ میں اس طرح پر لکھی ہے۔ قال الشافعی لاحمد انتم اعلم بالاخبار الصحیحة منا فاذا کان خبر صحیح فاعلمونی حتی اذهب الیه کوفیا[1] کان او بصریا او شامیا۔ الخ امام احمد بن حنبل کو امام شافعی پر ترجیح ثابت ہوتی جو خود ہی بہ نسبت اپنے امام احمد کی اعلم بالاخبار صحیح ہونے کی شہادت دے رہے ہیں حالانکہ بعض محققین تو امام احمد کو مجتہد ہی قرار نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ وہ صرف حفاظ حدیث تھے اور امام شافعی کے بعد کوئی مجتہد مستقل نہیں ہوا۔

ہاں یہ امر کہ صرف حدیث میں حضرت امام ہمام کی بخاری و مسلم کی طرح چنداں بڑی ضخیم تصانیف موجود نہیں سو اس کی وجہ بھی علماء دین نے بیان کر دی ہے چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے۔ ولاجل اشتغاله بهذا لم

---

[1] یعنی امام شافعی نے امام احمد سے کہا کہ آپ صحیح حدیثیں ہم سے زیادہ جانتے ہیں پس اگر کوئی صحیح حدیث آپ کو معلوم ہو تو مجھے آپ اطلاع دیں کہ میں اس پر عمل کروں خواہ وہ کسی کوفہ یا بصرہ و شام کے رہنے والے سے آپ کو ملی ہو۔

لم يظهر حديثه فی الخارج كما ان ابابكر وعمر رضی
الله عنهما لما اشتغلا بمصالح المسلمين العامة لم
يظهر عنهما من رواية الاحاديث مثل ما ظهر عمن
دونهما حتی صغار الصحابة رضوان الله عليهم وكذلك
مالك و الشافعی لم يظهر عنهما مثل ما ظهر عمن تفرغ
للرواية ابی زرعة وابن نعيم لاشتغالهما لذلك الاستنباط
علی ان كثرة الرواية بدون الدراية ليس فيه كبير
مدح بل عقد له ابن عبد البر بابا فی ذمه ثم قال
الذی عليه فقهاء جماعة المسلمين وعلماؤهم ذم
الاكثار من الحديث بدون تفقه ولا تدبر وقال ابن
اقل الروايته تفقه - یعنی چونکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ ایک اہم کام مرتبؒ
مسائل دین میں مشغول تھے اس لیے آپ کی روایت حدیث کا زیادہ ظہور خارج
میں نہ ہوا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ جب کہ عام مسلمان کے مصالح
اور انتظامی امور میں مشاغل تھے اس لیے ان سے روایت اور احادیث کا
ظہور ایسا نہیں ہوا جیسا کہ دوسرے صحابہ سے حتی کہ صحابہؓ سے ہوا ہے اور ایسا
ہی امام مالک وشافعیؒ سے بھی اس قدر روایتِ حدیث کا ظہور نہیں ہوا۔ جیسا کہ ان لوگوں
سے ہوا جو اس کام کے لیے فارغ تھے جیسا کہ ابو زرعہ اور ابو نعیم وغیرہ کیونکہ ائمہ
مذہب استنباط مسائل کے کام میں مصروف تھے علاوہ یہ کہ کثرۃ روایت
بغیر درایت کے موجب مدح نہیں ہے بلکہ ابن عبد البر نے اپنی کتاب میں اس کی ذم
میں علیحدہ باب باندھا ہے اور کہا ہے کہ فقہاء اور علماء اسلام اس امر پر متفق ہیں
کہ اکثار حدیث بدون فقہ و تدبر امر مذموم ہے اور ابن شبرمہ نے کہا ہے کہ کم

کرتا ہی تعجب ہے بستان المحدثین کے صفحہ ۰ میں امام مالک کا قول لکھا ہے۔ لیس العلم
بکثرة الرواية انما هو نور يضعه الله فى القلب یعنی علم کثرۃ روایت
کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالے کسی دل کو بخشتا ہے۔ میزان الشعرانی
کے صفحہ ٦٢ میں لکھا ہے۔ وکان الامام حمدان بن سهل
يقول لو كنت قاضيا كلاً من هذين الرجلين من
يطلب الحديث ولا يطلب الفقه او يطلب الفقه ولا يطلب
الحديث ويقول انظروا الى الائمة المجتهدين كيف
طلبوا الحديث مع الفقه ولم يكتفوا باحدهما یعنی امام حمدان
بن سہل کہتے ہیں کہ اگر میں قاضی یعنی حاکم ہوتا تو البتہ ان دو آدمیوں میں سے ہر
ایک کو قید کرتا یعنی جو شخص حدیث کو طلب کرے اور فقہ کو طلب نہ کرے یا فقہ
کو طلب کرے اور حدیث کو طلب نہ کرے اور فرمایا دیکھو ائمہ مجتہدین کی طرف کہ
کیسے انہوں نے حدیث کو فقہ کے ساتھ طلب کیا اور صرف ایک کے ساتھ ہی
انہوں نے اکتفا نہیں کیا۔

الحاصل صاحب خیرات الحسان اور دیگر علمائے کرام نے اپنی تصریحات بالا
میں شبلی و دیگر محدثین کے امام ابو حنیفہ سے بذریعہ کتابت یا زبانی روایت کے احادیث
ظاہر نہ ہونے کی بڑی بھاری وجہ یہ بتا دی ہے کہ چونکہ وہ دین محمدیہ کی ایک
بھاری خدمت یعنی تدوین فقہ اور اس کے ذریعے سنن نبوی کے محفوظ کر دینے
کے ایک اصل الاصول کام میں مشغول ہوئے تھے جس کے مقابلہ میں کثرت تصانیف
یا کثرت روایت حدیث کا کام کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا تھا اس لیے ظاہر ہے کہ
ایک نہایت ہی اعلیٰ اور اہم کام چھوڑ کر وہ ایک ادنیٰ کام روایت حدیث
کا کس طرح اختیار کر سکتے جو بعض صورتوں میں بجائے خوبی کے ایک مذموم امر

خیال کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرات شیخین (ابوبکر و عمر) نے جو کچھ خدمت اسلام اور
مسلمانوں کی اصلاح کی ہے وہ ان صحابہ سے قدر و قیمت میں بدرجہا بڑھ کر ہے
جو صرف روایت کرنے میں مشغول رہے اور اسی وجہ سے حضرات شیخین سے بمقابلہ
دیگر ادنیٰ صحابہ کے حدیث کی روایت بہت ہی کم پائی گئی ہے اگر یہ کہو کہ امام مالک
و امام شافعی بھی تدوین فقہ میں مشغول ہوئے تھے پھر کیوں ان سے خارج میں احادیث
کی روایت ہوتی ہے اس کا جواب علامہ ابن حجر نے خود ہی مجملاً یہ دے دیا ہے
کہ اگرچہ تدوین فقہ کے قواعد و اصول امام ابوحنیفہؒ کے قائم کر دینے سے امام مالک
و شافعی کو اپنی تدوین فقہ میں بہت کم محنت کرنی پڑی ہے مگر تاہم ان سے بہ
نسبت دیگر محدثین کے جو صرف روایت کے لیے متفرغ تھے بہت کم احادیث
ظاہر ہوئی ہیں۔

دوسری وجہ امام ابوحنیفہؒ سے کثرت کے ساتھ حدیث ظاہر نہ ہونے کی یہ
ہے کہ حضرات شیخین بکثرت روایت احادیث کے بہت ہی مخالف تھے اور یہ خیال
ان کو رسول خدا کے اس ارشاد سے پیدا ہوا تھا جو آپ نے کفیٰ بالمرء کذباً
ان یحدث بکل ما سمع کے الفاظ سے فرمایا ہوا تھا جس پر حضرت
عمر تو صرف قلیل روایت کرنے کی تاکید ہی نہیں فرماتے تھے بلکہ وہ زیادہ روایت
کرنے والوں کو سزا تک دینے سے فرق نہ کرتے تھے اور حضرت صدیق نے اپنی جمع
کردہ احادیث کو جلا دیا تھا چنانچہ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۷ میں لکھا ہے
وقد کان عمر من وجلہ یخشی الصاحب علی رسول

۱؎ یعنی آدمی کو اتنا جھوٹ کفایت کرتا ہے کہ جو بات سنے اس کو بیان کر دے چونکہ
اکثر خبریں جھوٹ سے خالی نہیں ہوتی اس لیے اگر ہر بات کو بیان کر دے گا تو ضرور جھوٹا
ٹھہرے گا۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام۔

اللّٰہ علیہ وسلم یا مرھم ان یقلو الروایۃ عن نبیھم ولئلا یتشاغل الناس بالاحادیث عن حفظ۔ یعنی حضرت عمرؓ اس خوف سے کہ صاحب حدیث کہیں رسول خدا پر خطا نہ کر دے ان کو حکم دیا کرتے تھے کہ پیغمبر خدا سے کم روایت کیا کریں تاکہ مشغول ہو جائیں لوگ ساتھ احادیث کے حفظ کرنے سے۔ پھر منتخب میں ہے۔ عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرہ قلت لہ اکنت تحدث فی زمان عمر ھکذا فقال لو کنت احدث فی زمان عمر مثل ما احدثکم لضربنی بمخفقتہ۔ یعنی ابی سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ کیا آپ زمانہ عمرؓ میں بھی اس کثرت سے حدیث بیان کیا کرتے تھے کہا کہ اگر میں ان کے زمانہ میں اس کثرت سے حدیث بیان کرتا تو البتہ وہ مجھے اپنی چھڑی سے مضروب کرتے۔ عن سعید بن ابراھیم عن ابیہ ان عمر حبس ثلاثۃ ابن مسعود و ابا الدرداء و ابا مسعود الانصاری فقال قد اکثرتم الحدیث عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ یعنی سعید اپنے باپ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے تین صحابہ یعنی ابن مسعود ابا الدرداء و ابا مسعود الانصاری کو قید کیا اور فرمایا کہ تم کو یہ سزا اس لیے دی گئی ہے کہ تم نے رسول خدا سے بہت حدیث بیان کی ہیں۔ اور منتخب میں ہے۔ قالت عائشۃ جمع ابی الحدیث عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وکانت خمسمائۃ حدیث فبات لیلۃ یتقلب کثیرا قالت فغمنی فقلت اتتقلب لشکوی اولشی بلغک فلما اصبح قال ای بنیۃ ھلمی الاحادیث التی عندک فجئتہ بھا فدعا بنار فحرقھا

فتنها قال خشیت ان اموات وهی عندی فیکون
فیها احادیث عن رجل قد ائتمنته ووثقت ولم یکن کما
حدثنی فاکون قد نقلت ذاک فهذا لا یصح واللہ اعلم
یعنی حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ میرے باپ نے رسول خدا سے پانچ سو احادیث
جمع کی تھیں جو میرے پاس تھیں پس ایک دن جو آپ رات کو گھر میں آئے تو
ادھر اُدھر بہت پھرنے لگے میں نے مغموم ہو کر کہا کہ کیا آپ کو میری نسبت کوئی
شکایت پہنچی ہے جو آپ اُدھر پھرتے معلوم ہوتے ہیں جب صبح ہوئی تو فرمایا اے
میری بیٹی وہ احادیث جو تیرے پاس ہیں مجھے لا کر دے دے میں نے فوراً لا کر
دے دیں پھر آپ نے آگ مانگی اور ان کو جلا دیا اس پر میں نے کہا کہ آپ نے ان کو
کیوں جلا دیا ہے۔ فرمایا میں ڈرا ہوں اس بات سے کہ اگر میں مر جاؤں اور یہ احادیث
مجھے رہ جائیں اور ان میں کوئی ایسی حدیث کسی ایسے آدمی سے سنی ہوئی ہو جس کو میں نے
امانت دار اور معتبر سمجھا ہے اور اصل میں وہ حدیث ایسی نہ ہو جیسی کہ اس نے بیان کی ہے
پس اس حالت میں ایسی حدیث کا نقل کرنے والا ہونگا جو دراصل صحیح نہ ہو۔ دیکھو حضرات
شیخین رسول خدا سے احادیث کے روایت کرنے میں کس قدر محتاط تھے کہ صرف
ایک راوی کے درمیان میں پڑ جانے سے بھی ان کو رسول خدا سے حدیث کے
صحیح طور پر مروی ہونے کا احتمال رہتا تھا۔ حالانکہ صحابہ سب عادل اور مشہود لہ بالخیر
زمانہ کے صدر اول تھے پس چونکہ احادیث اقتدوا بالذین من
بعدی من اصحابی ابوبکر و عمر اور علیکم بسنتی وسنۃ
خلفاء الراشدین المهدیین الخ میں رسول خدا نے حضرات شیخین
کے تقلید اور اتباع کے جواب کا صریح طور پر حکم دیا تھا اس لیے امام ابو حنیفہؒ نے
روایت حدیث کے بارے میں بھی حضرات شیخین کے مسلک اور ان کی سنت سنیہ

کا اتباع کرکے بہ نسبت دیگر محدثین کے کم روایت کی ہے اور بکثیر حدیث اور کتابت حدیث کو پسند نہیں کیا۔

حیدرآبادی دوست نے یہ بالکل جھوٹ کہا ہے کہ اصول فقہ کے مدون امام شافعی صاحب تھے غالباً آپ کتب اسلامیہ سے بالکل نابلد ہیں ورنہ ایسا کبھی نہ لکھتے اور نہیں ہم بتائیں کہ علم شریعۃ واصول کے مدون کون تھے اگر اس بارہ میں کسی حنفی کتاب کا حوالہ دیں تو شاید تم نہ مانو۔ اس لیے ہم ایک شافعی المذہب بزرگ امام کی تصنیف سے ثابت کرتے ہیں کہ علم اصول کے مدون امام ابو حنیفہ تھے نہ شافعی رحمہ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی اپنی کتاب تبییض الصحیفہ صفحہ ۳۰ میں لکھتے ہیں۔ ھو اول من دوّن علم الشریعۃ ورتبہ ابواباً ثم تابعہ مالک بن انس فی ترتیب الموطا و لم یسبق ابا حنیفۃ احد لان الصحابۃ

لہ یہ حدیث صحیح ترمذی میں اس طرح پر مروی ہے۔ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی اصحابی ابوبکر وعمر واھتدوا بھدی عمار وتمسکوا بعھد ابن ام عبد ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیروی کرو تم میرے پیچھے میرے اصحاب سے ابوبکر اور عمر کی اور چلو تم ساتھ خصلت اور راہ عمار بن یاسر کے اور چنگل مارو ساتھ قول ابن ام عبد یعنی ابن مسعود کے۔

لہ یہ حدیث مشکوٰۃ باب الاعتصام میں سنن ابو داؤد اور مسند امام احمد سے بایں الفاظ منقول ہے۔ عن العرباض قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجھہ فوعظنا

موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها
القلوب فقال رجل يا رسول الله كأن هذه موعظة مودع
فأوصنا فقال أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة
وإن كان عبداً حبشياً فإنه من يعش منكم بعدي
فسيرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء
الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ
وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل
بدعة ضلالة۔ یعنی عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ ایک دن نماز پڑھی
رسول خدا ﷺ نے ساتھ ہمارے پھر مونہہ مبارک ہماری طرف کر کے ایسی خوب نصیحت
ہم کو کی کہ اس سے ہمارے آنسو نکل پڑے اور دل ڈر گئے پس ایک شخص نے
کہا یا رسول اللہ گویا یہ نصیحت وداع کرنے والے کی ہے پس کوئی آسان وصیت
کرو ہم کو۔ پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وصیت کرتا ہوں میں تم کو پرہیزگاری
اور خدا سے ڈرنے کی اور سننے حکم و فرمانبرداری احکام کی اگرچہ حاکم غلام حبشی ہی
کیوں نہ ہو کیونکہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا پس وہ دیکھے گا بہت اختلاف لوگوں
میں پس لازم پکڑو اپنے اوپر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین ہدایت یافتہ
کی سنت چنگل مارو ساتھ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کے اور سخت
دانت مارو اس سنت پر اور دور رکھو اپنے آپ کو بدعتوں سے کیونکہ ہر ایک
بدعت گمراہی ہے۔ والتابعين لم يضعوا في علم الشريعة
أبواباً مبوبة ولا كتباً مرتبة۔ یعنی امام ابو حنیفہؒ پہلے وہ شخص ہیں
جنہوں نے علم شریعت کی تدوین کی اور اس کے ابواب مرتب کئے پھر ان کے تابع مالک
بن انس کتاب موطا کی ترتیب دینے میں ہوئے اور امام ابو حنیفہؒ نے اس بارہ

میں کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے کیونکہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت میں کوئی کتاب
یا کتب کی ترتیب نہیں دی اور علامہ موفق بن احمد مکی نے اپنی کتاب کے جلد ۲ صفحہ
۲۲۵ میں لکھا ہے قال محمد بن الجعفر ابو یوسف صاحب
ابی حنیفۃ و اول من وضع الکتب فی اصول الفقہ علی مذہب
ابی حنیفۃ۔ یعنی محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف شاگرد امام ابی حنیفہ رح
ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم اصول فقہ میں امام صاحب کے مذہب پر کتابیں
لکھیں۔ لہٰذا جب یہ ثابت ہو گیا کہ علم شریعت و اصول فقہ کے مدون بھی امام ابوحنیفہ
تھے تو پھر حیدر آبادی کا یہ کہنا کہ علم اصول سے واقفی کی شرط امام صاحب میں پائی
نہیں جاتی سراسر ان کی جہالت کی دلیل ہے۔

اخیر میں حیدر آبادی نے جو بحوالہ مختصر یہ کہا ہے کہ مجتہد کے لیے تین یا پانچ لاکھ
احادیث کا جاننا ضروری ہے اول تو یہ تعداد تحقیقی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد کثرت
احادیث کی ہے جیسا کہ کشف الظنون کے صفحہ ۳۹۹ میں لکھا ہے ھذہ الاعداد
المذکورۃ لیست علی الحقیقۃ و انما المراد منہا معنی
الکثرۃ فقط۔ کیونکہ ۵ لاکھ احادیث کہاں ہیں اگر تمام جہاں کی احادیث جمع
کی جائیں تو ۲۵ ہزار حدیث بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکتیں حافظ جلال الدین سیوطی نے
تمام جہاں کی حدیث کی کتابوں سے احادیث کو نقل کر کے اپنی کتاب جمع الجوامع
میں بطور استیعاب جمع کیا تھا اور پھر اس جمع الجوامع سے ۹۵۰ ہجری میں حضرت
شیخ علی متقی نزیل مکہ مکرمہ نے ان احادیث کو ابواب فقہ پر مرتب کر کے اپنی کتاب
کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال میں جمع کیا ہے اور اپنی طرف سے کوئی حدیث
باقی رہنے نہیں دی اگر ان احادیث کو جن میں سب قسم کی احادیث صحیح حسن
ضعیف مرفوع موقوف۔ آثار صحابہ تابعین تبع تابعین بھی شمار کیا جاوے تو ان

کی تعداد تو بمشکل ۵۰ ہزار تک پہنچتی ہے جو بحذف مکررات و بکثرت کے صرف
۳۰-۴۰ ہزار ہی رہ جاتی ہے اور پھر ان میں احکامی احادیث حسب تصریح محققین
صرف تین ہزار ہی ہیں یا اس کے قریب جنکا مجتہد کو جاننا ضروری ہے باقی اخبار
قصص، فضائل، مواعظ وغیرہ وغیرہ ہیں اگر یہ کہو کہ امام بخاری وغیرہ محدثین نے
جو یہ کہا ہے کہ ہم نے ۵ یا ۶ لاکھ احادیث سے انتخاب کرکے اپنی اپنی صحیح کو
مرتب کیا ہے اگر اس قدر احادیث ان کو یاد نہیں تھیں تو پھر کیسے انہوں نے ایسا
کہا اس کا جواب سہل ہے کہ ایک ایک حدیث کے کئی کئی طرق ہوتے ہیں جن میں
بعض صحیح بعض حسن اور ضعیف باقسام ہوتے ہیں چنانچہ یہ امر ان لوگوں پر کہ جن کو
احادیث سے کچھ مس ہے پوشیدہ نہیں ہے پھر انہیں طرق کے اعتبار و شمار پر متواتر
مشہور، احاد، عزیز، غریب کا اطلاق احادیث پر کیا جاتا ہے سب اگر انہیں طرق
کی برکت سے ۳۰-۴۰ ہزار سے زیادہ نہیں ہے ورنہ زیادہ کے مدعی ثابت کر
دکھلائیں جس کا بار ثبوت ان کے ذمہ ہے۔ دوم ۵ لاکھ حدیث کی تعداد مجتہد
کے لیے نہیں ہے بلکہ اس محدث کے لیے ہے جو بلا اجتہادی طاقت اور اس کی مدد
کے صرف روایت کے زور پر وعلم پر احادیث و آثار اور قضایائے صحابہ و تابعین
وغیرہ سے جو سب حدیث کی تعریف میں داخل ہیں فتوے دینا چاہے جیسا کہ
امام احمد کے جوابی قول مندرجہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۵۵ سے ظاہر ہے
اور مطلب ان کا یہ ہے کہ شرعی مسائل میں فتویٰ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے اور
اس کے لیے روایات اور معلومات کا بہت ذخیرہ مفتی میں موجود ہونا چاہیے یہی
امام احمد کی تصریح مذکورہ دراصل آپ لوگوں کی تردید اور تنبیہ میں واقع ہوئی
ہے جن کو خیال ہی یہ ہے کہ جس کے پاس صرف قرآن مجید اور سنن ابوداؤد ہو تو
اس کو تمام دین کے مسئلوں کے لیے کافی ہے" دیکھو اخبار اہلحدیث یکم جنوری

۱۹۰۹ء صفحہ ۶ -

وہابی

ایک وقت امام شافعیؒ اور محمد بن حسن شاگرد ابو حنیفہؒ میں جھگڑا مباحثہ ہوا کہ ابو حنیفہؒ زیادہ عالم ہے یا امام مالکؒ اس مباحثہ میں امام شافعیؒ نے کہا کہ محمد تمہیں قسم خدا کی تم ہی بیان کرو کہ کون قرآن میں عالم ہے تو امام محمد نے کہا اللھم صاحبکم (تمہارے صاحب امام مالکؒ) پھر شافعیؒ نے کہا محمد قسم خدا کی بتلاؤ سنت میں کون زیادہ عالم۔ محمد نے کہا اللھم صاحبکم یعنی امام مالک اس کے بعد امام شافعیؒ نے کہا کہ اب قیاس باقی رہا سو قیاس کوئی چیز نہیں۔ یہ حکایت چند کتب تواریخ وطبقات میں مفصل ہے کتب متقدمین میں غور کرنے سے یہ تمیز نکلتا ہے کہ علم شافعیؒ کا امام مالکؒ سے اور علم امام احمدؒ کا شافعیؒ سے اور علم امام بخاریؒ کا ان سب سے زیادہ تھا مگر امام ابو حنیفہؒ اس درجہ میں بہت کم رہے باقی ذکرہ۔

حنفی

وہابی دوست نے اس مکالمہ کی کوئی سند نہیں بتائی کہ کس کتاب میں مذکور ہے صرف زبان سے کہہ دینا کہ چند کتب تواریخ وطبقات میں یہ حکایت مفصل ہے کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ ان چند میں سے کسی ایک کا ہی نام لکھ دیا ہوتا اگر آپ یہ کہیں کہ تاریخ ابن خلکان میں یہ مکالمہ درج ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خان نے اتحاف النبلاء میں تاریخ ابن خلکان کا حوالہ دیا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ ابن خلکان میں اس قصہ کا ہونا کوئی دلیل اس کی سچائی کی نہیں ہو سکتی کیونکہ اول تو مصنف ابن خلکان قاضی شمس الدین ابی العباس احمد بن محمد ساتویں صدی کے مؤرخ تھے جنہوں نے ۶۵۴ھ میں اس کتاب کو لکھا اور اس میں بعض ایسی منہ زبانی افواہ کی باتیں سنی سنائی بھی لکھ دیں جو کسی کتاب میں پائی نہ گئی تھیں جیسا کہ کشف الظنون کے صفحہ ۶۲۸ میں لکھا ہے فقصد فیہ ترتیب علی حروف المعجم

چنانچہ یہ قصہ بھی جو ابن خلکان نے اس طرح پر لکھا ہے قال الشافعی قال لی
محمد بن حسن ایھما اعلم صاحبنا ام صاحبکم الخ ثابت
ہوتا ہے کہ صرف سنا سنایا لکھ دیا ہے اور اس کی کوئی سند بیان نہیں کی کہ کس راوی
نے یہ مکالمہ امام شافعیؒ و امام محمدؒ کا روایت کیا ہے پس جب کہ اس کی کوئی سند ہی نہیں
ہے تو پھر چار سو برس کے زمانہ کے پہلے کا حال بلا سند صرف اتنی بات پر کہ فلاں کتاب
میں لکھا ہوا ہے کس طرح قابل اعتبار ہو سکتا ہے دوم اس قصہ کی بے اعتباری اس
سے بھی ظاہر ہے کہ سوال کی ابتداء امام محمد سے ہوئی ہے اور چونکہ امام محمدؒ بعد
امام ابوحنیفہؒ کے تین سال امام مالکؒ کی شاگردی میں رہ کر دونوں کے مبلغ علم
کا خوب موازنہ حاصل کر چکے ہوئے تھے اس لیے ان کو اپنے شاگرد امام شافعی
سے جو صرف امام مالکؒ کے ہی مبلغ علم سے بوجہ ان کی شاگردی کے واقف تھے
امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ کے علم کے موازنہ کا سوال کرنا بالکل بے معنی بلکہ سراسر خلاف
عقل ونقل تھا سوم اس قصہ کا اگر کچھ بھی اصل ہوتا تو ائمہ اربعہ کی کتب مناقب
میں سے کسی کتاب میں تو ضرور اس کا کچھ نشان پایا جاتا اور یہ عجیب بات ہے
کہ اصحاب مناقب تو اس قصہ سے بالکل ساکت رہیں اور ایک امام مورخ جو
رطب ویابس کا جامع ہو اس قصہ کو بیان کر دے اور پھر طرفہ تر یہ کہ کوئی سند
بھی ساتھ بیان نہ کرے چہارم یہ قصہ ائمہ مجتہدین محدثین کی مندرجہ بالا وہم شہادتوں
خصوصاً شہادت نمبر سوم کے بالکل منافی ہے جس میں حضرت ابن مبارک محدثین
کے پیشوا جنہوں نے بوجہ شاگردی امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ کے دونوں کا زمانہ خوب
دیکھا ہوا تھا اور ہر دو کے مبلغ علم کا موازنہ عینی کیا ہوا تھا۔ امام ابوحنیفہ کی فضیلت
پر اس طرح شہادت دیتے ہیں۔ لیس احدٌ احق ان یقتدی
بہ من ابی حنیفۃ لانہ کان اماماً تقیاً ورعاً

عالماً فقیہاً کشف العلم کشفاً لم یکشفہ احد ببصرہ وفہم وفطنۃ وتقیٰ۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اس کی تقلید کی جاوے کیونکہ وہ ایک امام متقی، متورع، عالم، فقیہ تھے جیسا کہ انہوں نے علم کو اپنی بصارت، فہم، ادراک اور اتقاء سے کھولا ہے ایسا کسی نے نہیں کھولا۔ دیکھو ابن مبارک کس قدر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی عظمت وافضلیت ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک کوئی بھی مذہب بجز امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے اقتداء وتقلید کا زیادہ تر مستحق نہیں ہے پس اس شہادت اور نیز دیگر محدثین وعلمائے کرام کی شہادتوں کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ محققین نے مذاہب اربعہ میں سے صرف امام ابوحنیفہؒ اور ان کے مذہب کو ہی ترجیح دی ہے چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ کے صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے۔ عن الامام شمس الدین محمد بن العلاء البابلی الشافعی وکان قد وصف بالحفظ والاتقان انہ کان یقول اذا سئلنا عن افضل الائمۃ نقول ابو حنیفۃ۔ یعنی امام شمس الدین محمد بن العلاء بابلی شافعیؒ جو حفظ واتقان سے موصوف تھے فرماتے تھے کہ جب کوئی ہم سے پوچھے گا کہ ائمہ میں سے افضل کون ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ ابوحنیفہؒ افضل ہیں۔ انصاف ہو تو ایسا ہی ہو کہ باوجود شافعی المذہب ہونے کے افضلیت کا سوال ہونے پر امام ابوحنیفہؒ افضل ہیں انصاف ہو تو ایسا ہی ہو کہ باوجود شافعی المذہب ہونے کے افضلیت کا سوال ہونے پر امام ابوحنیفہؒ کو ہی افضل بتایا جاتا ہے اور اصل واقعہ کو چھپایا نہیں جاتا ایسے ہی کشف الظنون کے صفحہ ۲۰۱ میں مذاہب اربعہ کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح پر لکھا ہے۔ قال صاحب مفتاح السعادۃ والمذاھب الشھیرۃ التی تلقتھا العقول بالصحۃ ھی المذاھب الاربعۃ

للائمة الاربعة ابی حنیفة ومالك والشافعی واحمد
بن حنبل ثم الاحق والاولى من بينها مذهب ابی حنیفه
رحمه الله تعالى لانه المتميز من بينهم بالاتفاق
والاحكام وجودة القريحة وقوة الرأى فى استنباط الاحكام
وكثرة المعرفة بالكتاب والسنة وصحة الرأى فى علم الاحكام
الى غير ذلك لكن ينبغى لمن يقلد مذهباً معيناً فى الفروع
ان يحكم بان مذهبه صواب ويحتمل الخطاء قطعاً يعنی
صاحب مفتاح السعادت نے لکھا ہے کہ مذاہب مشہور جن کی صحت کو عقول
نے قبول کیا ہے چار ہیں جو چاروں امام ابی حنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ و احمد بن حنبل کے
ہیں پھر ان میں سے بہت حق اور بہتر مذہب ابو حنیفہؒ کا ہے کیونکہ ان میں سے
اتفاق و احکام اور سب کے پہلے عمدہ اخراج مسائل اور استنباط احکام میں قوت رائے
اور کتاب و سنت کے ساتھ اکثر معرفت اور علم احکام میں صحت رائے کی وجہ سے
ممتیز ہے لیکن اس شخص کو جو کسی مذہب معین کا فروع میں مقلد ہو لائق ہے کہ اپنے
مذہب اختیار کردہ کو صواب محتمل الخطاء سمجھے اور دوسرے مذہب کو خطا محتمل
الصواب جانے اور اعتقادیات میں اپنے مذہب اختیار کو قطعی حق اور دوسرے
کو قطعی خطا سمجھے اسی طرح علامہ عمر بن محمد بن سعید موصلی نے خاص ترجیح مذہب
امام ابو حنیفہؒ میں ایک الانتصار نامی لکھ کر اس میں ثابت کیا ہے کہ مذہب صحیح
یہی ہے جیسا کہ کشف الظنون کے صفحہ ۱۱۲ میں لکھا ہے۔ الانتصار والترجیح
للمذهب الصحيح لعمر بن محمد بن سعيد الموصلى المتوفى سنة عنى به مذهب ابى
حنيفة رحمه الله تعالى۔

اب حیدرآبادی کا ایک کتب متقدمین میں غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے

علم شافعی کو امام مالک سے اور امام احمد کا شافعی سے اور علم امام بخاری کا ان
سب سے زیادہ تھا مگر اس کی خوش فہمی ہے ورنہ متعصبین محدثین تو امام احمد وغیرہ
کو امام ابو حنیفہ تو ایک طرف رہے آپ کے اصحاب و شاگردوں کے ہی مقابلہ میں
اہل علم قرار نہیں دیتے بلکہ صرف ایک دوا فروش سمجھتے ہیں جیسا کہ کتاب امام موفق
جلد ۱ صفحہ ۴۲ میں مذکور ہے۔ عن[ل] محمد بن سعد ان سمعت
من حضر یزید بن هارون وعنده یحیی بن معین
وعلی بن المدینی واحمد بن حنبل وزهیر بن حرب و
جماعة آخرون اذ جاءه مستفت فسأله عن مسئلة فقال
له اذهب الی اهل العلم قال فقال له ابن المدینی الیس اهل
العلم والحدیث عندک قال اهل العلم اصحاب ابی حنیفة و
انتم صیادلة۔ دیکھو جب کہ امام المحدثین یزید بن ہارون امام احمد اور علی
بن مدینی کو جو استاذ امام بخاری ہیں اور جن کی نسبت خود امام بخاری نے کہا
ہے کہ بجز ابن مدینی کے اور کسی استاد کے پاس اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھا اور
حنبل صاحب قریب اپنے زمانہ کے وہ بڑے عالم اور امام تھے امام ابو حنیفہ کے
اصحاب کے مقابلہ میں ہی اہل علم اور قابل فتویٰ نہیں سمجھتے تو پھر آپ کا قول پھرتا

ل یعنی محمد بن سعدان سے روایت ہے کہ میں نے اس شخص سے جو یزید بن ہارون
کی مجلس میں حاضر تھا سنا ہے کہ ان کی اس مجلس میں یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی اور احمد بن حنبل
اور زہیر بن حرب اور بہت سے علماء کی جماعت بیٹھی تھی کہ آپ یعنی یزید بن ہارون کے
پاس کوئی شخص مسئلہ پوچھنے آیا آپ نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس جاؤ اس پر ابن مدینی
نے کہا کہ کیا آپ کے پاس اہل علم حدیث بیٹھے ہوئے نہیں ہیں فرمایا کہ اہل علم تو امام ابو حنیفہ
کے اصحاب ہیں اور آپ لوگ صرف دوا فروش ہیں۔

مزبڑی بات خود امام ابوحنیفہؒ پر بھی امام احمد اور امام بخاری کو ترجیح دینا اور
امام بنانا سرسیا انصاف اور راستی کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے سچ تو یہ ہے
کہ طبیبوں کو ادنیٰ اور دوا فروشوں کو اعلیٰ قرار دینا آپ کا ہی کام ہے۔ ایں کار از
تو آید و مرداں چنیں کنند۔

وہابی اب یہ دیکھئے کہ امام ابوحنیفہؒ کو کتنی احادیث یاد تھیں اور کتنی نہیں
ابن خلدون نے نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے سترہ حدیث مثل اس کی
روایت کی ہیں اور احمد ابن حنبل جب شافعیؒ سے ملے تو شافعی نے کہا جاء ناصر
الحدیث پھر شافعیؒ نے جو ایک امام ہیں ائمہ اربعہ سے کہا من
علم الحدیث قوت حجتہ فان اباحنیفہ انت بضاعتہ من
علم الحدیث مزجاۃ۔ ناظرین یہ کچھ قول بخاریؒ مسلمؒ کا نہیں۔ یہ ائمہ اربعہ
میں سے ایک امام شافعیؒ کا قول ہے۔ علی بن عبداللہ مدینی نے کہا ابوحنیفہ
نے پچاس حدیثیں روایت کی ہیں سب میں خطاء و لغزش ہے ابوبکر بن داؤد
نے کہا کل ڈیڑھ سو حدیث امام ابوحنیفہؒ نے روایت کیا ہے نصف میں غلطی
واقع ہوئی۔ ابن الجوزی نے کتاب المنتظم میں ان سب اقوال کو نقل کیا ہے

حنفی وہابیوں کی حضرت امام الائمہؒ کی نسبت یہ بڑی بھاری جرح
ہے جس کو وہ ہر موقع پر پیش کیا کرتے ہیں اور انہی کی کاسہ لیسی
کر کے حیدرآبادی نے بھی اس کو پیش کیا ہے اس لیے ہم اس پر پوری روشنی
ڈال دیتے ہیں سو واضح ہو کہ امام صاحب کا حافظ الحدیث ہونا ہم بہ تفصیل
ثابت کر چکے ہیں اور یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کے مشائخ جن سے آپ
نے حدیث کی روایت کی ہے تعداد میں چار ہزار ہیں اور آٹھ سو سے زیادہ آپ
کے وہ شاگرد ہیں جنہوں نے آپ سے حدیثیں سنیں اور ان میں سے صرف ایک

عبداللہ بن یزید مقری نے آپ سے ۹۰۰ احادیث سنیں اس کے علاوہ قطع نظر امام ابوحنیفہؒ کی ان پندرہ مسانید کے جن میں سے چار تو آپ کے خاص شاگردوں نے آپ سے بلاواسطہ احادیث سن کر جمع کی ہیں جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا، اگر امام ابوحنیفہ کے تلامذہ کی صرف دیگر تصانیف مثل امام محمد کی موطا و کتاب الآثار و کتاب الحجۃ و سیر کبیر اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج و امالی وغیرہ کو دیکھا جاوے تو ان میں صدہا احادیث و آثار امام ابوحنیفہؒ سے بسند صحیح متصل مروی ملیں گے اور نیز مصنف ابن ابی شیبہ (استاذ امام بخاری) مصنف عبدالرزاق۔ تصانیف دار قطنی، تصانیف حاکم، تصانیف بیہقی۔ معاجم ثلاثہ طبرانی۔ تصانیف طحاوی مثل معانی الآثار اور مشکل الآثار وغیرہ کو دیکھو کہ ان میں کس قدر روایات بسند متصل امام ابوحنیفہؒ کے ذریعہ سے موجود ہیں جس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کس قدر احادیث پر حاوی تھے۔ پھر کون شخص ہے جو ایک صاحب المذہب جلیل الشان امام ابوحنیفہؒ کی نسبت یہ گمان کر سکے کہ ان کو صرف سترہ یا پچاس یا ڈیڑھ سو حدیث یاد تھیں یا حق کے دشمن متعصب وہابی نے صداقت کا خون کر کے جو اقوال اس بارہ میں پیش کئے ہیں کہ امام صاحب کو کتنی حدیث یاد تھیں ان میں سخت تناقض ہے ایک قول میں سترہ دوسرے میں پچاس تیسرے میں ڈیڑھ سو۔ ببین تفاوت راز کجاست تا بکجا ایسے بے اصل متناقض الاقوال کو معرض استدلال میں پیش کرنا اہل انصاف کے نزدیک سراسر رسوائی حاصل کرنا ہے۔ ابن خلدون کی عبارت میں صریح غلطی ہے کیونکہ روایت عقلاً و نقلاً غلط ہے اس پر بدون سخت متعصب شخص کے کون اعتبار کر سکتا ہے مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے تذکرۃ الراشد میں صفحہ ۲۲۴ سے صفحہ ۲۲۸ تک اس پر مفصل بحث کر کے وہ دلائل سے اس کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن خلدون کی عبارت کے سیاق و سباق سے ہی اس کا غلط ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ

ابن خلدون نے پہلے اس طرح پر لکھا ہے۔ وقد تقول بعض المبغضين المتعصبين الی منهم من كان قليل البضاعة فی الحديث فلهذا قلت روايته ولاسبيل الی هذا المعتقد فی کبار الائمه لان الشريعة انما تؤخذ من الكتاب والسنة۔ یعنی بعض دشمن متعصبوں نے جو اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ائمہ میں سے جو حدیث میں قلیل بضاعت ہے اسی لئے اس سے قلیل روایت ہوتی ہے اس اعتقاد کی ائمہ کبار مجتہدین کے حق میں کوئی سبیل نہیں کیونکہ احکام شرعیہ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں پس جب تک قرآن وحدیث میں معرفت تامہ حاصل نہ ہو احکام شرعیہ کا ان سے کیونکر اخراج ہو سکتا ہے اور پھر اس کے بعد لکھا ہے والامام ابو حنيفة انما قلت روايته لما شدد فی شروط الرواية والتحمل

نہ روایت وتحمل حدیث کی نسبت امام ابو حنیفہؒ کی یہ شرط تھی کہ حدیث کو صرف اس محدث کا روایت کرنا لائق ہے جس کو اس نے روز سماعت سے لے کر روایت کے دن تک بعینہ خوب یاد رکھا ہو جس کا ماحصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ جمہور محدثین کے برخلاف روایت بالمعنی کو جائز نہیں رکھتے حالانکہ یہ شرط آپ کی آنحضرتؐ کے اس قول سے ماخوذ ہے جو ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں ابن مسعود سے اس طرح مروی ہے نضر الله عبدا سمع مقالتی فحفظها ووعاها واداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الی من هو افقه منه۔ یعنی تازہ کرے اس آدمی کو کہ سنا کہنا میرا اور یاد رکھا اس کو اور ہمیشہ یاد رکھا اس کو اور پہنچایا اس کو جیسا کہ سنا تھا پس بعض اٹھانے والے حدیث کے فقیہ نہیں ہوتے اور بعض اٹھانے والے حدیث کے فقیہ نہیں ہوتے اور بعض اٹھانیوالے حدیث کے وہ اس شخص کو پہنچاتے ہیں جو زیادہ فقیہ ہوتا ہے مطلب یہ کہ بعض یاد رکھنے والے حدیث کے خود سمجھ

وضعف روایة الحدیث الیقینی اذا عارضها الفعل النفسی و
قلت من اجلها روایة فقل حدیثه لا انه ترک روایة
الحدیث معتمد افحاشاه من ذالک و یدل علی
انه من کبار المجتهدین فی علم الحدیث اعتماد مذھبه
بینھم والتعویل علیه و اعتباره رداً و قبولاً و اما غیره من
المحدثین ۔ وھم الجمهور فتوسعوا فی الشروط و کثر حدیثهم
والکل عن اجتهاد وقد توسع اصحابه من بعده فی
الشروط فکثرت روایتهم وروی الطحاوی فاکثر و کتب
مسنده ۔ یعنی امام ابوحنیفہ سے اس لئے قلیل روایت ہوئی کہ انہوں نے
روایت اور اس کے تحمل کے بارہ میں سخت قیدیں لگائیں اور حدیث یقینی
کو جب کہ اس کو فعل نفسی معارض ہو ضعیف سمجھا نہ یہ کہ معاذ اللہ انہوں نے

نہیں رکھتے اور بعض سمجھ رکھتے ہیں لیکن جس کے آگے بیان کی وہ زیادہ سمجھ رکھتا ہے
پس چاہیے کہ جیسی سنی ہے اس کو پہنچا دے تاکہ جس کو پہنچائی ہے وہ اس کا مطلب
سمجھے جو اس پہنچانے والے نے نہیں سمجھا مگر دیگر جمہور محدثین نے برخلاف صریح
مفہوم اس حدیث کے مسموعہ احادیث کے بعینہ الفاظ یاد رکھنے اور ان کے ویسے
کے ویسے ہی ادا کرنے کی کوئی شرط نہیں رکھی بلکہ روایت کے بارہ میں یہاں تک
وسعت دی ہے کہ اگر راوی صرف حدیث کا مطلب ہی اپنی الفاظ میں بیان کر دے
تو اس کی وہ روایت مقبول ہے چنانچہ اسی لیے صحاح ستہ ہی میں ہزاروں احادیث
بامعنی مروی پائی جاتی ہیں جن کے الفاظ ایک دوسرے سے ہرگز نہیں ملتے صرف
ان کا مطلب ملتا ہے اور یہ امر صحاح ستہ کے ناظرین پر مخفی نہیں ہے ۔

حدیث کی روایت کو عمداً چھوڑ دیا اور قوی دلیل ان کے علم حدیث میں بڑے مجتہد
ہونے پر یہ ہے کہ جملہ مجتہدین و محدثین ان کے اقوال پر اعتماد کرتے ہیں اور جب
مجتہدین کے اقوال سے بحث کرتے ہیں تو ان کے اقوال سے بھی خواہ بطور رد
کے خواہ بطور قبول کے بحث کرتے ہیں اور سوائے ان کے اور جمہور محدثین نے
رواۃ کے بارہ میں وسعت دی ہے اور آسان قیدیں لگائی ہیں جس کے باعث
ان سے حدیث کی زیادہ روایت ہوئی اور ہر ایک نے ایسی قیدیں و شرطیں اجتہاد
سے مقرر کیں بلکہ خود تلامذہ امام ابوحنیفہؒ نے ان کے بعد شروط میں وسعت دی اور کثرت
کے ساتھ ان سے روایت ہوئی چنانچہ امام طحاوی حنفی نے بہت روایتیں حدیث کی
کیں اور ایک مسند روایات ابوحنیفہؒ کی لکھی۔ دیکھو ان ہر دو عبارتوں سے ابن خلدون
کا صاف یہ مطلب نکلتا ہے کہ بعض متعصب لوگ جو امام کبیر پر قلیل الروایت
ہونے کی وجہ سے ان کو قلیل البضاعت خیال کرتے تھے یہ محض ان کا افترا ہے
کیونکہ شریعت قرآن و سنت سے ہی اخذ کی جاتی ہے اور جو شخص حدیث میں قلیل
البضاعت ہو وہ کیسے احادیث سے احکام شریعت کا استنباط کر سکتا ہے خصوصاً
امام ابوحنیفہؒ علم حدیث میں بڑے مجتہد تھے لیکن حدیث کی جو ان سے قلیل روایت
ہوئی ہے تو اس کا یہ سبب ہرگز نہیں تھا کہ وہ حدیث میں قلیل البضاعت تھے
بلکہ انہوں نے اپنے کمال ورع کی وجہ سے روایت اور اس کے تحمل کے بارہ میں
سخت قیدیں لگائی تھیں اور حدیث نقلی کو جب کہ اس کو فعل نفسی معارض ہو
ضعیف سمجھا تھا جس سے ان سے کم روایت ہوئی لیکن جن محدثین نے روایت کے
بارہ میں آسان قیدیں لگائیں ان سے حدیث کی زیادہ روایت ہوئی جب ابن
خلدون کا امام ابوحنیفہؒ کی نسبت یہ حسن اعتقاد معلوم ہو گیا کہ وہ امام موصوف کو کبار
مجتہدین فی الحدیث سے سمجھتا ہے اور قلیل البضاعت سمجھنے والوں کی بڑے شد و مد

سے تردید کرتا ہے تو اب اس کا ان کی روایات کی نسبت سبعۃ عشر لکھنا صاف اثبات پر دال ہے کہ خود اس کے یا ناقل کے سہو سے بجائے سبعمائۃ کے ..... ء کے سبعۃ عشر لکھا گیا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسانید اور ان کے تلامذہ کی تصانیف اور دیگر محدثین کی کتب حدیث میں جو ان کی روایات مروی ہوتی ہیں تو ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے پس اس کی تطبیق کے لیے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں ہو سکتا کہ لفظ سبعۃ عشر کو سہو مصنف یا ناقل پر محمول کیا جاوے دوم خود ابن خلدون نے امام کو کل سترہ حدیث پہنچنے پر اعتبار نہیں کیا بلکہ اس کو اٹکل پچو اس طرح پر لکھا ہے۔ یقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثا او نحوھا اور جب کہ لفظ یقال وہ خود ہی اس کی ضعف کی طرف اشارہ کرتا اور نحوھا کے لفظ سے سترہ کی تعداد میں شک ظاہر کرتا ہے تو پھر بمقابلہ اقوال اہل ثقات کے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے حافظ الحدیث ہونے کی شہادت دیتے ہیں اس صریح قول ضعیف اور اٹکل پچو پر اعتبار کر لینا بالکل دانائی کے برخلاف ہے سوم اگر فرض کر لیا جائے کہ ابن خلدون نے عمداً اور معتبر خیال کر کے ایسا لکھا ہے تو بھی اس کا یہ قول بمقابلہ ان کبار محدثین کے جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ ابن خلدون اگرچہ امور تاریخیہ میں بڑا ماہر تھا لیکن اس کو علوم شرعیہ اور فن حدیث میں کچھ مداخلت نہ تھی چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب ضوء لامع میں لکھا ہے سئل عنہ الکرکی فقال عری عن العلوم الشرعیۃ لہ معرفۃ فی العلوم العقلیۃ۔ یعنی ابن خلدون کی نسبت جو امام کرکی سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ شرعی علوم سے عاری تھا صرف عقلی علوم میں اس کو دخل تھا۔ پھر ایسے شخص کا کیا اعتبار جو علوم شرعیہ سے عاری ہو حالانکہ کسی ایسے محدث معتبر سے جو علم روایات حدیث وغیرہ میں ماہر

اور کتب حدیث سے واقف ہوتا ایسا قول صادر ہوتا تو البتہ اس کا کچھ لحاظ ہو سکتا تھا بیچارہ ابن خلدون جس نے حدیث کو بنظر غور نہیں دیکھا کیا جانے کہ امام اعظم کی کس قدر روایات کتب حدیث میں موجود ہیں بلکہ وہ تو خود اپنی تاریخ کے ابتداء میں مقر ہے کہ امور تاریخیہ اور حکایات منقولہ میں غلطیوں کا واقع ہونا اغلب ہے پس ان کو پہلے میزان عقل سے وزن کرنا چاہیے اور جو بات براہین قطعیہ عقلیہ و نقلیہ کے مخالف ہو اس کو رد کر دینا چاہیے۔

حضرت امام شافعی کی نسبت یہ محض افتراء ہے کہ انہوں نے امام صاحب کی نسبت کہا کہ کانت بضاعتہ من علم الحدیث مزجاۃ۔ چنانچہ اول تو معترض اس کے اثبات کا کوئی حوالہ نہیں دے سکا کہ امام شافعی کا یہ قول اس نے کس کتاب سے نقل کیا ہے اور پھر امام شافعیؒ سے اس قول کو کس راوی نے روایت کیا ہے دوم جب کہ ائمہ ثلاثہ کی شہادتوں میں بروایت ثقات امام ابو حنیفہؒ کی نسبت امام شافعی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ "فقہ میں تمام فقہاء امام ابو حنیفہؒ کے وظیفہ خوار ہیں اور جو شخص امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہیں علم میں تبحر اور فقیہ نہیں ہو سکتا اور مجھ کو علم فقہ صرف امام کے شاگردوں کے ہی طفیل حاصل ہوا ہے"۔ تو پھر ایک جنسی سے غبی آدمی بھی فوراً یہ سمجھ سکتا ہے کہ وہ امام صاحب کی نسبت ایسی بے سروپا بات کیسے کہہ سکتے تھے جو نہ خود ان کے اپنے عندیہ کے ہی منافی تھی بلکہ ایک جم غفیر فقہاء و محدثین کی شہادتوں کے صریح برخلاف تھی جس سے ثابت ہے کہ یہ صرف یار دشمنوں اور حاسدان امام ہمام کی من گھڑت ابن جوزی ۵۹۷ھ نے کتاب منتظم میں بے شک علی بن مدینی اور ابو بکر بن داؤد کے اقوال کو نقل کیا ہے مگر چونکہ یہ اول درجہ کا متعصب شخص تھا اور امام ابو حنیفہؒ کی نسبت اس کو کمال درجہ کی مذہبی عداوت تھی اس لیے اس کی جرحوں پر کوئی اعتبار نہیں کیا گیا چنانچہ اس لیے کتاب منتظم وغیرہ میں جو امام پر جرح

کی نسبت اس نے لوگوں کی جرحیں بیان کی تھیں ان کی تردید اور امام ہمام کی حمایت میں خود اس کے پوتے علامہ ابی المظفر یوسف بن عبداللہ المعروف بہ سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ نے کتاب انتصار الامام ائمۃ الامصار دو جلد میں لکھ کر اپنے دادا کی خوب خبر لی اور ان کے اعتراضوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور یہ امر امام ابوحنیفہؒ کی کرامت میں داخل ہے کہ خداوند جل و علا نے ابن جوزی متوفی ۶۵۴ نے کتاب انتصار الامام ائمۃ الامصار دو جلدیں لکھ کر اپنے دادا کی خوب خبر لی اور اس کے اعتراضوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور یہ امر امام ابوحنیفہؒ کی کرامت میں داخل ہے کہ خداوند جل و علا نے ابن جوزی کے اعتراضات کی تردید خود اس کے پوتے ہی سے کرائی اس شخص کو صرف امام ابوحنیفہ ہی سے بغض نہ تھا بلکہ صوفیائے کرام خصوصاً حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کا بھی یہ بڑا بھاری دشمن تھا چنانچہ ان کی مخالفت میں اس نے ایک کتاب تلبیس ابلیس نام لکھی تھی جس کے مطالعہ سے علمائے وقت نے لوگوں کو منع کر دیا تھا علاوہ اس کے احادیث کے راویوں کی نسبت ایسا متشدد و سخت گیر تھا کہ اس نے اپنی کتاب موضوعات میں صحاح ستہ کی بہت سی صحیح احادیث کو بھی ان کے راویوں کی تھوڑی سی تھوڑی جرح پر موضوع قرار دے دیا اور مسند امام احمد میں ۳۸ احادیث پر وضع کا حکم لگایا جس کے تدارک کے لیے حافظ جلال الدین سیوطی نے کتاب تعقبات سیوطی علی موضوعات ابن جوزی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد لکھیں اور اس کے تعصب اور اس کی بیجا کارروائی کی خوب ہی خبر لی۔ پس ایسے شخص کی منقولہ جرح کو اگر امام ابوحنیفہ رح کی نسبت آپ معتبر سمجھتے ہیں تو لازم ہے کہ آپ پہلے صحاح ستہ میں بھی موضوع احادیث کا موجود ہونا تسلیم کریں۔ ابن عدی کی جو روایت ابن جوزی نے لکھی ہے وہ بالکل بہتان محض ہے کیونکہ ابن عدی نے جن شیوخ سے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کی بابت

دی ہے چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے۔ قال الامام علی بن المدینی ابوحنیفۃ روی عنہ الثوری و ابن المبارک وحماد بن زید و ہشام ووکیع و عباد بن العوام وجعفر بن عون وھو ثقۃ لاباس بہ یعنی امام علی بن مدینی نے کہا ہے کہ ابوحنیفہؒ سے سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک وغیرہ محدثین نے روایت حدیث کی ہے اور وہ ثقہ ہے۔ دیکھو علی بن مدینی تو امام صاحب کی ثقاہت کی شہادت دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین نے ان سے روایت حدیث کی ہے اور ابن جوزی جیسا متعصب شخص برخلاف اس کے ابن مدینی کا یہ قول بیان کرتا ہے کہ امام صاحب نے صرف پچاس حدیث کی روایت کی ہے سب میں خطا کی۔ الغرض اسی طرح دیگر ائمہ حدیث نے بھی امام صاحب کی توثیق کی شہادت دی ہے چنانچہ امیرالمومنین نے بھی امام صاحب کی توثیق کی شہادت دی ہے چنانچہ امیرالمومنین شعبہ نے آپ کی نسبت یوں کہا ہے۔ کان واللہ حسن الفہم جید الحفظ حتی شنعوا علیہ بما ھو اعلم بہ منھم واللہ سیلقون عند اللہ وکان کثیر الترحم علیہ۔ خیرات الحسان صفحہ ۳۴، نیز خیرات الحسان کے صفحہ ۳۵ میں ہے۔ وسئل یحیی بن معین احدث سفیان عنہ قال نعم

لہ یعنی خدا کی قسم امام ابوحنیفہؒ نہایت تیز فہم اور تیز حافظ تھے لوگوں نے ان پر ایسی باتوں کی بنا پر طعن کیا جن کو ان سے وہ زیادہ جاننے والے تھے آخر انہوں نے خدا سے ملنا ہے یعنی بدگوئی کا بدلہ اس وقت ملے گا اور شعبہ بڑا رحم امام ابوحنیفہؒ پر کرتے تھے۔

لہ یعنی یحیی بن معین سے پوچھا گیا کہ کیا ابوحنیفہؒ سے سفیان ثوری نے حدیث روایت کی ہے فرمایا کہ ہاں روایت کی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ابوحنیفہؒ فقہ و حدیث میں ثقہ صدوق اور اللہ کے دین پر مامون تھے۔

کان ثقة صدوقاً فی الفقه والحدیث مامونا علی دین اللہ
الیا ہی تہذیب الکمال میں حافظ ابوالحجاج مزی رہ جو امام فن رجال ہیں لکھتے ہیں۔
قال محمد بن سعد العوفی سمعت یحیٰی بن معین
یقول کان ابوحنیفة ثقة فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظ
ولا یحدث بما لا یحفظ۔ وسئل صالح بن محمد الاسدی
عنه فقال کان ابوحنیفة ثقة فی الحدیث۔ یعنی صالح بن محمد اسدی
نے سوال کرنے پر فرمایا کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ تھے اور نیز اسی کتاب میں
ہے ابوحنیفہ فقیه اهل العراق و فقیه الامة و ثقه ابن
معین فقال مکی اعلم زمانه۔ یعنی امام ابوحنیفہ فقیہ اہل عراق اور
فقیہ امت تھے ابن معین نے توثیق کی ہے اور مکی نے کہا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی علماء
سے بہت زیادہ عالم تھے اور شامی جلد ۱ صفحہ ۴۲ میں منقول ہے۔ وروی الخطیب
عن اسرائیل بن یونس انه قال نعم الرجل النعمان ماکان
احفظه لکل حدیث فیه فقه واشد فحصه وعلمه
بما فیه من الفقه یعنی اسرائیل بن یونس نے جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ
سے ہیں فرمایا ہے کہ نعمان یعنی ابوحنیفہ اچھے آدمی تھے اور بڑے حافظ ان تمام
حدیث کے تھے جن میں فقاہت تھی اور نیز ان احادیث و آثار کی تلاش وعلم

ترجمہ: محمد بن سعید عوفی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ابوحنیفہ
حدیث میں ثقہ تھے اور وہی حدیث روایت کرتے تھے جس کو انہوں نے حفظ کیا ہوتا
تھا اور جس حدیث کو انہوں نے حفظ نہیں کیا ہوتا تھا اس کو روایت نہیں کرتے تھے اور
صالح بن محمد اسدی سے جب امام ابوحنیفہ کی نسبت پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ حدیث میں ثقہ

میں سخت معترف رہتے تھے جن میں فقاہت تھی ایسا ہی ابن ابی داؤد کی نسبت بھی افترا محض ہے کہ اس نے کہا کہ امام ابو حنیفہ نے کل ڈیڑھ سو حدیث کو روایت کیا ہے نصف میں غلطی واقع ہوئی کیونکہ ابن ابی داؤد نے خود امام صاحب کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ امام صاحب کی نسبت کلام کرنے والا حاسد ہے یا جاہل چنانچہ تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے۔ وروی الخطیب عن ابن ابی داؤد قال الناس فی ابی حنیفۃ حاسد له وجاهل به و احسنهم عندی حالاً الجاهل۔ یعنی ابو حنیفہ کی نسبت طعن کرنے والے لوگ دو ہی قسم ہیں یا تو ان کی علم سے حسد کرنے والے ہیں یا ان کے علم و فضیلت سے جاہل و ناواقف ہیں اور میرے نزدیک ناواقف طاعنین کی حالت بہ نسبت حاسدین کے بہتر ہے پھر اسی کتاب کی صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے۔ عن بشر بن الحارث قال ابن ابی داؤد یقول لا یتکلم فی ابی حنیفۃ الا رجلان اما حاسد لعلمه و اما جاهل بالعلم لا یعرف قدر علمه۔ یعنی یہ بھی قول ابن ابی داؤد کا ہے کہ ابو حنیفہ کی نسبت دو قسم کے ہی آدمیوں نے کلام کی ہے یا تو اس نے جو ان کے علم کا حاسد ہے یا اس نے جو ان کے علم سے جاہل ہے اور ان کے علم کا قدر نہیں پہچانتا۔

اب جائے غور ہے کہ ابن ابی داؤد تو امام صاحب کی ثقاہت اور علم کا یہاں تک قائل ہے کہ اس شخص کو جو اس کی نسبت کچھ کلام کرے حاسد یا جاہل قرار دیتا ہے پھر کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس کے برخلاف خود کہے کہ امام صاحب نے صرف ڈیڑھ سو حدیث روایت کی ہیں اور نصف میں غلطی کی ہے پس ثابت ہوا کہ صرف ابن جوزی نے اپنے تعصب سے جھوٹی روایات گھڑ کر علی بن مدینی اور ابن ابی داؤد کی طرف منسوب کر دی ہیں چنانچہ ابن جوزی کے

لیے ایسے غلط حوالوں کا خیال کرتے ہوئے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ کے صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے۔ وکان کثیر الغلط فی ما یصنفہ۔ یعنی اپنی تصنیفات میں بڑا غلطی کرنے والا تھا اور کشف الظنون جلد ۲ کے صفحہ ۳۲۶ میں اس کی کتاب المنتظم کی نسبت اس طرح پر لکھا ہے۔ قال علی بن الخازن و فیہ اوھام کثیرۃ و اغلاط صریحۃ یعنی علی بن خازن نے کہا ہے کہ کتاب منتظم میں بہت اوہام اور صریح غلطیاں ہیں۔

وہابی — اب ناظرین کو وہ اقوال سنانا چاہتا ہوں جو علماء کبار محدثین نے ان کی نسبت لکھا ہے ناظرین غور از دیکھیں۔ ابجد التاریخ میں لکھا ہے۔ ان الصغری قید فتہ ابی حنیفۃ بالرائے و القیاس۔ وکانہ ھو مراد الذھبی و لھذا اضاف فقہ الشافعی الی الحدیث تمیزاً و یوافق ھذا ما اشتھر من ان ابا حنیفۃ من اصحاب الرأی و الشافعی من اصحاب الظواھر۔ سبکی نے طبقات کبریٰ میں شافعی سے نقل کیا ہے۔ و جدت کتاب ابی حنیفۃ انما یقولون کتاب اللہ و سنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و انما ھم مخالفون یہ بھی امام شافعی کا قول ہے جو ایک امام ائمہ اربعہ سے ہیں بھائی احناف غور کریں جو دعوی کرتے ہیں کہ یہ کوئی فرضی نام ہے کیونکہ صاحب کشف الظنون نے جو تمام جہاں کی کتب تاریخ کا استیعاب کیا ہے تو وہ کل تیرہ سو پائی گئی ہیں۔ جن کا ذکر اس نے جلد اکے صفحہ ۲۱۲ سے آمواجہ جنش کے مختصر حال کے شروع کر کے صفحہ ۲۱۴ پر ختم کیا ہے مگر کہیں بھی ابجد التاریخ کے نام کا اشارہ تک نہیں کیا گیا جس سے ثابت ہے کہ اس نام کی کوئی تاریخ نہیں ہے ورنہ اس کا نام بھی ضرور ہی لکھا جاتا۔ پس جب کہ ملا کاتب چلپی متوفی ۱۰۶۷ھ مصنف کشف الظنون

جیسے محقق کو باوجود بڑی تلاش کتب کے اس نام کی کوئی تاریخ نہیں ملی تو پھر حیدرآبادی
دوست کو یہ کتاب کہاں سے مل گئی ہو اس نے اس سے عبارت مذکورہ بھی نقل کر
لی اور اگر اس نے خود تاریخ مذکور نہیں دیکھی اور کسی اور کتاب سے یہ عبارت
نقل کی ہے تو اس کو منقول عنہ کتاب کا نام تو ضرور ہی لکھ دینا چاہیے تھا تاکہ اگر وہ
کوئی معتبر شخص ہوتا تو اس بات کا اعتبار کر لیا جاتا کہ ضرور یہ التاریخ بھی کوئی کتاب
ہے اس طرح صفوی بھی کوئی مشاہیر سے نہیں ہے پس ایسی فرضی کتاب میں صفوی جیسے
غیر مشہور شخص کی اس رائے پر کہ اس نے ابوحنیفہ کی فقہ کو رائے اور قیاس کے ساتھ مقید
کیا ہے اور فقہ شافعی کو حدیث کی طرف منسوب کیا ہے) کون عاقل ذرا بھی اعتبار
کر سکتا ہے اگر دینی معاملات میں ہر کس و ناکس کی رائے کے ساتھ امام ذہبی کی رائے
کا اعتبار کر لیا جاوے تو بس دین کا خاتمہ ہے پس لاعبا بہ اشخاص کے پیچھے چلنا
آپ کو ہی مبارک رہے طرفہ یہ کہ اس فرضی تاریخ کے مصنف نے صفوی کی رائے
کے ساتھ امام ذہبی کی رائے کو بھی شامل کیا ہے حالانکہ امام ذہبی تو امام ابوحنیفہؒ
کے بڑے مادحین میں سے ہیں چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوحنیفہ کو حفاظ حدیث
میں شمار کر کے ان کے علم۔ ورع۔ زہد۔ تعبد کی شہادت دے کر ابن مبارک و
امام شافعی و ابوداؤد کے اقوال سے ان کی فقہ کی بڑی تعریف کی ہے اور علاوہ اس
کے امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسف و امام محمد کے مناقب میں علیحدہ علیحدہ تین رسالے
بھی انہوں نے لکھے ہیں پس کس طرح باور ہو سکتا ہے کہ امام ذہبی کی امام ابوحنیفہ کی
فقہ کی نسبت مخالف رائے تھی۔ یہ نقش پیچھے رستم کا امام ذہبی پر افترا و بہتان ہے
اسی لیے وہ امام ذہبی کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دے سکا۔ اور یونہی کہہ دیا ہے کہ امام
ذہبی کی بھی فقہ امام ابوحنیفہ کی نسبت گویا یہی مراد تھی۔ دوم جب کہ ائمہ کبار محدثین
علی الاعلان اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے صرف سنت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کیا ہے اور ان کا قول حدیث کی محض شرح و تفسیر ہے اور اس میں رائے کو کچھ دخل نہیں ہے بلکہ خود امام ابوحنیفہؒ رائے کی مذمت کرتے اس قول کو جس کو شریعت محمدیہ قبول نہ کرے رد کرتے اور دین کے معاملہ میں رائے کی دخل کی سخت ممانعت فرماتے ہیں تو پھر صفوی کی بے سند روای ان کو فقہ کی نسبت کس طرح قابل التفات ہو سکتی ہے چنانچہ موفق جلد ۲ صفحہ ۱۱ میں سوید بن نصر سے مروی ہے جو ایک بڑے پایہ کے امام حدیث اور ترمذی ونسائی کے شیوخ میں سے ہیں۔ سمعت ابن المبارك يقول لا تقولوا رأى ابوحنيفة ولكن قولو اتفسير الحديث۔ یعنی ابن مبارک فرماتے ہیں یہ مت کہو کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے بلکہ کہو کہ یہی تفسیر حدیث ہے پھر اس کتاب کے صفحہ ۴۶ پر حماد بن قیراط محدث سے مروی ہے۔ سمعت ياسين الزيات وكان من فقهاء اصحاب الحديث يقول اصحاب الرأى اعداء السنة اصحاب الرأى اهل الاهواء فاما ابو حنيفة واصحابه فانهم قاموا على السنة۔ یعنی یسین زیات جو فقہائے اہل حدیث سے ہیں کہتے ہیں کہ اصحاب الرائی حدیث کے دشمن ہیں۔ اصحاب الرائے اہل الاہواء ہیں لیکن امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کیا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی تبییض الصحیفہ میں لکھا ہے وروى الخطيب عن نعيم بن عمر قال سمعت ابا حنيفة يقول عجباً للناس يقولون انى افتى بالرأى ما افتى الا بالاثر۔ یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے تعجب ہے جو کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے پر فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ میں حدیث کے سوا کبھی فتویٰ نہیں دیتا۔ موفق جلد ۲ صفحہ ۵۲ میں مروی ہے عن بشر ابن يحيى سمعت ابن المبارك يقول عليكم بالاثر ولابد الاثر من

ابی حنیفۃ فیعرف بہ تاویل الاحادیث و معناہ یعنی ابن مبارک فرماتے ہیں کہ تم لوگ حدیث کو لازم پکڑو اور حدیث کے لیے الرعین قول ابی حنیفہ کا لحاظ کرنا ضروری ہے کیونکہ اس سے حدیث کا اصل مطلب و معنی معلوم ہو سکتا ہے تبیض الصحیفہ کے صفحہ ۲۰ میں مرقوم ہے روی الخطیب عن عبد الرزاق قال کنت عند معمر اذ اتاہ ابن المبارک و سمعت معمر یقول ما اعرف رجلا یحسن التکلم فی الفقہ و یسعہ ان یقیس و یشرح الحدیث فی الفقہ احسن معرفۃ من ابی حنیفہ ولا اشفق علی نفسہ من ان یدخل فی دین اللہ شیئاً من الشک مثل ابی حنیفۃ یعنی عبد الرزاق کہتے ہیں کہ میں معمر کے پاس بیٹھا تھا عبد اللہ بن مبارک آئے پھر معمر کہنے لگے کہ میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا ہوں کہ جو فقہ میں اچھی طرح تکلم کر سکتا ہو اور نیز اس کو قیاس کرنے کی بھی وسعت ہو اور فقہ و حدیث کی شرح کی قدرت رکھتا ہو جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کو یہ سب باتیں حاصل ہیں اور مجھ کو سوائے ابو حنیفہ کے ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو اپنے نفس میں اس بات کا بہت ڈر رکھتا ہو کہ دین الٰہی میں کسی طرح کی کوئی مشکوک بات داخل کر دے میزان الشعرانی کے صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے۔ وقد روی الشیخ محی الدین فی الفتوحات المکیۃ بسندہ الی الامام ابی حنیفۃؓ انہ کان یقول فی الدین اللہ تعالیٰ بالرائ و علیکم باتباع السنۃ۔ یعنی امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ پرہیز کرو تم خدا کے دین میں محض قول بالرائے سے اور لازم پکڑو تم اس رائے کو جو سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہو۔ میزان کے صفحہ ۶۴ میں امام ابو حنیفہ سے اس طرح پر منقول ہے۔ وکان یقول لم تزل الناس فی صلاح مادام

فیھم من یطلب الحدیث فاذا طلبوا العلم بلا حدیث فسدوا وکان یقول قاتل اللہ عمرو بن عبید فانہ فتح للناس باب الخوض فی الکلام فی ما لا یعنیھم وکان یقول لا ینبغی لاحد ان یقول قولا حتی یعلم ان الشریعۃ رسول اللہ بقبلہ۔ یعنی امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ جب تک لوگوں میں ایسے شخص موجود رہیں گے جو حدیث کے طالب ہوں گے تو وہ لوگ صلاحیت میں رہیں گے اور جب لوگ علم کو بغیر حدیث کے طلب کریں گے تو بگڑ جائیں گے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ عمرو بن عبید معتزلی کو قتل کرے جس نے لوگوں کے لیے کلام میں لایعنی خوض کرنے کا دروازہ کھول دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی کو کوئی ایسی بات کہنی جائز نہیں جس کو شریعت رسولؐ خدا قبول نہ کرے۔ کتاب امام موفق جلد ا صفحہ ۹۱ میں عبدالرحمن بن صالح سے مروی ہے۔ قال وکیع سمعت ابی حنیفہ یقول البول فی المسجد احسن من بعض القیاس یعنی ابوحنیفہ سے میں نے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ دین میں بعض قیاس سے مسجد میں پیشاب کر لینا بہتر ہے پھر اسی میں ہے۔ عن حامد بن آدم سمعت اسد بن عمرو قال کان ابو حنیفۃ یقول لنا اذا حدثتکم بشئی ثم اجد فیہ الاثر فاطلبوہ وقد یکون فیہ الاثر۔ یعنی ابوحنیفہ ہم سے فرماتے تھے کہ جب میں کوئی بات تم سے ایسی بیان کروں جس میں سردست کوئی اثر نہ پایا جاتا ہو تو تم کو چاہیے کہ اثر کی تلاش کرو اس میں ضرور کوئی اثر مروی ہوگا۔

کیا اس قدر اقوال کبار محدثین اور خود امام ابو حنیفہؒ کے سننے کے بعد بھی غیر مقلد صاحبان یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ معاذ اللہ امام ابوحنیفہؒ صرف اصحاب الرائے تھے اور حدیث کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے یا ان کی فقہ میں رائے کو زیادہ دخل ہے کیا

آپ لوگ سمجھ رہیں یا وہ محدثین جو ائمہ صحاح ستہ کے بھی مشائخ رہیں اور کہتے ہیں
کہ ابو حنیفہ کی روایت عین تفسیر حدیث ہوتی ہے اور کسی حدیث کا اصل مطلب و معنی
بغیر امام ابو حنیفہ کی تفسیر کے معلوم ہی نہیں ہو سکتا۔

علاوہ اس کے صفوی نے بظاہر تو امام شافعی کو اصحاب ظواہر سے شمار کر کے
ان کی فقہ کو فقہ حنفی پر ترجیح دی ہے لیکن باطن میں امام شافعی کی اس کارروائی سے
سراسر توہین لازم آتی ہے۔ کیونکہ ائمہ اربعہ بالاتفاق قیاس کو حجت شرعیہ سے سمجھتے
ہیں اور اصحاب ظواہر جو داؤد ظاہری کے متبع ہیں قیاس کو خواہ کسی قسم کا ہو ہرگز نہیں مانتے
چنانچہ مثال کے طور پر ہم یہاں حدیث لا یبولن احدکم فی الماء الدائم
کو پیش کرتے ہیں جس سے تمام جہان کے عالم لوگ قیاس کرتے ہیں کہ جب
کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کی رسول خدا سے ممانعت آئی ہے تو پانی میں ہگ
دینا بطریق اولیٰ منع ہے کیونکہ پیشاب سے گوہ زیادہ پلید ہے مگر داؤد ظاہری جو قیاس
کا منکر ہے کہتا ہے کہ پانی میں صرف پیشاب کرنے کی ممانعت ہے اس سے پانی میں
ہگ دینے کی کوئی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ایسا ہی اس کے نزدیک کسی برتن میں
پیشاب کر کے اس کو پانی میں ڈال دینا یا پانی کے قریب پیشاب کرنا جس سے وہ
بہہ کر پانی میں جا پڑے کوئی منع نہیں (دیکھو نووی شرح مسلم صفحہ ۱۳۸) اور ظاہریہ کی نسبت
خود ہی غیر مقلدین کی نہایت معتبر کتاب دراسات اللبیب کے صفحہ ۲۳۱ میں اس طرح
پر لکھا ہے۔ انھم لا یعترفون بالاستنباط راسا وھو مما لا یعبأو
بھم ولا باقوالھم ائمۃ الحدیث و الفقہ حتی قال الشیخ
الامام السیوطی وغیرہ ان الاجماع لا ینخرق بخلافھم ومذھبھم
مردود بالکتاب والسنۃ الناطقین بجواز الاستنباط و اعمال الفکر
والفھم فی کتاب اللہ و سنۃ رسول اللہ یعنی ظاہریہ فرقہ مرے

سے ہی استنباط مسائل کا منکر ہے اس لئے ائمہ حدیث و فقہ ان کے قول کی کچھ پرواہ نہیں کی یہاں تک کہ امام سیوطی وغیرہ نے کہا ہے کہ ظاہریہ کے خلاف سے اجماع نہیں ہوتا اور ان کا مذہب کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے رو سے مردود ومطرود ہے کیونکہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ استنباط مسائل کے جواز اور ان میں فکر اور فہم کو عمل میں لانے پر ناطق ہیں واہ جی واہ۔ معنوی یا چھپے رستم نے فرقہ شافعی کی خوب ہی حمایت کی کہ امام شافعی کو معاذ اللہ ایک مردود ومطرود فرقہ میں شامل کر دیا۔ داناؤں کا یہ قول کہ دانا دشمن بہ از دوست نادان سچ نکلا۔ سبکی کے طبقات الکبریٰ میں امام شافعیؒ کا یہ قول وجدت کتاب ابی حنیفۃ انما یقولون کتاب اللہ سنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما مخالفون۔ سو یہ کوئی جرح نہیں ہے معترض نے اس کا معنی ہی نہیں سمجھا ورنہ اس کو ہرگز پیش نہ کرتا اس سے تو امام صاحب کی مدح ثابت ہوتی ہے نہ ذم اس کا معنے صاف یہ ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہؒ کی کتاب کو پایا جس کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول سے ماخوذ ہے لیکن باوجود اس کے یہ لوگ اس کتاب کی مخالفت کرتے ہیں یعنی تعمیل احکام نہیں کرتے دیکھو امام شافعی صاحب وامام صاحب کی کتاب پر کوئی جرح نہیں کرتے اور صرف ان لوگوں پر تعجب کرتے ہیں جو باوجود پانے ایسی کتاب کے جس کی نسبت ان کا اعتقاد بھی ہو کہ وہ بالکل کتاب اللہ وسنۃ الرسول سے ماخوذ ہے پھر اس کے احکام کے مطابق نہیں چلتے واہ ری معترض کی عقل پر پتھر پڑ گئے اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ ان مخالفون کی ضمایر کا مرجع کتاب ہے یا وہ لوگ اگر امام شافعیؒ کا منشاء اس قول سے مذمت کتاب ہوتا تو وہ یوں کہتے۔ انما یقولون کتاب اللہ وسنۃ رسولہ وھو مخالف لھما۔ یعنی یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ عین کتاب اللہ

وحدیث رسول ہے حالانکہ یہ کتاب ان دونوں کے برخلاف ہے۔ وا بن ھذا من ذالک۔ نیز اگر امام شافعی ان کے اس قول کو راست نہ سمجھتے تو وہ وہم کا ذبون کہتے نہ کہ وہم خالفون۔ واہ حیدرآبادی صاحب آپ کی خوش فہمی کا کیا کہنا

؎ بریں عقل و دانش بباید گریست

بہائی صاحب امام ابوحنیفہؒ کی کتاب تو وہ تھی جس کو امام شافعی نے یہاں تک پسند کیا کہ ایک رات دن میں ساری کتاب یاد کرلی۔ دیکھو تمہارے ہم مذہب نواب صدیق حسن خان اتحاف النبلاء کے صفحہ ۴۲۵ میں امام شافعیؒ کے ذکر میں لکھتے ہیں امام محمد در مقام مدح وے گفت کہ وے کتاب اوسط ابوحنیفہ را از من بعاریت رفت و تمام آنرا دریک شب و روز حفظ کرد۔

وہابی — اسی کتاب میں ایک مناظرہ کا ذکر ہے کہ شافعی نے محمد بن حسن سے کہا۔ اما کتابک الذی ذکرت انک وضعتہ علی اہل المدینۃ فکتابک من بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الی آخرہ خطاء فاصفر محمد بن الحسن ولم یحر جوابہ۔ یعنی اے محمد تیری کتاب جس کی نسبت تو کہتا ہے کہ اہل مدینہ کے رد میں تیار کی ہے یہ کتاب بسم اللہ سے آخر تک غلط ہے پھر یہ سن کر محمد شاگرد ابوحنیفہ کا منہ زرد ہو گیا کچھ جواب نہ بن پڑا۔

حنفی — اول تو معترض کا فرض تھا کہ وہ ظاہر کرتا کہ سبکی نے کس کی روایت سے یہ مناظرہ لکھا ہے۔ سبکی امام شافعی و محمد کا ہمعصر تو نہ تھا بلکہ ۵۰۰ پانچ سو سال بعد اس کا زمانہ ثابت ہوتا ہے چنانچہ اس کی وفات ۷۷۱ھ میں ہوئی ہے اور کتاب طبقات سبکی کوئی مستند نہیں ہے بلکہ عام مورخین کی طرح اس میں بلا حوالہ راوی کے حالات بیان کئے گئے ہیں پھر ایسی بے اصل روایات کا کیا

اعتبار ہو سکتا ہے دوم معترض تو حضرت امام ابو حنیفہ کی تصنیف کے درپے تھا
اور یہاں مناظرہ شافعی و محمد لکھ کر امام محمد کی کتاب کو ضعیف ثابت کر رہا
ہے بھلا اس سے امام صاحب کی تصنیف کی کیا سند مل سکتی ہے سوم چونکہ امام
محمد نے کتاب الحج اہل مدینہ کے رد میں لکھی ہے اور امام صاحب کی تصنیف کی
کیا سند مل سکتی ہے سوم چونکہ امام محمد نے کتاب الحج اہل مدینہ کے رد میں لکھی تھی
اور امام شافعی صاحب علاوہ شاگردی کے اصول فقہ میں اکثر امام مالکؒ کے پیرو تھے
اس لیے اگر اپنے استاد کی حمایت میں امام محمد کی کتاب مذکور کو وہ اچھا نہ سمجھیں تو اس
سے امام محمد اور ان کی کتاب کو کیا شبہ لگ سکتا ہے چہارم امام شافعیؒ ایک فاضل
اجل مجتہد صاحب المذہب کی شان سے بہت ہی بعید ہے کہ وہ ایسا قول بے دلیل
مناظرہ پیش کرتے کہ محمد تیری کتاب بسم اللہ سے لے کر آخر تک غلط ہے حالانکہ یہی
بات تو ہر ایک شخص بڑی آسانی سے اپنے مخالف کی نسبت کہہ سکتا ہے پس اگر
امام شافعیؒ جیسے جلیل القدر فاضل امام محمد کی تصنیف کے درپے ہوتے تو دلائل
کے ذریعے ثابت کرتے کہ یہ کتاب ان وجوہات سے غلط ہے اور ان دلائل
کا سبکی نے ذکر کیا ہوتا بھلا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے کہ وہی امام شافعیؒ جن کے
اقوال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اعانی اللہ فی العلم برجلین
فی الحدیث بابن عیینۃ و فی الفقہ بمحمد اور کہا
من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی
قد تیسرت لہم واللہ ما صرت فقیہا الا بکتب محمد
بن الحسن۔ اسی امام محمد کو یوں کہیں کہ تیری کتاب بسم اللہ سے تا آخر غلط
ہے اور پھر امام محمد جن کی نسبت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اپنے علم کے مطابق
کلام کریں تو ہم ان کی کلام کو سمجھ بھی نہ سکیں امام شافعی سے مناظرہ میں وہ لاجواب

ہو جائیں اور رنگ زرد ہو جائے یہ بالکل بے اصل اور من گھڑت روایات ہیں
جو اصحاب امام ابو حنیفہؒ کے دشمن گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سناتے اور اپنے دل کو خوش کرتے
ہیں۔ بھلا آپ جانتے ہیں کہ امام محمد کی وہ کتاب کونسی تھی آؤ ہم آپ کو بتاتے
ہیں کہ ان کی اس کتاب الحجۃ ہے جو انہوں نے تردید اہل مدینہ میں لکھی تھی جو لکھنؤ کے
مطبع انوار احمدی میں چھپ بھی ہے اور اس کا جواب اب تک مالکیوں سے
نہیں ہو سکا اس میں اقوال امام ابو حنیفہ درج ہیں جو اکثر صحاح ستہ میں بھی ہیں اور
نیز اقوال صحابہ ہیں پھر امام شافعی صاحب کس طرح اس کتاب کو کہہ سکتے تھے کہ
بسم اللہ سے تا آخر غلط ہے جس کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تمام احادیث مرفوعہ
اور اقوال امام ابو حنیفہؒ سراسر غلط ہیں کچھ عقل کی کہو بھلا امام شافعی ایسا کہہ
سکتے تھے حالانکہ ابو حنیفہؒ کے اقوال کی عظمت کے وہ خود قائل ہو چکے ہیں چنانچہ
کتاب موفق جلد ۲ صفحہ ۷۶ میں لکھا ہے۔ قال سلیمان بن داود الہاشمی
قال لی الشافعی قول ابی حنیفۃ اعظم من ان یدفع
با ھوائنا۔ یعنی امام ابو حنیفہؒ کا قول اس سے برتر ہے کہ ہم اپنی خواہشات
سے رد کر سکیں) الحاصل جب کہ امام شافعیؒ امام محمد کے علم و فضل کے قائل اور
ان کی کتابوں کے مداح تھے چنانچہ کشف الظنون جلد ۲ کے صفحہ ۲۷۲ میں امام محمد
کی کتاب مبسوط کے ذکر میں لکھا ہے۔ وروی ان الشافعی استحسنہ
وحفظہ واسلم حکیم من کفار اھل الکتاب بسبب
مطالعتہ حیث قال ھذا کتاب محمدکم الاصغر
فکیف کتاب محمدکم الاکبر۔ یعنی مروی ہے کہ امام شافعیؒ
نے اس کتاب کو پسند کیا اور اس کو یاد کر لیا اور ایک حکیم جو کفار اہل کتاب سے
تھا اس کتاب کے مطالعہ کرنے پر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب چھوٹے محمد

(محمد بن حسن) کی کتاب ایسی ہے تو پڑھے محمد (رسول صلعم) کی کتاب کو کیا کہتے ہے تو پھر یہ بھی خیال نہیں کیا جا سکتا کہ امام شافعیؒ امام محمد کی ایک کتاب مبسوط کو تو یہاں تک پسند کریں کہ اس کو یاد کر لیں اور انہی کی دوسری تصنیف کتاب الحج کی نسبت یہ کہیں کہ وہ اول سے آخر تک غلط ہے پس یہ بالکل بیہودہ اور لغو خیال ہے اور یہ قصہ بالکل فرضی اور بے بنیاد ہے۔

وہابی امام غزالی نے منخول میں لکھا ہے امام ابو حنیفہ فلم یکن مجتہدا لانہ کان لا یعرف اللغۃ و علیہ یدل قولہ ولو رماہ بابو قبیس وکان لا یعرف الاحادیث ولہذا اجتری بقبول الاحادیث الضعیفۃ ورد الصحیح منہا ولم یکن فقیہ النفس بل کان یتقالیس لا فی محلہ علی مناقضۃ بالخذ الاصول

حنفی امام غزالی پر یہ افترا محض ہے امام غزالی کی تصنیف سے منخول کوئی کتاب نہیں ہے امام غزالی حضرت ابو حنیفہؒ کی عظمت اور فقاہت کے قائل تھے وہ ان کی نسبت ایسا کس طرح لکھ سکتے تھے کتاب احیاء العلوم میں انہوں نے جیسے دیگر ائمہ مذہب کی تعریف کی ہے اسی طرح حضرت امام ہمامؒ کی بھی مدح کی ہے پھر کس طرح و لم یکن فقیہ النفس الخ ان کی نسبت لکھ سکتے تھے اس لیے علمائے محققین نے تصریح کر دی ہے کہ یہ غزالی ایک اور شخص محمود نام معتزلی المذہب تھا جو اہل حق کا سخت دشمن اور امام صاحب کا معاند تھا چنانچہ صاحب خیرات الحسان نے شروع کتاب کے مقدمہ اولے میں صفحہ ۴ سے ۸ تک اس پر بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس کتاب کا امام غزالی مصنف احیاء العلوم کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط اور مبنی بر تعصب ہے ہم احیاء العلوم سے اصل عبارت

جو ائمہ مذہب کی شان میں لکھی ہے درج کر کے میاں حیدر آبادی سے پوچھتے ہیں کہ باوجود ایسا لکھنے کے پھر تمہاری فرضی منزل میں وہ کس طرح امام صاحب کی نسبت ایسی عبارت لکھ سکتے تھے۔ احیاء العلوم صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے۔ فالفقہاء الذین ھم زعماء الفقہ و قادۃ الخلق اعنی الذین کثیر اتباعھم فی المذاھب خمسۃ الشافعی و مالک و احمد بن حنبل و ابو حنیفۃ و سفیان الثوری رحمھم اللہ تعالیٰ و کل واحد منھم کان عابداً و زاھداً و عالماً بعلوم الآخرۃ و فقیھاً فی مصالح الخلق و مریداً بفقھہ وجہ اللہ تعالیٰ۔ یعنی فقہاء جو فقہ کے بانی اور خلق خدا کے پیشوا ہیں یعنی جن کے پیروان مذہب کثرت سے ہیں پانچ ہیں شافعی۔ مالک احمد بن حنبل۔ ابوحنیفہ۔ سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان میں سے ہر ایک عابد زاہد عالم علوم آخرۃ فقیہ النفس بمصالح خلق کو جاننے والا۔ اور اپنی فقہ سے صرف رضامندی اللہ کو مدنظر رکھنے والا تھا اس کے بعد امام شافعیؒ و مالک کے حالات لکھ کر امام ابوحنیفہؒ کی نسبت اس طرح پر لکھا ہے وما ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فلقد کان عابداً زاھداً عارفاً باللہ تعالیٰ خائفاً منہ مریداً وجہ اللہ تعالیٰ بعلمہ۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ عابد زاہد عارف خائف من اللہ اپنے علم میں رضاء الہی کے طالب تھے اب ناظرین احیاء العلوم کی عبارت مذکورہ پڑھ کر خود ہی کچھ انصاف کریں کہ امام غزالی نے جب کہ ائمہ ثلاثہ کی طرح امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت کی بڑی شد و مد سے شہادت دی ہے تو پھر کیا عقل اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ وہی امام غزالی آگے کے برخلاف امام ابوحنیفہؒ کی نسبت یوں لکھیں کہ وہ مجتہد نہ تھے اور نہ فقیہ تھے اور بے جا قیاس کرتے تھے۔

حاشا وکلا یہ قول ہرگز امام غزالی مصنف کتاب احیاء العلوم کا نہیں ہے بلکہ اس دشمن اہل حق معتزلی بدطن کا قول ہے جس کا قول گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا

شب پرہ گر وصل آفتاب نخواہد
رونق بازار آفتاب نہ کاہد

ابو قیس کا جواب آگے آئے گا اور ولم یعرف الحدیث کے الزام کی کافی تردید بشہادت کثیر التعداد اکابر محدثین پہلے گزر چکی ہے۔

وہابی | خطیب نے کہا انہ اخ ابا حنیفۃ کان مذہب جہم یعنی مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا جہمیہ تھا۔ ابو قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں امام صاحب کو مع دونوں شاگردوں کے لکھا ہے حافظ سلیمان نے بھی مرجیوں میں لکھا ہے چنانچہ ذہبی نے میزان میں اس قول کو نقل کیا ہے۔

حنفی | حضرت امام ہمام کو جہمیت کا الزام دینے سے حرمین کو شرم کرنی چاہیے اگرچہ یہ تو مشہور ہی ہے کہ دشمن بات کرے ان ہونی۔ مگر پھر بھی بات وہ کہنی چاہیے جس کی کچھ لگا لپٹی ہو سکے۔ حضرت امام والا شان تو مذہب جہمیہ کے بانی جہم بن صفوان کو سخت برا اور کافر سمجھتے تھے۔ اور اس سے بات کرنا بھی عار تصور کرتے تھے۔ اور لا انصاف وہابی آپ کو الٹا جہمیت کا الزام لگاتے ہیں چنانچہ کتاب موفق صفحہ ۱۴۶ میں قول امام ابو حنیفہؒ کا جہم بن صفوان کے خطاب میں لکھا ہے الکلام معک عار والخوض فیما انت فیہ نار قال کیف حکمت علی ولم تسمع کلامی قال اللغی عنک اقاویل لا یقول بہا اہل الصلوۃ قال افتحکم بالغیب قال اشتہر ذالک عنک عند الخاصۃ والعامۃ فجاز لی ان احقق ذالک عنک۔ (یعنی امام صاحب نے جہم بن صفوان کو

کہا تیرے ساتھ کلام کرنا عار ہے اور اس بات میں خوض کرنا جو تیرا مذہب ہے
موجب دخول جہنم ہے صفوان نے کہا آپ مجھ پر کیسے فتوے لگاتے ہیں جب
کہ آپ نے میرے کلام مجھ سے سنے ہی نہیں آپ نے فرمایا مجھے تیری ایسی باتیں
پہنچی ہیں جو کوئی مسلمان اہل صلوٰۃ کہہ نہیں سکتا۔ اس نے کہا پھر آپ مجھ پر حکم بالغیب
کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ تیری باتیں عام و خاص میں شہرت پا چکی ہیں تجھ سے
پوچھنے کی حاجت باقی نہیں ہے۔) دیکھو امام صاحب تو مذہب جہمیہ کی بانی
کو کافر کہتے ہیں ادھر کور باطن وہابی ان کو بھی جہمیہ قرار دیتے ہیں۔ رہا ابو قتیبہ
کا امام کو مرجیہ کہنا سو اول تو ابو قتیبہ دینوری کوئی شخص نہیں ہے البتہ ابن قتیبہ
ایک شخص ہے جس نے کتاب المعارف لکھی ہے۔ اب اور ابن میں تمیز نہ ہونا بڑی
بھاری جہالت کی دلیل ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دوست حیدر آبادی نے
مختلف رسالجات دیکھ کر انتخاب لکھ مارا ہے خود کوئی کتاب نہیں دیکھی
ورنہ ایسی سخت غلطی صادر نہ ہوتی۔ دوم تمہیں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ یہ حضرت ابن
قتیبہ خود کیسے ہیں اور محدثین کے نزدیک یہ کیا درجہ رکھتے ہیں۔ سو میزان الاعتدال
صفحہ ۱۷ میں ان کی نسبت محدثین کی شہادت یوں درج ہے قال الحاکم اجمعت
الامۃ علی ان القتیبی کذاب۔ قال الدارقطنی کان ابن
قتیبۃ یمیل الی التشبیہ منحرف عن العترۃ و کلامہ
یدل علیہ وقال البیہقی کان یری رای الکرامیۃ۔
انتہی ملخصاً۔ یعنی حاکم نے کہا اس بات پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ
قتیبی کذاب تھا۔ دارقطنی نے کہا ہے ابن قتیبہ مذہب تشبیہ کی طرف مائل تھا
بیہقی کہتے ہیں کہ کرامیہ کی رائے رکھتا تھا۔ پھر ایسا کذاب بدمذہب شخص اگر
امام ابو حنیفہ کے برخلاف کوئی جھوٹا الزام عاید کرے تو اس کی کلام کا کیا اعتبار۔

ہو سکتا ہے یہ بھی عجیب بات ہے جو میاں حیدر آبادی لکھتا ہے کہ حافظ سلیمانی نے
بھی امام صاحب کو مرجیوں میں لکھا ہے اور ذہبی نے میزان میں اس قول کو نقل کیا ہے
سو میزان الاعتدال کا بھی غالباً میاں حیدر آبادی نے نام ہی سنا ہوا ہے خواب میں بھی
اس کا دیکھنا نصیب نہیں ہوا اور نہ ایسا دعویٰ کبھی نہ لکھتا میزان الاعتدال ہمارے پاس
ہے اور ہم نے اس کو اول سے آخر تک دیکھ لیا ہے اس کتاب میں حافظ سلیمان کا
نام تک نہیں لکھا گیا چہ جائیکہ برخلاف امام ہمام ؒ اس کا قول مذکور درج ہو یہ بھی کسی بلا
نے حیدر آبادی کو دھوکہ میں ڈالا ہے حیدر آبادی اگر خود اس افتراء کے الزام سے بری
ہونا چاہتا ہے تو اس رسالہ کا نام لکھ دیں جس کی کارستانی آپ نے کی ہے تاکہ
اس کے مصنف سے ہم پوچھیں کہ میزان میں کس جگہ سلیمانی کا امام ابوحنیفہ کی نسبت مرجیہ
ہونا لکھا ہے شاید آپ کے منقول عنہ رسالہ کے مؤلف نے میزان میں مسعر بن کدام کے
تذکرہ میں نعمان کا نام دیکھ کر امام ابوحنیفہ خیال کر لیا ہے جیسا کہ اس میں لکھا ہے
مسعر بن كدام فحجة امام ولا عبرة بقول السليماني
كان من المرجئة مسعر بن كدام وحماد بن ابي سليمان
والنعمان وعمرو بن مرة وعبد العزيز بن ابي رواد وابو معاوية
وعمر بن ذر وسرد جماعة۔ یعنی مسعر بن کدام حجت اور امام
تھے اور سلیمانی کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں جو اس نے مرجیوں میں شمار کیا ہے۔
مسعر و حماد بن ابی سلیمان و نعمان و عمرو بن مرہ و عبد العزیز بن ابی رواد و ابو معاویہ
و عمرو بن ذر وغیرہ ایک جماعت کو۔ لیکن ایسی صورت میں اول تو نعمان سے ابوحنیفہ
ہی سمجھ لینا ایک صریح تحکم ہے کیونکہ امام کے وقت کئی ایک محدثین کا نام نعمان ہی
ہے جب تک کوئی قرینہ مابہ الامتیاز معلوم نہ ہو کس طرح نعمان سے امام ابوحنیفہ
کا مراد [illegible] سکتے ہیں۔ دوم بالفرض اگر نعمان سے امام ابوحنیفہ ہی تسلیم کر لیے

جاوے تو آپ کی استدلال کی تردید خود امام ذہبی کے قول سے ہو گئی جو کہتے ہیں کہ ان علماء کرام کی جن میں امام ابو حنیفہ شامل ہیں مرجیہ قرار دینے پر سلیمانی کا کوئی اعتبار نہ کیا جاوے جس سے علاوہ سلیمانی کی تردید کے امام ابو حنیفہ کو مرجیہ کہنے والے جھوٹے ثابت ہوتے ہیں علاوہ اس کے خود امام ابو حنیفہؒ نے اپنے مرجیہ کہنے والوں کو ایسا معقول جواب دے دیا ہے کہ اگر ان کو کچھ بھی شرم و حیا ہو تو پھر کبھی ان کو مرجیہ کہنے کا خیال تک بھی نہ گذرے چنانچہ مولانا مولوی عبدالحی مرحوم کتاب الرفع والتکمیل کے صفحہ ۲۴ میں لکھتے ہیں۔ وفی التمہید لابی الشکور السالمی فمن المرجئۃ علی نوعین مرجئۃ مرحومۃ ھم اصحاب النبی صلعم و مرجئۃ ملعونۃ وھم الذین یقولون بان المعصیۃ لا تضر العاصی لا یعاقب وروی عن عثمان ابن ابی لیلیٰ انہ کتب الی ابی حنیفۃؒ و قال انتم مرجئۃ فاجابہ بان المرجئۃ علی ضربین مرجئۃ ملعونۃ وانا بری منھم و مرجئۃ مرحومۃ وانا منھم وکتب فیہ بان الانبیاء کانوا کذالک الا تری الی قول عیسٰی علیہ السلام قال ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم۔ یعنی مرجیہ مرحوم اور وہ اصحاب نبی صلعم ہیں اور مرجیہ ملعونہ اور وہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ گناہ کچھ مضر نہیں ہے اور عاصی کو کوئی مواخذہ نہ ہوگا عثمان بن ابی لیلیٰ نے امام ابو حنیفہ کو لکھا کہ کل انبیاء کا یہی مذہب ہے جیسا کہ حضرت مسیح کا قول ہے۔ اے خدا اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے اپنے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو عزیز حکیم ہے۔ دیکھو اس میں امام صاحب نے خود ہی فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ مرجیہ لغوی نہیں

جو اس بات کی قائل ہیں کہ گناہ کی کوئی سزا نہیں ہے۔ ہاں ایک قسم مرجیہ مرحومہ کا ہے جو اس بات کی قائل ہیں کہ اگر خدا چاہے تو گناہ گار کو اس کے کئے کی سزا دی اور جو چاہے تو معاف کر دے اور تمام انبیاء کرام اس بات کے قائل ہیں اور امام صاحب کا بھی یہی قول ہے پھر حیف ہے ان لوگوں پر جو امام صاحب کی نسبت یہ خیال کریں کہ آپ پہلی قسم کے مرجیہ میں داخل تھے جب کہ آپ ان پر لعنت بھیجتے اور ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ ہاں مرجیہ مرحومہ میں تمام امت محمدیہ اور خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی داخل ہیں وہابی اس کے برخلاف ہوں تو ہوا کریں۔

وہابی تاریخ بغدادی میں یہ بھی ذکر ہے کہ ابو اسحاق فزاری نے کہا کنت اتی ابا حنیفۃ فاسالہ عن الشئی من الغزو فسألۃ عن مسئلۃ فاجاب فیہا فقلت یروی عن النبی کذا و کذا قال دعنا من ھذا۔ یعنی میں ابو حنیفہ کے پاس آتا تھا اور ان سے امر غزوی سے کچھ پوچھتا تھا میں نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے جواب دیا میں نے کہا حضرت سے یوں اس بارہ میں روایت ہے تو امام ابو حنیفہؒ نے کہا اس سے ہم کو چھوڑ یعنی حدیث کا ذکر مت کر۔

حنفی اگر مخالف کو معلوم ہوتا کہ بغدادی نے یہ قول کس طریق پر نقل کیا ہے تو وہ اس کو محل اعتراض میں ہرگز نہیں ذکر کرتا لیکن چونکہ وہابیوں کو تحقیق سے غرض نہیں صرف اناپ شناپ باتیں ہانک کر اپنا اور اپنے ہمخیالوں کا دل خوش کر لینا مقصود ہوتا اسی لیے وہ کسی کتاب سے کوئی قول خواہ اس کا مصنف کسی طور سے نقل کر دے حضرت امامؒ کے بظاہر مخالف دیکھ لیں تو غنیمت سمجھیں اور عقدہ لاینحل کی صورت میں مخالفین کے سامنے پیش کرتے ہیں سو وانح ہو کہ اول

تو خطیب بغدادی کا یہ اپنا قول نہیں اور نہ اس کو اس قول سے اتفاق ہے بلکہ
اس نے امور خانہ طریق پر جہاں حضرت امام ہمام کے مادحین کے اقوال نقل کئے
ہیں وہاں قادحین کے اقوال بھی لکھ دیئے ہیں خواہ وہ کیسے ہی پوچ کیوں نہ ہوں
چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے الفصل التاسع و الثلاثون فی
رد ما نقله الخطيب في تاريخه عن القادحين فيه اعلم
انه لم يقصد بذالك الا جمع ما قيل في الرجل على
عادة المؤرخين و لم يقصد بذالك انتقاصه ولا الحط عن
مرتبته بدليل انه قدم كلام المادحين و اكثر منه
من نقل مآثره السابقة في اكثرها انما اعتمد اهل المناقب
فيه على ما في تاريخ الخطيب ثم عقبه هذكر كلام القادحين
اكثر منه من نقل مآثره السابقة في آكثرها انما اعتمد
اهل المناقب فيه على ما في تاريخ الخطيب ثم عقبه بذكر
كلام القادحين لتبين انه من جملة الاكابر الذين
لم يسلموا من خوض الحساد و الجاهلين فيهم و مما
يدل على ذالك ايضاً ان الاسانيد التي للقدح لا يخلو
غالبها من متكلم فيه او مجهول ولا يجوز اجماعاً۔ یعنی
انتالیسواں فصل ان اقوال کی تردید میں ہے جو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ
میں قادحین کے نقل کئے ہیں اور معلوم ہو کہ اس سے غرض صرف ان اقوال
کو جمع کرنے سے ہے جو کسی شخص کے حق میں کئے گئے ہوں جیسا کہ مورخین کی عادت
ہے اور اس سے ہرگز اس کی قدر و منزلت کی تنقیص مقصود نہیں ہے اور اس کی دلیل
یہ ہے کہ اس نے پہلے مادحین کے اقوال لکھ دیئے ہیں اور اکثر ان روایات

کا ذکر کر دیا ہے جن پر اہل مناقب کا اعتماد ہے اور اس کے بعد قادحین
کے اقوال بھی نقل کر دیئے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ آپ ان بزرگان دین سے ہیں جو
جاہل حاسدوں کی بیجا طعن سے نہیں بچ سکے اور اس امر کی یہ صریح دلیل ہے کہ
جو روایات قدح نقل کی گئی ہیں اکثر راوی ان کے متکلم فیہ اور مجہول اشخاص ہیں جن کی
روایات بالاجماع غلط ہیں۔ اب اس تصریح سے صاف معلوم ہو گیا کہ بغدادی نے
حضرت امام ہمام کی کسر شان کی غرض سے ایسی اقوال نقل نہیں کئے اور نہ اس کو ان
اقوال نقل نہیں کئے کہ آپ کے بھی مثل دیگر اکابر دین کے حاسد بہت تھے جنہوں
نے ایسے فضول بکواس آپ کے خلاف کر دیئے ہیں جو بالکل بیہودہ اور پوچ ہیں
دوم اگر فرض کر لیا جاوے کہ اس نے ایسے اقوال کو صحیح سمجھ کر بطور اعتراض کے نقل
کیا ہے تاہم اس سے امام اعظم کی شان کی نسبت کوئی تنقیص باید نہیں ہو سکتی چنانچہ
ابن حجر نے خیرات الحسان کے صفحہ مذکور میں اس طرح پر لکھا ہے۔ وبفرض صحة
ما ذکره الخطیب من القدح من قائله لا یعتد به
فانه ان کان من غیر اقران الامام فهو مقلد لما
قاله او کتبه اعداؤه او من اقرانه لما مران قول الاقران
بعضهم فی بعض غیر مقبول۔ وقد صرح الحافظان الذهبی
وابن حجر بذلك قالا ولا

قال الذهبی وما علمت لا ینجو منه الا من

عصر اسلم اهله الا عصر النبیین والصدیقین یعنی اگر بالفرض
اس قدح کو جو نے نقل کی ہے اس کے قائل سے صحیح تسلیم کر لیا جائے
تو بھی اس کا کیا اعتبار ہے کیونکہ اگر قادح امام صاحب کے عصر کے بعد کا ہے تو وہ
امام صاحب کے دشمنوں کے اقوال کا مقلد ہوگا اور اگر آپ کا ہمعصر ہے تو بھی

اس کا قول نامعتبر ہے کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ ہمعصروں کے اقوال ایک دوسرے
کے بارہ میں غیر مقبول ہوتے ہیں جیسا کہ حافظ ذہبی اور ابن حجر نے تصریح کی ہے
اور کہا ہے کہ بالخصوص جب ظاہر ہو جائے کہ یہ بات کسی عداوت ذاتی یا مذہبی
کی وجہ سے کہی گئی ہے کیونکہ حسد سے سوائے معصومین کے کوئی بشر نجات نہیں پا سکتا
ذہبی کا قول ہے کہ مجھے کوئی ایسا زمانہ معلوم نہیں ہے جس کے لوگ حسد سے بچ سکیں
سوائے عصر انبیاء اور صدیقین کے) سوم خطیب بغدادی کچھ امام ابوحنیفہؒ کی ہی
نسبت متعصب نہ تھا بلکہ اس نے امام احمد بن حنبل کی اور ان کے اصحاب کی نسبت
بھی سخت شکست لکھا ہے جس سے حنبلیوں اور حنفیوں وغیرہ نے اس کی خوب
خبر لی ہے اور تردید میں کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ شامی شرح درمختار کے صفحہ ۳۷ میں
لکھا ہے ومن انتصر للامام العلامة يوسف بن عبد الهادي
الحنبلي في مجلد كبير سماه تنوير الصحيفة وذكر فيه عن
ابن عبد البر لا تتكلم في ابي حنيفة بسوء ولا تصدقن احدا
يسيء القول فيه فاني والله ما رايت افضل ولا اورع ولا افقه
منه ثم قال ولا يغتر احد بكلام الخطيب فان عنده
اصحابه وتحامل

عليهم بكل وجه وصنف فيه بعضهم السهم المصيب
في كبد الخطيب۔ یعنی بعض ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ
کی حمایت کی ہے علامہ یوسف بن عبد الہادی حنبلی بھی ہیں جنہوں نے ایک ضخیم
کتاب تنویر الصحیفہ نامی لکھی اور اس میں بیان کیا کہ ابن عبد البر نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ
کے حق میں کوئی بری کلام نہ کی جاوے اور ان کی نسبت کسی کا برا قول سچا نہ سمجھا
جاوے کیونکہ خدا کی قسم میں نے کوئی شخص امام ابوحنیفہ سے افضل، بہت پرہیزگار

اور افقہ نہیں دیکھا پھر کہا ہے کہ کوئی شخص خطیب بغدادی کی کلام پر دھوکہ نہ کھائے کیونکہ اس نے ایک جماعت علماء مثل امام ابو حنیفہ و امام احمد اور ان کے بعض اصحاب پر بڑا تعصب کیا ہے اور ان پر ہر ایک طرح کے عیب لگائے ہیں جس کی تردید میں بعض نے سہم المصیب فی کبد الخطیب کتاب لکھی ہے اس کے علاوہ خطیب بغدادی کی تردید میں ایک کتاب السہم المصیب فی الرد علی الخطیب علامہ عیسیٰ بن ابی بکر ملک المعظم ایوبی حنفی متوفی ۶۲۴ھ اور ایک کتاب السہم المصیب فی نحر الخطیب حافظ جلال الدین سیوطی نے بھی لکھی ہے دیکھو کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۳۹ علاوہ ازیں قول وعنا من ھذا کی ایک تاویل بھی ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے مشابہ حافظ الحدیث یزید بن ہارون کا قول بھی موجود ہے جیسا کہ کردری جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ میں ہے۔ عن عبد اللہ بن ابی لبید قال کنا عند یزید بن ھارون فقال المغیرۃ عن ابراھیم فقال اجل حدثنا عنہ علیہ السلام فقال یزید یا احمق ھذا تفسیر قولہ علیہ الصلوۃ والسلام فما تصنع بالحدیث اذا لم تفھم معناہ۔ یعنی ابن ابی لبید کہتے ہیں کہ ہم یزید بن ہارون کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے کہا مغیرہ نے ابراہیم سے یوں روایت کی ہے اس پر ایک شخص کہنے لگا کہ ہم کو تو حضرت کی حدیث بتاؤ۔ یزید نے فرمایا اے احمق یہ تو حضرت کی تفسیر ہے تو حدیث کو کیا کریگا جب اس کا معنی نہیں سمجھ سکتا ایسا ہی ابو اسحاق فزاری کی روایت مذکورہ کو اگر صحیح فرض کر لیا جائے تو اس کی صورت بعینہٖ اسی صورت کے مطابق ہے جو اس روایت یزید بن ہارون میں ہے یعنی جب فزاری نے امام صاحب سے مسئلہ پوچھا اور آپ نے جواب باصواب دیا اور فزاری نے کہا کہ حضرت کی حدیث تو یوں ہے تو آپ نے یہ سمجھ کر ہمارا جواب تو عین تفسیر

حدیث تھا جس کو یہ سمجھ نہیں سکا۔ یزید بن ہارون کی طرح اس کو کہہ دیا ہو کہ تم حدیث کا ذکر چھوڑو وہ جب تمہیں اس کی سمجھ نہیں اب بتائیے اس میں آپ پر کیا الزام ہے۔ الحاصل حضرت امام اعظم ایسے مسلم پیشوائے دین فقیہ و محدث کی برخلاف جو شخص یہ الزام لگائے کہ وہ قرآن و حدیث کے برخلاف مسائل بیان کرتے تھے اور قال اللہ و قال الرسول کی پرواہ نہیں کرتے تھے اس کا قول بالکل مردود ہے جیسا کہ برخلاف اس کے بشہادت محدثین ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ہر مسئلہ میں قرآن و سنت کی اتباع کرتے تھے اور احادیث صحیحہ اور آخری فعل رسول اور تعامل صحابہ کی تلاش میں رہتے تھے اسی لیے اکابر محدثین امام صاحب کے ہی اقوال پر فتویٰ دیتے تھے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔

وہابی خطیب بغدادی نے کہا ما ولد فی الاسلام اضر منہ یعنی اسلام میں کوئی اس سے زیادہ ضرر دینے والا پیدا نہیں ہوا۔

حنفی مخالف نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا کہ خطیب بغدادی نے کس سے یہ قول روایت کیا ہے اور یہ بھی بیان نہیں ہے کہ یہ قول کس کی نسبت ہے پھر ایسے بے سرو پا بے اصل اقوال کو مخالف کے سامنے معرض استدلال میں پیش کرنا بڑی حماقت کی بات ہے ہم اوپر خطیب کی روایات معتبر کتاب تبییض الصحیفہ کے حوالے سے امام صاحب کی مدح میں درج کر چکے ہیں جو ابن ابی داؤد سے روایت کی گئی ہیں۔ اور جس کا مضمون یہ ہے کہ امام صاحب کی نسبت سوائے جاہل یا حاسد کے کوئی کلام نہیں کر سکتا تو پھر وہی خطیب اپنی ان روایات کے برخلاف امام صاحب کی مذمت میں کس طرح کہہ سکتا ہے کہ ما ولد فی الاسلام اضر منہ۔ ممکن ہے کہ ایسا کلمہ کسی شریر حاسد نے کسی بزرگ کی نسبت کہہ دیا ہو کیونکہ اکثر جاہل حاسد بزرگان دین کی نسبت ایسے بیہودہ دل آزار کلمات کہہ کر اپنے

دل خوش کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت امام شافعیؒ کی نسبت ان کے خبر حساد نے ایک پُر دشمنی حدیث ان کی مذمت میں روایت کر دی ہے۔ عن انس قال قال رسول اللہ صلعم یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس اضر علی امتی من ابلیس۔ دیکھو شرح سفر السعادت صفحہ ۵۲۲ محدث دہلوی۔ پھر اگر کوئی کم بخت دشمن دین اسی مضمون کا من گھڑت یہ روایت ما ولد فی الاسلام۔ الخ امام صاحب کی مذمت میں کہہ دے تو اس سے حضرت امامؒ کی قدر و منزلت میں کیا فرق آ سکتا ہے جب دنیا اس بات کی قائل ہو چکی ہے کہ آپ جیسا حامی دین اسلام مفسر الکتاب محی السنۃ فقیہ زاہد۔ عابد متورع۔ خائف من اللہ نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا اور جب کہ آپ کا فیض ابد آباد تک صفحہ دنیا پر جاری ہے اور آپ کے معتقدین کی تعداد اس وقت خدا کے فضل سے اسلامی آبادی کی دو تہائی کے قریب ہے پھر ایسے مسلم مقتداء اسلام کی نسبت ایسے کلمات بکنے والا اپنی عاقبت خراب کرنے کے سوا حضرت امامؒ کی شان عالی کو کیا بٹہ لگا سکتا ہے۔

وہابی امام بخاریؒ نے فزاری سے روایت کیا ہے کہ کنت عند سفیان نعمان فقال الحمد للہ ینقض الاسلام عروۃ فی الاسلام اشام منہ یعنی سفیان کے پاس تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کے مرنے کی خبر آئی۔ سفیان نے کہا کہ الحمد للہ کہ ایسا امام دنیا سے گیا جو اسلام کے حلقہ کو توڑتا تھا اور اس سے زیادہ اشام کوئی نہ تھا۔)

حنفی اول تو یہ روایت بھی اوپر کی روایت کی طرح یار لوگوں کی گھڑت ہے اور امام بخاریؒ پر افتراء محض ہے کہ اس کے راوی ہیں اگر کوئی باطمینان کو اس روایت کی کوئی سند امام ہوتی تو وہ بخاری کو یہ روایت حاصل ہوتی ہے

کیونکہ ابو اسحٰق فزاری کو امام بخاریؒ نے دیکھا نہیں تھا بلکہ فزاری کی موت امام
بخاری کی ولادت سے پہلے ۱۸۵ھ میں ہو چکی تھی۔ دوم اس روایت میں یہ بھی بیان
نہیں ہے کہ کون سے نعمان کی نسبت یہ قول ہے کیونکہ نعمان بن ثابتؒ درحقیقت نہیں
ہے۔ سفیان ثوریؒ کے زمانہ میں سوائے حضرت امامؒ کے اور بھی بہت سے نعمان
نہیں جو سفیان سے پہلے ہوئے تھے مثلاً نعمان بن المنذر الغسانی جو بقول میزان قدری
تھا اور اس نے عقیدہ قدریہ میں ایک کتاب تصنیف کی تھی اور لوگوں کو اس کی طرف
مدعو کرتا تھا۔ دوسرا نعمان بن شبلی الباہلی البصری جو بقول موسیٰ بن ہارون و ابن حبان مندرجہ
میزان کے جھوٹی اور وضعی روایات کی روایت کرنے میں متہم تھا تیسرا نعمان بن راشد
الجزری جو بقول بخاری مندرجہ میزان حدیث میں کثیر الوہم تھا امام احمد کے نزدیک مضطرب
الحدیث تھا اور منکر احادیث روایت کیا کرتا تھا یحییٰ بن معین اور یحییٰ بن سعید اس کو
ضعیف بتاتے ہیں علاوہ ان کے نعمان بن ابی شیبۃ الصنعانی اور نعمان بن عبدالسلام
التیمی بھی تھے۔ پس اتنے نعمان اس وقت موجود ہونے کے بلا کسی قرینہ کے لفظ نعمان
سے امام ابوحنیفہؒ ہی سمجھ لینا کونسی دانائی اور انصاف پسندی ہے ممکن ہے کہ نعمان
سے ابو اسحاق فزاری کی مراد نعمان بن منذر سے ہو جو فرقہ باطلہ قدریہ کی تائید اور
لوگوں کو گمراہ کرنے میں سرگرم مہر تھا اور اس پر فقرہ ینقض الاسلام عروۃ عروۃ بھی
خوب منطبق ہو سکتا تھا اس طرح ممکن ہے کہ نعمان سے نعمان بن شبلی مراد ہو جو وضعی
اور جھوٹی روایات کے روایت کرنے میں متہم تھا ایسے ہی نعمان بن راشد بھی مراد ہو
سکتا ہے الغرض اس قدر احتمالات کے موجود ہوتے حسب قاعدہ مسلمہ اذا جاء الاحتمال
بطل الاستدلال کے آپ یہاں لفظ مطلق نعمان سے امام ابوحنیفہ بن ثابتؒ ہرگز
قرار نہیں دے سکتے۔ سوم یہ کہ کوئی شخص ایک لمحہ کے لیے بھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ سفیان
ثوری کی یہ جرح قابل تسلیم نہیں کیونکہ سفیان ثوری امام ابوحنیفہؒ کے اقران اور معاصرین

سے تھے اور معاصروں کی کلام ایک دوسرے کے برخلاف محققین اہل حدیث کے نزدیک بالکل غیر مقبول ہوتی ہے چنانچہ میزان الاعتدال کے صفحہ دوم میں لکھا ہے کلام الاقران بعضهم فی بعض لا یعباء به لاسیما اذا لاح لك انه لعداوة او لمذهب او لحسد وما ینجو منه الا من عصمه الله یعنی بعض معاصروں کی کلام بعض کے حق میں بے اعتبار ہوتی ہے خصوصاً جب کہ ظاہر ہو جاوے کہ یہ بات کسی عداوت مذہبی یا حسد ذاتی سے کہی گئی ہے کیونکہ حسد سے سوائے معصومین کے کوئی نہیں بچ سکتا۔ اور خیرات الحسان کے صفحہ ۴ میں لکھا ہے قد عرفناك ان الجارح لا یقبل منه الجرح وان فسره فی حق من غلبت طاعاته علی معاصیه و مادحوه علی ذامیه ومزکوه علی جارحیه اذا کانت یشهد العقل بان مثله من تعصب مذهبی او مناقشة دنیویة کما یکون بین النظراء وغیر ذالك وحینئذ فلا یلتفت لکلام الثوری وغیره فی ابی حنیفة و ابن ابی ذئب وغیره فی مالك و ابن معین فی الشافعی والنسائی فی احمد بن صالح ونحوه ولو اطلقنا تقدیم الجرح لما سلم لنا احد من الائمة اذ ما من امام الا وقد طعن فیه طاعنون وهلك فیه هالکون۔ یعنی ہم معلوم کراتے ہیں تجھ کو یہ بات کہ جارح کی جرح اگرچہ مفسر ہی کیوں نہ ہو ایسے شخص کی نسبت ہرگز قبول نہ کی جاوے گی جس کی طاعات اس کے معاصی پر غالب ہوں اور اس کی مدح کرنے والے اس کی ذم کرنے والوں اور اس کے تزکیہ کرنے والے اس کی جرح کرنے والوں سے زیادہ ہوں جب کہ عقل اس بات کی شہادت دے کہ اس قسم کی جرح تعصب مذہبی یا مناقشہ

دنیوی کی وجہ سے ہے جیسا کہ ابتداء سے ہم عصروں وغیرہ کے مابین ہوتا چلا آیا
ہے پس ایسی صورت میں امام ابوحنیفہ کی نسبت ثوری وغیرہ کی کلام کی طرف ہرگز
التفات نہ کی جاوے گی۔ اور نہ امام مالک کے حق میں ابن ذئب وغیرہ اور امام
شافعی کی نسبت ابن معین اور احمد بن صالح وغیرہ کے حق میں نسائی وغیرہ کی کلام کا کوئی
اعتبار کیا جاوے گا اگر ہم تقدیم جرح کو مطلق کر دیں تو ائمہ مسلمین سے کوئی امام جرح
وقدح سے سلامت نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ ایسا کوئی امام نہیں ہے جس کی نسبت طاعنین
نے طعن کیا ہو اور اس کی بدگوئی سے بدگمان ہلاک نہ ہوئے ہوں اگر محققین کی یہ تصریح
آپ کے نزدیک مسلم نہیں اور آپ ہم عصروں کی کلام کو ایک دوسرے کے حق میں
تسلیم کرتے ہیں تو پھر آپ کو امام مسلم کا امام بخاری وابن مدینی کی نسبت یہ قول
بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ یہ دونوں حضرت محدث نہ تھے صرف ایک طالب حدیث
اور مبتدی تھے چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ کی صفحہ ۱۱ میں معنعن حدیث سے
حجت پکڑتے ہوئے اپنے ہم عصروں کی نسبت جو اس میں مختلف الرائے تھے
اس طرح پر لکھا ہے وقد تکلم بعض منتحلی الحدیث من
اھل عصرنا۔ یعنی تحقیق ہمارے زمانہ کی بعض ہم عصروں سے جو طالب الحدیث
نے کلام کی ہے اور منتحل یعنی طالبی الحدیث سے اس جگہ مراد حسب تصریح امام
نووی کے علی بن المدینی و امام بخاری ہیں اب آپ کو اہل احادیث کے مذہب کی بھی
تصریح کر دی جاتی ہے جس سے صاف ثابت ہو جائیگا کہ کسی کو طالب حدیث یعنی
مبتدی کہنے سے اس کے محدث ہونے کی نفی ثابت ہوتی ہے چنانچہ نواب صدیق
حسن خان نے ابجد العلوم کے صفحہ ۲۲۲ میں اس طرح پر لکھتے ہیں قال فی کشاف
اصطلاحات الفنون لاھل الحدیث مراتب و اولھا الطالب
وھو المبتدی الراغب فیہ ثم المحدث وھو الاستاذ

الکامل و کذا الشیخ والامام بمعناہ ثم الحافظ وھو الذی
احاط علمہ بمائۃ الف حدیث متناً و اسناداً واحوال
رواتہ جرحاً و تعدیلاً و تاریخاً ثم الحجۃ وھو الذی احاط
علمہ بثلثمائۃ الف حدیث کذلک قالہ المطرزی یعنی کرمانی
نے اصطلاحات فنون میں لکھا ہے کہ اہل حدیث کی کئی درجے ہیں پہلا درجہ طالب
یعنی مبتدی کا ہے پھر محدث کا جو استاذ کامل ہے اور ایسا ہی شیخ اور امام کا درجہ
ہے اور ان سے بڑھ کر حافظ ہے جس کو ایک لاکھ حدیث متناً وسنداً مع حالات
رواۃ اور ان کی جرح و تعدیل اور تاریخ کے یاد ہوں پھر سب سے بڑھ کر اعلی
درجہ حجت کا ہے جس کو تین لاکھ حدیث مع متعلقات کے یاد ہوں اب دیکھئے
تمام جہان کے محدثین کا تو اس پر اتفاق ہے کہ امام بخاری اور علی بن مدینی محدث
حافظ حجت اور امام ائمہ حدیث ہیں مگر برخلاف اس کے ان کے ہمعصر امام مسلم
ابھی ان کو حدیث میں صرف مبتدی ہی سمجھتے ہیں اور محدث تک کا درجہ ان
کو نہیں دے سکتے سو اس میں ان کی کس قدر توہین نکلتی ہے کیا آپ اس کو گوارا
کر سکتے ہیں؟ اور سنئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے استاذ محمد بن یحیی ذہلی
لفظ قرآن کی مخلوق ہونے کا قائل سمجھ کر مبتدع خیال کرتے اور لوگوں کو ان کے
پاس آمد و رفت سے ممانعت کرتے ہیں چنانچہ مقدمہ فتح الباری کے صفحہ ۵۰۹
میں لکھا ہے۔ و قال ابو حامد بن الشرقی سمعت محمد
بن یحیی الذھلی یقول القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ومن
زعم لفظی بالقرآن مخلوق فھو مبتدع لا یجالس
ولا یکلم ومن ذھب بعد ھذا الی محمد بن اسماعیل
فاتھموہ فانہ لا یحضر مجلسہ الا من کان علی مذھبہ

یعنی ابو حامد شرقی نے کہا کہ سنا ہے محمد بن یحییٰ ذہلی کو کہتے تھے کہ قرآن شریف
کلام اللہ غیر مخلوق ہے اور جس نے گمان کیا کہ لفظ قرآن کا مخلوق ہے پس وہ مبتدع
ہے اس کے پاس نہ بیٹھنا چاہیئے اور نہ اس سے بولنا چاہیے اور اس کے بعد جو شخص محمد
بن اسمٰعیل کے پاس جاوے اس کو بھی متہم جانو کیونکہ ایسی کی مجلس میں وہی جائے گا
جو ان کے مذہب کا ہو گا دیکھو امام بخاری کی نسبت امام ذہلی ان کے استاذ کی
کس قدر سخت جرح ہے کہ وہ ان کو معتزلہ فرقہ میں سے سمجھتے تھے جو لفظ قرآن کی مخلوق
ہونے کا قائل ہے جیسا کہ غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۲۲۵ میں فرقہ معتزلہ کے بیان میں
لکھا ہے۔ واما المعمرية فكان شيخهم المعمر يقول
ان القرآن فعل الاجسام وليس هو بفعل الله۔ یعنی معتزلہ کے
فرقہ معمریہ کا شیخ کہتا تھا کہ قرآن فعل اجسام ہے (جو حروف صورت سے مرکب
ہے) اور فعل خدا نہیں ہے ایسے ہی امام بخاری نے سن ۲۵۰ میں بمقام نیشاپور
ایک بھری مجلس میں کسی شخص کے الفاظ قرآن کی نسبت سوال کرنے پر فرمایا۔ افعالنا
مخلوقة و الفاظنا من افعالنا۔ (مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۹۰) یعنی افعال
ہمارے مخلوق ہیں اور ہمارے الفاظ ہمارے افعال ہیں نتیجہ یہ کہ قرآن کے الفاظ
مخلوق اور فعل اجسام ہیں۔ الغرض اگر صاحب خیرات الحسان کی تصریح مندرجہ صفحہ ۴۹
کو جو ابھی مذکور ہوئی ہے مد نظر رکھا جاتے تو جناب براہ مہربانی آپ ہی فرمادیں کہ امام
ذہلی کے فتویٰ اور جرح سے امام بخاری کے سالم و محفوظ رہنے کی اور کون سی سبیل
ہو سکتی ہے۔

وہابی

رازی نے رسالہ ترجیح شافعی میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر شافعی کا
اپنی تاریخ کبیر میں کیا ہے مہمل۔ ولو كان الضعفاء في هذا الباب
اي في علم الحديث لذكره كما ذكر ابا حنيفة في هذا الباب

یعنی اگر امام شافعیؒ علم حدیث میں ضعیف ہوتے تو امام بخاری اپنی کتاب تاریخ کبیر میں ان کا بھی ذکر کرتے جیسے ابو حنیفہؒ کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

حنفی | امام رازی کا کوئی رسالہ ترجیح شافعی میں نہیں ہے البتہ مناقب شافعی میں ان کا رسالہ ہے اور اس میں عبارت مذکور بھی ہے اور پھر یہ عبارت بھی انہوں نے کوئی طعن کے طور پر نہیں لکھی جیسا کہ آپ نے سوء فہمی سے سمجھا ہے بلکہ انہوں نے امام بخاری کا گویا ایک طرح کا شکریہ کیا ہے کیوں کہ امام بخاری نے جس بے پروائی سے امام شافعی کا ذکر تاریخ کبیر میں کیا ہے اس کے لحاظ سے امام رازی نے یہ غنیمت سمجھا ہے کہ تضعیف نہیں کی جیسی کہ امام ابو حنیفہؒ کی کی ہے چنانچہ کل عبارت مذکورہ اس طرح ہے۔ و اما الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری فقد ذکر الشافعی فی تاریخ الکبیر فقال فی باب محمد بن عبد اللہ محمد الشافعی القرشی مات سنۃ اربع و مائتین ثم انہ ما ذکرہ فی باب الضعفاء مع علمہ بانہ کان قد روی شیئاً کثیراً من الحدیث و لو کان من الضعفاء فی ہذا الباب لذکرہ ذکر ابا حنیفۃ فی ہذا الباب۔ علاوہ اس کے چونکہ امام شافعی کی حافظ محمد بن حسین ابو الفتح موصلی متوفی سنہ [illegible]ھ نے اپنی کتاب الضعفاء میں

لہ چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ کے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے۔ و ذکر محمد بن الحسین الموصلی الحافظ فی آخر کتابہ فی الضعفاء قال یحیی بن معین ما رایت احداً اقدمہ علی وکیع وکان یفتی برای ابی حنیفۃ وکان یحفظ حدیثہ کلہ وکان قد سمع

یحییٰ بن معین کے قول سے تضعیف اور امام ابوحنیفہ کی توثیق کی تھی اس لیے امام
رازی کی عبارت مذکورہ سے مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے امام کی حمایت
میں حافظ موصلی کی تضعیف کو مدنظر رکھ کر صرف یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ چونکہ امام

سمع من ابی حنیفة حدیثاً کثیراً (قال) وقیل یحیی
بن معین یا ابا زکریا ابوحنیفة کان یصدق فی الحدیث
قال نعم صدوق (قال) وقیل یحیی بن معین ایضاً احب
الیک ابوحنیفة او الشافعی او ابویوسف القاضی فقال
اما الشافعی فلا احب حدیثه واما ابوحنیفه فقد حدث
عنه قوم صالحون وابویوسف لم یکن من اهل الکذب کان صدوقا
ولکن لست اری حدیثه یجزی۔ یعنی یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ میں
نے ایسا کوئی محدث و عالم نہیں دیکھا جس کو میں وکیع پر مقدم کروں حالانکہ وہ امام ابوحنیفہ
کی رائے پر فتوے دیا کرتے تھے اور ان کی کل حدیثیں حفظ کیے تھے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ
سے بہت حدیثیں سنی تھیں یہ بھی یحییٰ بن معین سے کہا گیا کہ کیا امام ابوحنیفہ حدیث میں سچے
مانے جاتے تھے کہا کہ ہاں سچے مانے جاتے تھے یہ بھی ان سے کہا گیا کہ ابوحنیفہ و شافعی اور
ابویوسف قاضی میں سے کون سا آپ کو پسندیدہ ہے فرمایا کہ میں شافعی کی حدیث تو پسند
نہیں کرتا لیکن ابوحنیفہ کو پسند کرتا ہوں کیونکہ ایک جماعت صالحین نے ان سے حدیث روایت
کی ہے اور ابویوسف گو اہل کذب سے نہ تھے بلکہ صدوق تھے لیکن میں ان کی حدیث نافذ
نہیں سمجھتا دیکھو یحییٰ بن معین جن کی نسبت محض امام احمد کا یہ قول ہے کہ وہ رجال کی نسبت
سب سے اعلم تھے۔ اور جس حدیث کو یحییٰ نہ جانتے ہوں وہ حدیث ہی نہیں ہے ان کی جرح کو
امام شافعی کی نسبت محض اس لیے قبول نہیں کیا گیا کہ وہ ان کے ہم عصر تھے۔

بخاری نے امام شافعی کا تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے اور کتاب الضعفاء میں ان کا ذکر نہیں کیا اس لیے امام شافعی ان کے نزدیک ضعیف نہ تھے اور یہ نہیں ضعیف بے اعتبار ہے۔ الغرض عبارت مذکورہ سے آپ کا یہ سمجھنا کہ امام رازی نے اس تصریح سے امام ابوحنیفہ کی تضعیف ثابت کرنی چاہی ہے صرف سوء فہمی ہی نہیں ہے بلکہ امام رازی پر محض ایک طرح کا افترا و بہتان ہے امام بخاری کا حضرت امام کا ذکر ضعفاء میں کرنا محض بوجہ تنافر مذہبی اور ذاتی عداوت کی تھا جس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابوحفص کبیر بخاری شاگرد امام محمد نے امام بخاری کو کہا تھا کہ آپ فتوے نہ دیا کریں کیونکہ آپ فتویٰ دینے کی لائق نہیں امام بخاری ہی نے نہ مانا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن کسی نے آکر ان سے مسئلہ پوچھا کہ اگر ایک بکری کا دودھ دو لڑکوں نے پی لیا تو رضاع ثابت ہوگا یا نہیں امام بخاری نے فرمایا رضاع ثابت ہو جاتی ہے اس بات پر لوگ آپ سے بے اعتقاد ہو گئے اور اس بدمزگی کی وجہ سے آپ کو بخارا چھوڑنا پڑا جیسا کہ فتح القدیر اور نہایہ وغیرہ شروح ہدایہ میں مصرح ہے پس امام بخاری کا امام صاحب کو ضعفاء میں درج کرنا محض اس رنجش کے باعث تھا جو ان کو امام صاحب کے پیروں سے ہوئی تھی اور ظاہر ہے کہ جو جرح بوجہ عداوت یا تعصب مذہبی کسی پر کی جائے وہ محدثین کے نزدیک غیر مقبول ہے جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے۔ (فزاری کی روایت مردیہ امام بخاری کا موضوع ثابت ہونا)

جب رسالہ ہذا کا دو ورقہ صفحہ ۷۷ تا ۸۰ چھپ کر مشتہر ہوا تو اس میں ہمارے دوست مولوی ابویوسف محمد شریف صاحب امام مسجد کوٹلی لوہاران ضلع سیالکوٹ نے ابواسحق فزاری کی روایت نقض الاسلام عروۃ عروۃ مردیہ امام بخاری کی نسبت عمداً یہ اعتراض کہ حیدرآبادی محرض نے یہ نہیں لکھا کہ امام بخاری نے کس کتاب میں یہ روایت لکھی ہے یا کس راوی سے ابواسحق فزاری کا یہ روایت کرنا سنا ہے

دیکھ کر ہمیں اطلاع ہوئی ہے کہ یہ روایت امام بخاری نے تاریخ صغیر میں نعیم بن
حماد مروزی عن ابو اسحٰق فزاری سے نقل کی ہے پس اب اس پہلو پر ہم بڑی وثوق
سے کہتے ہیں کہ یہ روایت نقل جعلی و وضعی ہے اور حضرت سفیان ثوری پر صریح افترا
ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی نسبت ان کی وفات کی خبر سن کر معاذ اللہ ایسا فرمایا
کیونکہ نعیم بن حماد مروزی متوفی ۲۲۸ھ اگرچہ امام بخاری کا شیخ ہے اور ان کے نزدیک
معتبر ہے اور اسے چند احادیث انہوں نے اپنی صحیح میں بھی نقل کی ہیں مگر اکثر محدثین
کے نزدیک وہ سخت مجروح ہے یہاں تک کہ بعض نے علاوہ اس کے ضعف اور
نکارت کے وضع احادیث کا الزام اس پر لگایا ہے اور امام صاحب کا تو یہ
ایسا دشمن تھا کہ ان کی عیب گیری میں جھوٹی روایات خود گھڑا کر اوروں کی طرف
منسوب کرتا تھا۔ چنانچہ میزان الاعتدال میں اس کی نسبت لکھا ہے۔ قال الازدی
کان ابو نعیم یضع الحدیث فی تقویۃ السنۃ وحکایات
مزورۃ فی ثلب النعمان کلہا کذب۔ یعنی ابو الفتح ازدی مشہور
حافظ موصلی نے کہا ہے کہ ابو نعیم تقویت سنت میں وضع حدیثیں اور عیب گیری
نعمان میں جھوٹے قصے گھڑتا تھا جو سب کے سب جھوٹے ہوتے تھے اور مقدمہ فتح الباری
کے صفحہ ۵۲۵ میں لکھا ہے وقال النسائی ضعیف و نسبہ ابو بشر
الدولابی الی الوضع۔ یعنی نسائی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابو بشر
دولابی نے اس کو وضع احادیث کی طرف منسوب کیا ہے اور تذکرۃ الحفاظ کی جلد
۲ صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے وھو ای نعیم مع امامۃ منکر الحدیث
پھر اسی کے صفحہ ۱۱ میں ہے وقال ابو سعید بن یونس روی احادیث
مناکیر عن الثقات۔ اخیر میں لکھا ہے وکان من اوعیۃ العلم
بل ربما یحتج بہ۔ یعنی اگرچہ یہ علم کے برتن ... میں سے تھا مگر اس کے ساتھ

حجت نہیں پکڑی جاتی اور میزان الاعتدال میں ہے وقال ابو داؤد کان
عند نعیم بن حماد نحو عشرین حدیثا عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم لیس لہا اصل. یعنی نعیم بن حماد کے پاس
رسول خدا کے قریباً بیس احادیث ایسی تھیں جن کا کوئی اصل نہ تھا اس کے بعد صاحب
میزان نے بطور نمونہ بے اصل احادیث نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے
نعیم بن حماد ثنا ابن وہب ثنا عمرو بن الحارث عن سعید
بن ابی ہلال عن مروان بن عثمان عن عمارۃ بن عامر عن
ام الطفیل انہا سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یقول رأیت ربی فی احسن صورۃ شابا موفرا رجلاہ فی
خضر علیہ نعلان من ذہب. دیکھو جو شخص احادیث کے وضع
کرنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کی کچھ پرواہ نہ کرے وہ امام ابوحنیفہ
کی عیب گیری میں جھوٹے قصے گڑھنے میں کب فرق کرے گا پس امام بخاری کی
روایت مذکور بقول حافظ ازدی صریح جعلی اور وضعی ہے اور حضرت سفیان ثوری
کا امام کی وفات کی خبر پہنچنے کے وقت الحمد للہ ینقض الاسلام عروۃ عروۃ کہنا سراسر
افترا اور بہتان ہے اس موقع پر اگر کوئی یہ کہے کہ یہ تو مانا کہ روایت مذکور جعلی و وضعی
ہے لیکن امام بخاری کی عظمت و جلالت سے یہ بہت مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ
محض ایک مذہبی رنجش سے امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ان کے حاسدوں سے جعلی قصے
روایت کرکے اپنا دل خوش کرنا پسند کریں اور ان کی توہین روا رکھیں اس تعجب کے
دفعیہ میں ہم ان سے کہتے ہیں کہ جب کہ امام بخاری اپنے استاذ محمد بن یحییٰ ذہلی
سے اس رنجش کا بدلہ لینے سے نہیں چوکے جو ان سے ان کو اہل بدعت کا فتویٰ دینے
سے حاصل ہوئی تھی تو پھر امام ابوحنیفہؒ کب ان کی رنجش کے بدلے سے بچ سکتے تھے

جن کا مختصر بیان اس طرح پر ہے کہ امام بخاری نے امام ذہلی سے خود ہی مذکورہ
پہلے احادیث بہت سی سنی ہوئی تھیں جن کا صحیح بخاری میں درج کرنا ضروری تھا
اور مسئلہ خلق الفاظ سے ان کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ ان کے احسانات سے خود دشمن کا
نام مشہور کیا جائے اس پر انہوں نے مثل مشہورہ "سانپ بھی مر جاوے اور لاٹھی بھی بچی
رہے" پر کاربند ہو کر یہ حکمت عمل کی کہ تقریباً ۳۰ احادیث مرویات ان کی تو مختلف
ابواب میں درج کر دیں لیکن کسی روایت کے سلسلہ اسناد میں ان کے نام کے ساتھ
ان کے باپ کا نام نہ لکھا کہ جس سے غیر کو یہ شخص ہو سکے کہ امام ذہلی سے یہ احادیث
روایت کی گئی ہیں چنانچہ کسی جگہ تو صرف حدثنا محمد ہی لکھ دیا اور کسی
جگہ بجائے ان کے باپ یحیٰی کے ان کے دادا عبداللہ یا پردادا خالد کا نام لکھ دیا
جیسا کہ عینی شرح بخاری جلد ۲ کے صفحہ ۱۷ میں اس طرح پر لکھا ہے۔ محمد بن یحیٰی بن
عبد اللہ بن خالد فارس بن ذهب ابو عبد اللہ
الذهلی   روی عنہ البخاری فی الصوم و الطب
والجنائز العتق وغیرہ مواضع فی قریب من ثلاثین
ولم یقل حدثنا   بن یحیی الذہلی مصرحا بل
حدثنا محمد ولا یزید علیہ و یقول محمد
بن عبد اللہ ینسبہ الی جدہ و یقول محمد
بن خالد   جد ابیہ والسبب فی ذالک ان البخاری
لما دخل نیسابور   علیہ محمد بن یحیی الذہلی فی
خلق اللفظ وکان قد   منہم   الروایۃ عنہ
ولم یصرح باسمہ۔ پس جو شخص اپنے استاد سے رنجش کا بدلہ لینے
سے نہ چوکے وہ غیر سے بدلہ لینے سے کس طرح چوک سکتا ہے۔

وہابی — یحییٰ بن معین نے کہا ابو حنیفہؒ سے حدیث نہ کرو ان کی حدیث قابل اعتماد نہیں۔ دیکھو کتاب المنتظم لابن الجوزی۔

حنفی — اس موقعہ پر ہم کیوں نہ کہہ دیں کہ ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ کیا یہ وہی یحییٰ بن معین نہیں ہیں جن کا ایک قول بحوالہ عقود الجواہر المنیفہ وسفیان ومالک والاوزاعی والقراءۃ عندی قراءۃ حمزۃ والفقہ فقہ ابی حنیفۃ علی ہذا ادرکت الناس (دیکھو خیرات الحسان صفحہ ۳۲) اور یہ بھی ان کا قول ہے۔ کان ثقۃ صدوقا فی الفقہ والحدیث مامونا علی دین اللہ اور کہ ابو حنیفہ ثقۃ فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ (تہذیب الکمال) پھر ان اقوال کی موجودگی میں کون شخص خیال کر سکتا ہے کہ یحییٰ بن معین امام صاحب کی نسبت کہیں کہ ان سے حدیث نہ کرو ان کی حدیث قابل اعتماد نہیں اور ابن جوزی کا حال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ وہ ایک سخت متعصب شخص تھا جس کو اکثر ائمہ علام سے دشمنی تھی۔ اور پھر باوجود اس کے اس میں یہ سخت عیب تھا کہ جرح کے اقوال تو درج کر دیتا تھا اور مجروح کی نسبت جو کسی نے توثیق و تعدیل کی ہوتی تھی اس کا ذکر نہ کرتا تھا چنانچہ امام ذہبی نے میزان میں ترجمہ ابان بن یزید العطار میں لکھا ہے وقد اوردہ ایضا العلامۃ ابو الفرج ابن الجوزی فی الضعفاء ولم یذکر فیہ اقوال من وثقہ وھذا من عیوب کتابہ یذکر الجرح ویسکت عن التوثیق علاوہ اس کے جو نسخہ ابن الجوزی کی کتاب المنتظم بقول صاحب کشف الظنون اوہام کثیرہ اور اغلاط صریحہ کا مجموعہ ہے اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جوزی نے بجائے امام شافعی کے غلطی سے امام ابو حنیفہؒ کا نام لکھ دیا ہے کیونکہ یحییٰ بن معین

نے امام شافعی کی یہ حدیث کو ناپسند کیا ہے جیسا کہ ابھی بحوالہ عقود الجواہر المنیفہ کے موصلی کے منقولہ اقوال یعنی متناقضین سے گزرا ہے۔

وہابی میزان الاعتدال میں لکھا ہے النعمان بن ثابت ابن زوطی ابو حنیفہ الکوفی امام اھل الرای ضعفہ النسائی من جھۃ حفظہ و ابن عدی و آخرون۔ یعنی نعمان ابو حنیفہؒ امام اہل رائے کے ہیں ان کو نسائی نے بباعث سوء حفظ ضعیف کہا اور ابن عدی اور دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کہا۔

حنفی ۱ اول تو ہمیں اس بات کے تسلیم کرنے سے بالکل انکار ہے کہ میزان الاعتدال میں صراحت سے لکھ دیا ہے کہ میں اس کتاب میں جو شخص بضعفا ہے۔ ائمہ متبوعین مثل امام ابو حنیفہؒ و شافعی و بخاری کا ترجمہ ادباً نہیں لکھوں گا چنانچہ اس کی عبارت یوں ہے وکذا لا اذکر فی کتابی من الائمۃ المتبوعین فی الفروع احدا لجلالتھم فی الاسلام و عظمتھم فی النفوس مثل ابی حنیفۃ والشافعی والبخاری۔ یعنی یوں ہی کتاب میں ائمہ متبوعین کو ہرگز ذکر نہیں کروں گا کیونکہ اسلام میں ان کی جلالت اور عظمت مسلم ہے مثل امام ابو حنیفہؒ و شافعی اور بخاری کے پس جب کہ مصنف کتاب نے خود صریح کر دی ہے کہ ائمہ عظام کی نسبت اس کتاب میں کچھ ذکر کیا جائے تو پھر وہ برخلاف اس کے امام ابو حنیفہؒ کی نسبت یہ جرح کس طرح کر سکتا تھا جس سے صاف ثابت ہے کہ امام صاحب کی نسبت کسی نادان بلکہ شریر نے یہ عبارت میزان الاعتدال کے حاشیہ پر ایزاد کر دی اور پھر ناقل نے اصل عبارت سمجھ کر درج کتاب کر لی۔ چنانچہ اب بھی بعض نسخ صحیحہ میں یہ عبارت ہرگز نہیں درج کر کے یہ لکھ دیا ہے کہ چونکہ یہ ترجمہ اس نسخہ میں تھا اور دوسرے میں نہ تھا اس

لیے ہم نے اس کو حاشیہ پر درج کر دیا ہے۔ دوم اس الحاقی عبارت میں فقرہ
ومن جھتہ حفظہ کو نسائی کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے اور درج
کنندہ عبارت نے اپنی طرف سے ختم کر کے جرح مبین کی صورت بنا دی ہے حالانکہ
نسائی نے کتاب الضعفاء میں صرف اس قدر لکھا ہے۔ نعمان بن ثابت لیس
بالقوی فی الحدیث۔ اور یہ جرح غیر مفسر مبہم ہے جو باتفاق محدثین غیر مقبول
ہے علاوہ ازیں یہ جرح بھی امام نسائی سے امام بخاری کی طرح محض مذہبی تعصب
کی وجہ سے صادر ہوئی ہے کیونکہ امام نسائی اہل تشیع تھے جیسا کہ ابن خلکان نے
لکھا ہے۔ وکان یتشیع۔ (یعنی وہ تشیع کرتے تھے) بلکہ ان کی موت بھی ان
کی تشیع کی وجہ سے لوگوں کی زدوکوب سے ہوئی ہے اور اہل تشیع کا بغض امام
صاحب سے ظاہر ہے پس انہوں نے اگر آپ کی نسبت لیس بالقوی
لکھ کر اپنا دل خوش کر لیا تو کیا مضائقہ۔ ان کو اس قدر جرأت پھر بھی نہ ہو سکی کہ جرح
کی تفسیر اور بیان بھی کر دیں کیونکہ تمام محدثین آپ کی ثقاہت کے قائل ہو چکے
ہیں اور امیر المومنین فی الحدیث شعبہ جیسے جلیل القدر امام نے آپ کی نسبت صاف
شہادت دے دی ہے کہ آپ جید الحفظ اور حسن الفہم تھے (خیرات الحسان وغیرہ)
۲۔ پھر اگر امام نسائی عداوت وحسد کی وجہ سے آپ کو بلا وجہ لیس بالقوی
کہہ دیں تو امام صاحب کی ثقاہت میں کیا فرق آ سکتا ہے اسی طرح ابن عدی
کی جرح بھی مبہم غیر مبین ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے علاوہ اس کے ابن عدی
کی عادت ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر اس نے بعض ائمہ بلکہ صحیحین تک کے راویوں
کو بھی ضعیف قرار دے کر اپنی کتاب الضعفاء کامل نامی میں درج کر دیا ہے اور
صاحب میزان نے یہ تصریح کر کے کہ ابن عدی نے ان کو ضعفاء میں قرار دیا ہوتا
تو میں ان کو ہرگز میزان میں درج نہ کرتا (ایک طرح ابن عدی کی تضعیف کی
-

کی تردید کر دی ہے چنانچہ جعفر بن ایاس کے ترجمہ میں اس طرح پر لکھا ہے جعفر بن ایاس الواسطی احد الثقات اورده ابن عدی فی کاملہ فاساء۔ یعنی ابن عدی نے جو ان کو ضعفاء میں شمار کیا ہے تو برا کیا ہے حمید بن ہلال کی نسبت یوں لکھا ہے۔ حمید بن ھلال احد الاجلۃ ھو فی کامل ابن عدی مذکور فلهذا ذکرته والا فالرجل حجۃ۔ یعنی حمید بن ہلال کا ذکر یعنی میزان میں اس لیے کیا ہے کہ ابن عدی نے اس کو کامل میں ذکر کیا تھا ورنہ یہ شخص حجت ہے اور ضعفاء میں شمار نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی ثابت بن اسلم کی نسبت لکھا ہے۔ ثابت بن اسلم البنانی ثقۃ بلا مدافعۃ کبیر القدر فلت ثابت ثابت کاسمہ ولولا ذکر ابن عدی له ما ذکرته یعنی ثابت بن اسلم متفق علیہ ثقہ کبیر القدر تھے۔ اور ثابت مثل اپنے نام کے ثابت ہیں اگر ان کو ذکر ابن عدی ضعفاء میں ذکر نا تو میں ان کا ذکر میزان میں ذکر تا۔ الغرض جب ابن عدی کی یہ عادت ہی ہے کہ اس نے ذرا ذرا سی بات پر متفق علیہ ثقات کو بھی ضعفاء میں شمار کیا ہے تو پھر ایسے شخص نے اگر امام ابوحنیفہؒ کہ جن کی جلالت و ثقاہت پر بڑے بڑے محدثین ناقدین شہادت دیتے ہیں بلا اظہار کسی وجہ کے ضعیف کہہ دیا تو اس کی ایسی جرح کا کیا اعتبار ہے۔

رازی نے کہا انما قال فی ابن فلان ذلک لانه وہابی یقبل المجاھیل والمقاطیع و المراسیل وما رفع الیه من حدیث بلده وان کان ضعیفاً بترک القیاس لاجله وما رفع الیه من احادیث سائر البلاد وان کان صحیحا ثم یقبله بل عدل علی الاستحسان و

الqیاس:

الحقیقی:

حنفی وہابی دوست نے نہیں لکھا کہ رازی نے کس کتاب میں یہ قول کس سے نقل کیا اور نیز یہاں ابن فلاں لکھا ہے امام صاحب کا کوئی ذکر نہیں ممکن ہے کہ ابن فلاں کوئی اور شخص ہو کیونکہ امام صاحب کی شہرت ابن فلاں سے ثابت نہیں بلکہ ابوحنیفہ (کنیت) سے ہے پھر جب تک معلوم نہ ہو کہ کس کا قول کس کے حق میں ہے تو کس طرح قابل جواب سمجھا جائے حالانکہ امام صاحب کی نسبت کافی تشریح ہے ہم پہلے بشہادت کبار محدثین ثابت کر چکے ہیں کہ آپ صحیح حدیث کے تتبع اور تفحص کے درپے رہتے تھے اور ایسی احادیث پر آپ کا عمل ہوتا تھا جو پایہ صحت کو پہنچ چکی ہوں اور جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا آخری عمل جن پر ہوا ہو اور کہ اکثر ائمہ حدیث فتویٰ دینے کے وقت امام صاحب کے اور آپ کے شاگردوں کے اقوال کی تلاش کرتے اور ان کے مطابق حکم دیا کرتے تھے دیکھو شہادت نمبر ا میں قول اول و دوم حضرت سفیان ثوری اور نمبر ۹ میں قول امام اعمش اور نمبر ۹ میں قول محمد بن اسحاق اور نمبر ۱۲ میں قول فضیل بن عیاض اور نمبر ۱۵ میں قول یحییٰ قطان اور نمبر ۱۶ میں قول حسن بن صالح۔ کتاب موفق جلد اصفحہ ۱۹۰ میں محدث یوسف سے جو صحیحین کے رواۃ سے ہیں مروی ہے۔ سمعت وکیعاً یقول لقد وجد الورع عن ابی حنیفۃ فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ۔ یعنی حضرت وکیع فرماتے تھے کہ حدیث کے اندر روایت کے بارہ میں جیسی کہ پرہیزگاری و احتیاط امام ابوحنیفہ میں پائی گئی ہے ایسی اور کسی میں پائی نہیں گئی پھر اگر بالفرض کوئی شخص ان کے برخلاف آپ کی نسبت بلادلیل یقیل المجالس والمقاطیع۔ کہہ دے تو اس کے قول کا کیا اعتبار ہے علاوہ ان کے امام شعرانی نے میزان کبریٰ کے صفحہ ۶۲ میں لکھا

ہے۔ وقد من اللہ تعالٰی علیّ بمطالعۃ مسانید الامام
ابی حنیفۃ الثلاثۃ من نسخۃ صحیحۃ علیہا خطوط الحفاظ
آخرہم الحافظ الدمیاطی فرأیتہ لا یروی حدیثاً الا عن خیار
التابعین العدول الثقات الذین ہم من خیر القرون بشہادۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالاسود و علقمۃ وعطاء
وعکرمۃ و مجاہد و مکحول و الحسن البصری واضرابہم رضی اللہ
عنہم اجمعین فکل الرواۃ الذین بینہ و بین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیہم
کذاب ولا متہم بکذب و ناھیک یا اخی بعدالۃ من ارتضاھم
الامام ابو حنیفۃ لان یاخذ عنہم احکام دینہ مع شدۃ
تورعہ و تحرزہ و شفقتہ علی الامۃ المحمدیۃ۔ یعنی خدا تعالٰی
نے مجھ پر احسان کیا کہ امام ابو حنیفہؒ کی تین مسندوں کے صحیح نسخے میری مطالعہ میں
آئے جن پر حفاظ کے دستخط ثبت تھے اور اخیر دستخط حافظ دمیاطی کا تھا پس میں
نے ان مسانید میں ایسی کوئی حدیث نہیں دیکھی۔ جو خیار و عادل اور ثقات تابعین
مثل اسود۔ علقمہ۔ عطاء۔ عکرمہ۔ مجاہد۔ مکحول اور حسن بصری وغیرہم کے سوا۔ (جن کے
زمانہ کی خیریت کی آنحضرتؐ نے شہادت دی ہے) کسی اور سے روایت کی گئی ہو
پس تمام راوی درمیان امام ابو حنیفہؒ اور رسول خداؐ کے عادل۔ ثقہ۔ اعلام اخیار
ہیں جن میں کوئی کاذب یا متہم بکذب نہیں اور تیرے لیے اے بھائی کافی ہے
عدالت ان اشخاص کی جن کو امام ابو حنیفہؒ نے اس بات کے لیے پسند کیا ہے
کہ ان سے ساتھ نہایت پرہیزگاری و احتیاط اور امت محمدیہ پر شفقت کے دین
کے دین کے احکام اخذ کئے جاویں افسوس جو امام صحیح حدیث کے اخذ و روایت

کرے گا اس قدر شائق ہو اور ضعیف و سقیم روایتوں سے سخت پرہیز گار و محتاط اور متنفر ہو اس پر بقول — اے وحشی طبیع تو بلا شبہ ای۔ کہ یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ مجہول و مقطوع احادیث کو قبول کرتا تھا۔

وہابی — امام ابو حنیفہؒ فن اجتہادی میں کم نہ تھے بلکہ ہر ایک فن میں سست رہے ہیں چنانچہ علم لغت کی نسبت ان کی غلطی کو صاحب قاموس نے ظاہر کیا ہے۔

حنفی — صاحب قاموس تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کو امام الفقہاء تسلیم کرتا ہے جیسا کہ باب الفاء میں لکھا ہے ابو حنیفۃ کنیۃ عشرین من الفقہاء اشہرھم امام الفقہاء النعمان۔ یعنی ابو حنیفہؒ بیس فقہا کی کنیت ہے سب سے مشہور ترجمہ امام الفقہاء نعمان ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ صاحب قاموس نے امام صاحب کی غلطی ظاہر کی ہے دروغ گویم بر روئے تو والا صاحب ہے بلکہ اس اعتراض کو شیخ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس کی طرف منسوب کرنا بعینہ مثل اس افتراء و بہتان کے ہے جو ان سے پہلے کسی ناواقف امر شخص نے امام ابو حنیفہؒ کی تردید میں ایک رسالہ لکھ کر صاحب قاموس کی طرف منسوب کیا کہ انہوں نے لکھا ہے جب وہ رسالہ علامہ ابو بکر بن خیاط یمنی کی نظر سے گزرا تو انہوں نے بڑی ملامت کے ساتھ صاحب قاموس کو لکھا بھیجا کہ تم نے یہ کیا لکھا ہے اس پر انہوں نے اس رسالہ سے بالکل انکار کیا اور لکھ بھیجا کہ اس کو جلا دیجئے یہ میرے اعداء کا افتراء ہے میں تو امام ابو حنیفہؒ کے بڑے معتقدین سے ہوں اور میں نے ان کے مناقب میں ایک مجلد کتاب لکھی ہے چنانچہ اس قصہ کو امام شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں اس طرح پر لکھا ہے۔ و سئل شیخ الاسلام مجد الدین الفیروز آبادی کتابا فی الرد

علی ابی حنیفة و تکذیبه و رفعوه الی ابی بکر بن الخیاط الیمنی
فارسل یلوم محمد الذی کتب الیه ان کان بلغک
بهذا الکتاب فاحرقه فانه افتراء علی من الاعداء او
انا من اعظم المعتقدین فی ابی حنیفة و ذکرت مناقبه
فی مجلد۔ اصل میں ابا قبیس بجائے ابی قبیس کہنے کا اعتراض ابن خلکان نے
نقل کیا ہے مگر ساتھ ہی اس کے اس کا جواب بھی اس نے ایسا دے دیا ہے جس سے
امام صاحب کی نسبت قلت عربیت کا اعتراض کرنا محض جاہلانہ اور حاسدانہ
ثابت ہوتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ چونکہ امام ابوحنیفہؒ کوفی تھے اور کوفی ابن ابی کو
اباکو ابا بولتے ہیں اس لیے جب ابن علاء نحوی نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ قاتل
بالمثقل پر قصاص ہے یا نہیں اور آپ نے اس کا نفی میں جواب دیا
تو اس نے کہا کہ گو منجنیق سے قتل کرے اس کے جواب میں آپ نے و لو
قتله باباقبیس حسب محاورہ کوفیین کے فرما دیا پس یہ کون سی اعتراض
کی بات ہے خاص کر جب کہ کوفہ کی زبان بجائے خود مستند ہے اور کوفہ اور بصرہ
کے نحاة ہی علم نحو کے استاد مانے جاتے ہیں ورنہ اتنے بڑے مسلم پیشوائے دین امام
الفقہ والحدیث کی نسبت کون احمق خیال کر سکتا ہے کہ آپ کو ابا اور ابی کی تمیز
نہ تھی بالفرض اگر اس کو غلط ہی سمجھ لیا جاوے تاہم اسے امام صاحب کا قلیل
العربیت ہونا کسی طرح سمجھا نہیں جا سکتا کیونکہ اکثر افصح الفصحاء کو دیکھا
جاتا ہے کہ کبھی نہ کبھی جلدی میں کچھ کا کچھ ان کی زبان سے نکل جاتا ہے اور اس سے ان
کی زباندانی پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ اور نیز احتمال ہو سکتا ہے کہ امام صاحب نے
تو ابی قبیس ہی فرمایا ہو اور سامع کو ابا قبیس کہنے کا دھوکہ لگ گیا ہو یا کسی معترض
نے حسد سے عمداً ان کی نسبت ایسا کہنا منسوب کر دیا ہو۔ خیر یہ معاملہ تو زبانی

غلطی کا ہے جس میں کئی ایک احتمال ہو سکتے ہیں ہم کتابت میں دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے عالموں فاضلوں سے صریحاً غلطی ہو گئی ہے اور کسی نے ان کی نسبت کم علمی کا الزام نہیں لگایا آپ امام بخاری رحمۃ اللہ ہی کو دیکھیں کہ ان سے اپنی صحیح کی کتاب الانبیاء کے باب ولقد کان فی یوسف واخوتہ کے ذیل میں لفظ استیاء سوا کو بروزن افتعلوا بنانے میں کس قدر بخاری غلطی ہوئی ہے حالانکہ علم صرف نحو کے مبتدی بھی بخوبی جانتے ہیں کہ لفظ استیاء سوا بروزن استفعلوا ہے اور یہ غلطی ایک مدت کے بعد شارحین صحیح بخاری نے پکڑی ہے بخاری کے راویوں کا بھی جنہوں نے بلا واسطہ امام بخاری سے اس کو سنا تھا اس کی طرف خیال نہیں گزرا تھا۔ اب اس موقع پر کیا کوئی یہ خیال کر سکتا ہے۔ کہ معاذ اللہ امام بخاری یا ان کے راوی کم علم تھے نہیں ہرگز نہیں علاوہ اس کے یہ غلطی تو صرف علم صرف کی ہے کئی غلطیاں امام بخاری سے روایت حدیث میں بھی ہو گئی ہیں حالانکہ صحیح بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانی گئی ہے۔ عن عائشۃ ان بعض ازواج النبی قلن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اینا اسرع بک لحوقاً قال اطولکن یداً فاخذن قصبۃ یذرعنہا فکانت سودۃ اطولہن یداً فعلمنا بعد انما کانت طول یدہا الصدقۃ وکان اسرعنا لحوقا بہ وکانت تحب الصدقۃ۔ میں بعض راویوں کے وہم سے بجائے حضرت زینبؓ کے حضرت سودہؓ کا نام امام بخاری نے صریحاً غلط لکھ دیا ہے کیونکہ سب سے پہلے آنحضرتؐ کے ازواج مطہرات سے حضرت زینبؓ ہی ۲۰ھ میں فوت ہوئی ہیں اور انہیں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہماری وفات کے بعد ہمارے ازواج میں سے سب سے پہلے فوت ہو گی مگر امام بخاری نے غلطی سے حضرت

سودہ کی نسبت یہ پیش گوئی سمجھ کر ان کا نام لکھ دیا ہے حالانکہ ان کی وفات ۵۴ھ
ہجری میں ہوئی ہے جیسا کہ عینی جلد ۴ صفحہ ۳۱۲ اور نیز فتح الباری پارہ ۶ صفحہ ۱۷۱ میں
لکھا ہے وفی التلویح هذا الحدیث غلط من بعض الرواة والعجب
من البخاری کیف لم ینبه علیه ولا من بعده من اصحاب
التعالیق حتی ان بعضهم فسره بان لحوق سودة من اعلام
النبوة وکل ذالك وهم و انما هی زینب بنت جحش فانها
کانت اطولهن یدا بالمعروف و توفیت سنة عشرین وهی اول
الزوجات وفاة و سودة توفیت سنة اربع وخمسین. یعنی
توضیح شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث غلط ہے اور تعجب ہے بخاری
سے کہ وہ اور دیگر اصحاب تعالیق اس سے بے خبر رہے یہاں تک کہ بعضوں نے یہ
بھی کہہ دیا کہ انتقال حضرت سودہ کا آنحضرت کی نبوت کی نشانیوں سے ہے
حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بلکہ پہلے انتقال ۲۰ سنہ ہجری میں حضرت زینب بنت
جحش کا ہوا ہے اور انہی کا ہاتھ صدقہ دینے کی وجہ سے لمبا تھا اور یہی ازواج
مطہرات سے پہلے فوت ہوئی ہیں اور حضرت سودہ کا انتقال پیچھے ۵۴ سنہ
ہجری میں ہوا ہے۔

اور سنئے کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتاب
مریم۔ حدثنا محمد بن الکثیر حدثنا اسرائیل نا
عثمان بن المغیرة عن مجاهد عن ابن عمرؓ قال
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

رأیت عیسٰی و موسیٰ و ابراھیم فاما[1] عیسٰی فاحمر جعد عریض الصدر و اما موسیٰ فآدم جسیم سبط کانہ من رجال الزط اس حدیث کو عن مجاہد عن ابن عباس لکھنا چاہیے تھا کیونکہ تمام محدثین مثل محمد بن کثیر و اسحاق بن منصور سلولی و ابن ابی زائدہ و یحییٰ بن آدم وغیرہ نے اس حدیث کو عن مجاہد عن ابن عباس سے روایت کیا ہے چنانچہ عینی جلد ۷ صفحہ ۲۲۹ میں لکھا ہے وقال ابو مسعود الحافظ خطاء البخاری فی قولہ عن مجاھد عن ابن عمر و انما رواہ محمد بن کثیر و اسحاق بن منصور السلولی و ابن ابی زائدہ و یحیی بن آدم وغیرھم عن اسرائیل عن عثمان عن مجاھد عن ابن عباس وقال اخطاء البخاری فیما قال عن مجاھد عن ابن عمر و الصواب عن ابن عباس یعنی حافظ ابو مسعود نے کہا ہے کہ بخاری نے اس کہنے میں کہ اس حدیث

---

[1] یعنی رسول خدا نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں حضرت عیسٰی و موسیٰ اور ابراہیم کو دیکھا پس عیسٰی تو سرخ رنگ حلقہ دار بال کشادہ سینہ ہیں اور موسیٰ گندم گوں جسیم اور سیدھے بال والے جیسے قوم زط کے مرد۔

[2] یعنی سالم اپنے باپ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ایسی بات نہیں ہے جیسا کہ خیال کرتے ہیں خدا کی قسم آنحضرت نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو احمر نہیں بتایا۔

کہ مجاہد نے ابن عمر سے روایت کیا ہے غلطی کی ہے کیونکہ اس حدیث کو
محمد بن کثیر اور اسحاق بن منصور سلولی و ابن ابی زائدہ و یحییٰ بن آدم وغیرہم نے
اس طرح روایت کیا ہے کہ روایت کی مجاہد نے ابن عباس سے اور کہا غسانی
نے کہ غلطی کی بخاری نے اس کہنے میں کہ روایت کیا اس حدیث کو مجاہد نے
ابن عمر سے کیونکہ صواب یہ ہے کہ روایت کیا اس حدیث کو مجاہد نے ابن عباس
سے علاوہ اس کے ابن عمر سے جو اسی بخاری میں اس کے بعد ایک یہی حدیث
بانیطو حدثنا الزہری عن سالمؔے عن ابیہ قال لا واللہ
ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی احمر۔ الخ مروی ہوئی
ہے اس کے ابتداء ہی میں حضرت ابن عمر اس شخص پر جس نے کہا ہے کہ آنحضرت
نے حضرت عیسیٰ کو احمر بتایا ہے قسم کھا کر انکار کرتے ہیں جیسے اور بھی اسبات
کی تائید ہوتی ہے کہ بجائے ابن عباس کے ضرور غلطی سے ابن عمر لکھا گیا ہے علیٰ ہذا
اور بہت سی صریح غلطیاں صحیح بخاری میں اس کے شراح نے پکڑی ہیں مگر جب
کہ ان سے امام بخاری اور ان کے راویوں کے علم وفضل اور حدیث دانی میں کوئی
کسی طرح کا فرق نہیں آسکتا تو پھر امام ابو حنیفہؒ نے ایسا کون سا قصور کیا ہے کہ جو
ان کی بجائے ابی قبیس کے ابا قبیس بولنے سے ان کی نسبت کم عربیت کا الزام
لگا کر جھگڑا بنایا جاتا ہے سچ تو یہ ہے کہ تعصب بہت بری بلا ہے۔

وہابی | حاصل کلام یہ کہ جس قدر جرح ان پر ائمہ جرح و تعدیل نے کی
ہے اتنی کسی دوسرے امام کے حق میں نہیں کہ ان کے قطع نظر کرکے

ے یعنی سالم اپنے باپ عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ایسی بات نہیں ہے جیسا کہ
خیال کرتے ہیں خدا کی قسم آنحضرتؐ نے حضرت عیسیٰ کو احمر نہیں بتایا۔

شیعہ نے بھی رد حنفیہ میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی حنفی شیعہ کی ان کا رد کرتے نظر نہیں آیا۔

حنفی ہمارے اجمع بہ مذکورہ بالا سے اظہر من الشمس ثابت ہو گیا ہے کہ آپ نے اپنی عمر بھر کا کل گندہ مواد جمع کیا ہوا جو ۱۲ جزوں کی صورت میں پیش کیا تھا ان میں سے حضرات امام شافعی۔ سفیان ثوری۔ ابن مدینی۔ ابو داؤد۔ یحییٰ بن معین۔ امام ذہبی۔ امام غزالی۔ صاحب قاموس پر تو تضعیف امام ابوحنیفہؒ کے حوالے محض افترا۔ اور بہتان نکلے بلکہ بجائے تضعیف کے ان حضرات سے بڑے شد و مد کے ساتھ امام صاحب کی اعلیٰ توثیق اور حمایت ثابت ہے امام بخاری ونسائی اور ابن عدی کی تضعیف بوجہ مبہم اور غیر مفسر ہونے کے باتفاق محدثین غیر مقبول ہے اور نیز عداوت اور حسد پر مبنی ہونے کی وجہ سے قابل التفات نہیں اسی طرح خطیب بغدادی اور ابن جوزی کے اقوال متعصبانہ و حاسدانہ ہرگز قابل التفات نہیں ہیں ورنہ آپ کو صحاح ستہؒ وغیرہ کی صحت سے ہاتھ دھونا اور مسند امام احمد میں بہت سی موضوع حدیثوں کی موجودگی کا قائل ہونا پڑے گا۔ ابن قتیبہ اور سلیمانی خود ہی ضعیف اور بے اعتبار شخص ہیں دوسرے پر ان کا اعتراض کب قابل التفات ہو سکتا ہے صفوری اول تو کوئی غیر مشہور شخص ہے دوم اس کی رائے کو جرح سے کچھ تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ کوئی شافعی المذہب معلوم ہوتا ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ہر ایک مذہب کا عالم اپنے امام کے مذہب ہی کو افضل سمجھ کر اس کی ترجیح میں طرح طرح کے وجوہ سوچتا اور دوسرے کو الزام دیا کرتا ہے اسی طرح امام رازی کے اقوال بھی اپنے مذہب کی تائید میں ہیں اگر ایسے اقوال کو امام ابوحنیفہؒ کی تضعیف پر محمول کیا جاوے تو امام محمد کی کتاب الحج اور ترجیحات امام طحاوی اور ابن ہمام و ملا علی قاری وغیرہ کی محققانہ تالیفا

حنفی مذہب کو بطریق اولیٰ ائمہ ثلاثہ کی تضعیف میں سمجھنا چاہیے الغرض آپ
کے تمام اعتراضات کا تانا پیٹا ہم نے ایسی تفصیل سے الگ الگ کر دیا ہے
کہ اگر آپ یا آپ کے ہم مشربوں میں ذرا بھی مادہ شرم و حیا کا موجود ہوا تو پھر کبھی امام
ابو حنیفہ رح کی تضعیف اور ان پر جرح کا نام تک نہ لیں گے یہ ہم مانتے ہیں کہ بہ نسبت
دیگر ائمہ کے امام ابو حنیفہ پر زیادہ نکتہ چینی ہوئی ہے مگر آپ کو معلوم نہیں کہ یہ
نافہم حسود تھے جس طرح آپ امت محمدیہ میں اعلم و افضل اور سراج الامۃ تسلیم کیے
گئے تھے اسی طرح مثل مشہور ہے کے آپ کے حاسد بھی زیادہ تر تھے لیکن تاہم جس قدر
آپ کے مادحین تھے اس کے مقابلہ میں قادحین کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر
بھی نہیں ہے۔ اور جس قدر امام ہمام کے مادحین ہوئے ہیں اس قدر کسی اور امام
کے نہیں ہوئے چنانچہ اسی رسالہ کے ابتداء میں ہم محدثین کبار اور علمائے ثقات سے
امام ابو حنیفہ رح کی مدح اور ان کی فقہ و اجتہاد کی تعریف میں بطور نمونہ ۴۹ شہادتیں
درج کر چکے ہیں جن کی نسبت آپ یا آپ کے ہم مشرب قیامت تک کچھ چون
و چرا نہیں کر سکتے افسوس میاں حیدر آبادی امام صاحب کے نقص میں ایسے اندھے
ہو رہے ہیں کہ حنفیہ کے مقابلہ میں شیعہ جیسے یاوہ گو فرقہ کے ہفوات کو وقعت
دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی بکواس کی کسی حنفی نے تردید نہیں کی یہ تو ٹھیک ہے
کہ شیعہ کی گالیوں اور تبرا بازیوں کا ہم جواب نہیں دے سکتے لیکن اگر ہمارے دوست
حیدر آبادی شیعہ کی کوئی معقول بات جو وہ حضرات امام کے برخلاف کہتے
ہوں ہمارے پیش کریں تو ہم جواب دینے کو تیار ہیں مگر ہمیں اطمینان ہے
کہ اب کوئی نامعقول بات آپ پیش نہیں کریں گے کیونکہ آپ کو جو کچھ مدد کتب
شیعہ سے مل سکتی تھی مضمون زیر بحث میں اس سے آپ نے دریغ نہیں کیا
اور کاسہ لیسی اور فضلہ خوری کا آپ نے پورا حق ادا کیا ہے اور اب آپ کے

ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے آپ کا اندوختہ عمر تو اب خاک میں مل چکا ہے اب اتنی عمر اور تحریریں ماریں تو شاید کوئی بات نکالیں لیکن یہ بھی محال ہے کیونکہ آپ کے سلف کرام اس خبط میں اپنی اپنی عمر کھپا کر رفت گزشت ہو چکے ہیں لیکن سراج الامۃ امام الائمہ کی شان کو کچھ بٹہ نہیں لگا سکے اور کس طرح لگا سکیں ۔

؎ چراغے را کہ ایزد بر فروزد ۔ ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

کیا آپ کو شرم نہیں آتی جو ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حنفیوں میں سے شیعہ کے اعتراضوں کا جواب دینے کوئی لائق نہیں آیا اور اپنی خبر نہیں کہ دو ڈھائی سال سے برابر ماہواری رسالہ اصلاح کا ایڈیٹر "تنقید بخاری" کے عنوان سے رسالہ مذکور میں امام بخاری پر اعتراضوں کی بوچھاڑ کر رہا ہے اور آپ کو یا آپ کے کسی ہم مشرب کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اگر تمام نہیں تو اس کے دو چار اعتراضوں کا ہی جواب دے کر عوام میں برائے نام سرخروئی حاصل کرتا خیر شیعہ کے دیگر اعتراضات تو ایک طرف رہے ذرا انکے پہلے ہی اعتراض کا آپ نے کیا جواب دیا ہے جو کتاب فصل الباری فی تنقید صحیح البخاری مصنفہ مولوی سید علی اظہر کے صفحہ ۲ میں بحوالہ تاریخ علامہ مسلمہ بن قاسم کے صحیح بخاری کی تالیف کا سبب اس طرح پر لکھا ہے[1] کہ امام بخاری کے استاد علی بن مدینی نے جن کی خدمت میں

۱؎ وسبب تالیف البخاری الکتاب الصحیح ان علی بن المدینی الف کتاب العلل وکان ضنینا به لا یخرجه الی احد ولا یحدث به لشرفه وعظم خطره وکثرة فائدته فغاب علی بن المدینی فی بعض حوائجه البخاری الی بعض بنیه فبذل له مائة دینار ثم تلطف مع امه فاخرجت الکتاب فدفعه

الیہ و اخذ علیہ العھود المواثیق ان لا یحدثہ
احد من الاحد الذی ذکر فاخذ البخاری الکتاب
وکان مائۃ جزء فدفعہ الی مائۃ من الوراقین و
اعطی کل رجل منھم دینارا علی نسخہ ومقابلتہ فی یوم
ولیلۃ فکتب الدیوان فی یوم ولیلۃ وقوبل ثم صرفہ
الی ولد علی بن المدینی وقال انما نظرت الی شئ فیہ
وانصرف علی بن المدینی فلم الخبر ثم ذھب البخاری
فعکف علی الکتاب شھورا واستحفظ وکان کثیر الملازمۃ
لابن المدینی وکان ابن المدینی یقعد یوما لاصحاب الحدیث
یتکلم فی عللہ وطرقہ فلما اتاہ البخاری بعد مدۃ قال لہ
ما حبسک عنا قال شغل عرض لی ثم جعل علی یلقی الاحادیث
ویسألھم عن عللھا فیبدرہ البخاری بالجواب بنص کلام
علی فی کتابہ فعجب لذلک ثم قال من این علمت
ھذا ھذا قول منصوص واللہ ما اعلم احدا فی زمانی
یعلم ھذا العلم غیری فرجع الی منزلہ کئیبا حزینا
واعلم ان البخاری خدع اھلہ بالمال حتی باحوالہ الکتاب ولم یزل
مغموما بذلک ولم یلبث الا یسیرا حتی مات واستغنی البخاری
عن مجالسۃ علی والتفقہ عندہ بذلک الکتاب وخرج الی
خراسان وتفقہ بالکتاب الصحیح والتواریخ فعظم شانہ وعلی ذکرہ

کتاب لکھی تھی جسے وہ کسی کو دکھاتے نہ تھے اتفاقاً وہ کسی ضرورت سے سفر کو چلے گئے جس پر امام بخاری نے ابن مدینی کے ایک بیٹے کو ۔۔۔ ۱۱ اشرفیاں اس وعدہ پر دیں کہ اپنے باپ کی کتاب نکال دو کہ میں اسے دیکھوں اور تین دن میرے پاس رہے چنانچہ اس کو زر نے مفتون کیا اور اپنی والدہ سے ملطالیف الحیل کتاب مذکور منگوا کر امام بخاری کو دی اور بہت سے عہد و مواثیق لے کر تین دن سے زیادہ اپنے پاس نہ رکھنا امام بخاری نے کتاب ملتے ہی یہ تدبیر کی کردہ سو جزو کی کتاب ایک سو کاتبوں کو ایک ایک جزو معہ ایک ایک اشرفی اجرت کے دیکر کہا کہ ایک رات دن میں لکھ کر مقابلہ بھی خود کر لو چنانچہ جب لکھی گئی تو امام بخاری نے اصل کتاب ابن مدینی کے بیٹے کو یہ کہہ کر کہ اسے میں نے دیکھا ہے) واپس کر دی اس کے بعد امام بخاری نے اس کتاب کو کئی ماہ میں یاد کیا جب ابن مدینی واپس آئے تو ان کو ان پیچھے کے ماجرے کی کچھ خبر نہ ہوئی ان کا قاعدہ تھا کہ ارباب حدیث کے لیے ایک مجلس مقرر کرتے جس میں علل و طرق حدیث وغیرہ کے متعلق کلام کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد اس مجلس میں امام بخاری بھی تشریف لائے اس پر ابن مدینی نے اتنے عرصہ کی غیر حاضری کا سبب پوچھا انھوں نے کسی ضروری کام کا عذر کیا پھر ابن مدینی نے احادیث بیان کر کے حاضرین سے ان کے علل کے متعلق سوال کرنا شروع کیا۔ امام بخاری نے بعینہٖ وہی جواب دیئے جو ان کی کتاب میں لکھے تھے اس پر ابن مدینی نے متعجب ہو کر امام بخاری سے پوچھا کہ تمہیں یہ باتیں کہاں سے معلوم ہوئیں یہ قول تو منصوص ہے خدا کی قسم میں اپنے زمانہ میں سوائے اپنے کسی کو اس علم کا عالم نہیں پاتا اس کے بعد ابن مدینی محزون اور شکستہ دل اپنے گھر میں آئے اور معلوم کیا کہ امام بخاری نے ان کے اہل و عیال کو مال دے کر فریب

دیا جس سے ابن مدینی ہمیشہ غمگین رہ کر تھوڑے عرصہ میں انتقال فرما گئے اور امام بخاری خراسان کو چلے گئے اور انہوں نے اس کتاب سے تفقہ حاصل کر کے اپنی صحیح کو لکھا اور دیگر کتب تواریخ لکھیں اور انہیں عظمت و بزرگی ملی اور بڑا نام پایا۔

دیکھو اگر بیان متذکرہ بالا صحیح ہے اور غالباً صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ علامہ مسلمہ بن قاسم قرطبی ہمعصر دارقطنی کا قول نسبت ترجیح صحیح مسلم بر صحیح بخاری جو حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں نقل کیا ہے اس بات کا مشعر ہے کہ علامہ مذکور کا خیال صحیح بخاری کی نسبت کچھ بہت عمدہ نہ تھا، تو اس سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ صحیح بخاری کی تالیف میں امام بخاری کی اپنی کمالیت تو کچھ نہ ہوئی صرف ابن مدینی کی کتاب کی فقہ اور طریق استدلال سے مؤلف صحیح بن گئے ہیں بلکہ جس حکمت عملی سے ابن مدینی کی کتاب صرف دیکھنے کے لیے حاصل کر کے اس کے نقل کرنے کی کارروائی عمل میں لائی گئی ہے اس سے امام بخاری کی امانت اور عظمت و جلالت پر ایک بہت ہی نازیبا و بدنما دھبہ پڑ جاتا ہے جس کا دور کرنا آپ لوگوں کا فرض مقدم تھا مگر افسوس تعصب نے آپ کو ایسا اندھا کیا ہوا ہے کہ اپنے گھر کی تو کچھ خبر نہیں ہے اور غیروں کی نکتہ چینیوں پر آپ تلے ہوئے ہیں۔

خواجہ در بند نقش ایوان است
خانہ او از پائے ویران است

وہابی دوست اس سے آگے یہ عذر پیش کرتا ہے کہ امام صاحب پر جس نے جو حملے کیے ہیں یہ اس لیے کیے ہیں کہ ایڈیٹر اہل فقہ نے الجرح علی البخاری سے مضمون شائع کر کے امام بخاری پر حملے کیے ہیں کہ اگر ایڈیٹر اہل فقہ سے پرخاش تھی تو اس کی ذات پر جس قدر تمہارا جی چاہتا تھا حملے کر لیتے اور اس کو کرتے

لیکن یہ کونسی عقل مندی کی بات ہے کہ عداوت تو ائمہ غیر اہل فقہ سے ہو اور بجائے اس ایک ایسے برگزیدہ امام کے برخلاف شروع کر دی جائے جن کو دنیا کی اسلامی آبادی کے دو تہائی مسلمان (حنفی) اپنا دینی پیشوا سمجھتے ہیں اور جن کی ورع و زہد اتقا و اجتہاد۔ فقاہت تبحر فی الحدیث کے تمام محدثین گواہی دیتے آئے ہیں واہ رے آپ کی دانائی۔

برین عقل و دانش بباید گریست

وہابی — ائمہ غیر اہل فقہ کو کہا جاتا ہے کہ تم بھی اگر کوئی مواد اس طرح کا رکھتے ہو کہ جیسے ہم نے کھلے کھلے الفاظ میں امام ابوحنیفہؒ کا ضعف بھی کی علمائے حضرت امام شافعیؒ جو ایک ائمہ اربعہ ہیں۔ اور بڑے بڑے محدثین سے ثابت کیا ہے امام بخاری کے حق میں نقل کر دیا امام بخاری کی بیکراں احادیث میں ایک دو پر جرح کرنا بے سود اور ایسا ہے خطا بر بزرگان گرفتن خطاست۔ مگر یہ بھی تو دیکھو کہ تمہارے امام ہمام کو تو ایک بھی صحیح حدیث نہ ملی جیسے کہ اوپر کی کلاموں سے ظاہر ہے۔

حنفی — تمہارا جس قدر گندہ مواد شیعہ کی فضلہ خوری سے آج تک جمع تھا وہ سب کا سب مضمون اہل الذکر میں پھوٹ کر بہہ چکا ہے اور اس کا کافی علاج ہم اپنے اس مضمون میں کر چکے ہیں اگر ہمارے سیف صارم کے کاری زخموں سے تم جانبر نہ ہو سکے اور پھر کوئی ردی مواد جمع ہو گیا تو ہم اس پر بھی عمل جراحی کرنے کو حاضر ہیں ہم نے صرف امام شافعی بلکہ باقی ائمہ مذہب اور ائمہ حدیث کی شہادت سے امام صاحب کی فقاہت اور حافظ حدیث ہونے کا کافی ثبوت دے چکے ہیں اور امام بخاریؒ کی فقاہت واجتہاد وغیرہ کی طرف بھی علی قدر الضرورت اشارہ کر چکے ہیں اور یہ تو ہمارا شیوہ نہیں

کہ امام بخاریؒ یا کسی دیگر امام حدیث کو برا بھلا کہیں کیونکہ حدیث میں وہ ہمارے
بھی پیشوا ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ہم آپ کی طرح بخاری پرست نہیں ہیں یہ
تمہارا ہی کام ہے کہ مصرع خطا بر بزرگان گرفتن خطا است زبان پہ ہے اور
عمل اس کے برخلاف لِمَ تقولون ما لا تفعلون حیدر آبادی راستباز
کے اس فقرہ کی نسبت "کہ تمہارے امام ہمام کو تو ایک بھی صحیح حدیث نہ ملی۔
لعنۃ اللہ علی الکاذبین"

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔

کے اور کیا کہیں۔ ناظرین رسالہ ہذا خود ہی اس کی راستبازی کا اندازہ کر سکتے ہیں

وہابی اب ناظرین کو یہ بتلا کر مضمون ختم کئے دیتا ہوں مگر وقت ضرورت
پھر اس مسئلہ کو بڑھائیں گے کہ امام ابو حنیفہؒ کی کوئی خاص مسند اور
کتاب نہیں بلکہ ان کے مذہب کے علماء نے تحریر کیا ہے۔ افسوس یہ احناف کسی
کی تقلید کرتے ہیں کیا علماء احناف کی امام صاحب کی تو مسند نہیں۔ لسان المیزان
سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد خوارزمی نے جس مسند کو جمع کیا اس کو نادان لوگ ابو حنیفہؒ
کی سمجھتے ہیں اور یہ مسند ۶۷۴ میں رواج پائی اور یہ مسند درحقیقت امام صاحب
کی نہیں غرض کوئی امام صاحب کی نہیں۔

حنفی اب وہ وقت ضرورت آ گیا ہے کہ اگر میاں حیدر آبادی اور
اڈیٹر اہل الذکر کہیں زندہ ہیں تو اس مسئلہ کو شروع کریں کیونکہ
ان کی سابقہ کارروائی پر پانی پھر گیا ہے اور سیف صارم نے ان کے طلسم بت
کو پاش پاش کر کے امام صاحب کی عظمت کا ڈنکا اسلامی دنیا میں بڑے
زور شور سے بجا دیا ہے نہیں تو اندیشہ ہے کہ اہل الذکر اور اس کے حامی

کہیں عدم آباد کو نہ چل بسے ہوں۔ کیونکہ جب سے مطبع سراج الاخبار نے سیف صارم نے اپنی چمک دمک دکھانی شروع کی ہے تب سے رسالہ اہل الذکر کا انتظام ابتر ہو گیا اور اس کی کمر ٹوٹ گئی ہے علاوہ بجائے پندرہ روزہ ہونے کے دو دو ماہ کے بعد اس کی شکل بمشکل دکھائی دیتی ہے اور اب تو ۱۵ ربیع الثانی کے بعد سے کہیں ایسا گم ہے کہ تعجب نہیں کہ وہ فوت ہو کر قبر میں مدفون ہو گیا ہو اور یہ امر کہ امام صاحب کی کوئی مسند نہیں اور مسند خوارزمی امام صاحب کی مسند نہیں، سو یہ بات مخالف کبھی نہ کہتا اگر اس نے مسند خوارزمی کبھی خواب میں بھی دیکھی ہوتی محقق مناظر کا یہ فرض ہے کہ کسی کتاب کی نسبت کوئی خیال قائم نہ کرے جب تک کہ اس کو خود پڑھ نہ لے لیکن بیچارے وہابیوں کی تو صرف نرے بنائے ڈھکوسلوں پر بنیاد ہے اور یہ ایسی بے تکی ہانکنے پر مجبور ہیں۔ آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ تمہاری اس بات کا جواب تو خود مسند خوارزمی کی ابتدا ہی سے مل سکتا ہے۔ چنانچہ ابو المؤید خوارزمی اپنی شروع مسند میں لکھتے ہیں

وقد سمعت فی الشام عن بعض الجاهلین بمقداره انه یستصغره و یستعظم غیره و یستحقره و ینسبه الی قلة روایة الحدیث و یستدل باشتهار المسند الذی جمعه ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم الشافعی و موطأ مالک و مسند الامام احمد و زعم انه لیس لابی حنیفة مسند و کان لا یروی الا عدة احادیث فلحقتنی حمیة دینیة ربانیة و عصبیة حنفیة نعمانیة فاردت ان اجمع بین خمسة عشر من مسانید التی جمعها فحول علماء

اہل حدیث۔ یعنی میں نے شام میں بعض ایسے جاہلوں سے سنا جو امام ابوحنیفہ رح کی قدر نہیں جانتے وہ امام صاحب کی شان کو کم کرتے اور ان کی تحقیر اور غیروں کی تعظیم بیان کرتے اور آپ کی نسبت قلت روایت حدیث کا اعتراض کرتے ہیں اور دلیل میں وہ مسند پیش کرتے ہیں جو ابوالعباس محمد بن یعقوب شافعی نے جمع کیا اور ایسا ہی موطا امام مالک اور مسند امام احمدؒ کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام صاحب کا کوئی مسند نہیں ہے اور کہ انہوں نے صرف چند حدیثیں روایت کی ہیں پس مجھے دینی اور حقانی حمیت اور حنفیہ اور نعمانیہ غیرت نے اس امر پر برانگیختہ کیا کہ امام صاحب کے پندرہ مسندوں سے جن کو فحول علماء حدیث نے اکٹھا کیا تھا اس مسند کو تیار کروں اس کے بعد ابوالمؤید خوارزمی نے ان ۱۵ اسانید کے جن سے اس نے اس مسند کو جمع کیا ہے حسب ذیل نام لکھے ہیں۔ مسند له جمعهٔ الامام الحافظ ابو محمد عبد الله بن محمد یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری المعروف به عبد الله الاستاذ۔ یعنی پہلی وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام حافظ ابومحمد عبداللہ مشہور بہ استاذ بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی بخاری نے۔ مسند له جمعه الامام الحافظ ابو القاسم طلحه بن جعفر الشاهد العدل۔ دوسری مسند وہ ہے جس کو جمع کیا ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر شاہد عدل نے۔ مسندٌ له جمعه الامام الحافظ ابوالحسین محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد۔ تیسری وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام حافظ صاحب جرح وتعدیل احمد بن عبداللہ بن عدی جرجانی نے مسند له رواه الامام الحسن بن زیاد

اللؤلؤی ۔ ساتویں وہ مسند ہے جس کو روایت کیا حسن بن زیاد لؤلؤی شاگرد امام ابوحنیفہؒ نے مسند لہ جمعہ الحافظ عمر بن الحسن الشیبانی ۔ آٹھویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا حافظ عمر بن حسن شیبانی نے مسندؒ لہ جمعہ الامام الحافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی ۔ نویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد کلاعی نے مسندؒ لہ جمعہ الامام الحافظ ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی دسویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا حافظ ابو عبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی نے مسندؒ لہ جمعہ الامام ابو یوسف القاضی یعقوبؒ بن ابراھیم الانصاری ورواہ عنہ یسمی نسخۃ ابی یوسف ۔ گیارہویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا قاضی امام ابو یوسف شاگرد امام ابوحنیفہؒ نے اور روایت کیا اس کو بسند متصل امام ابوحنیفہؒ سے اور وہ مشہور بہ نسخہ ابی یوسف ہے ۔ مسند جمعہ الامام محمد بن الحسن الشیبانی ورواہ عنہ یسمی نسخۃ محمد بارہویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابوحنیفہؒ نے اور روایت کیا اس کو امام ابوحنیفہؒ سے اور وہ مشہور بہ نسخہ محمد ہے ۔ مسندؒ جمعہ ابنہ الامام حماد بن ابی حنیفۃ ورواہ عن ابیہ ۔ تیرھویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام ابوحنیفہؒ کے فرزند حماد نے اور اپنے باپ سے روایت کی ہے ۔ مسندؒ لہ جمعہ ایضاً الامام محمد بن الحسن الشیبانی معظمہ عن التابعین ورواہ عنہ یسمی الآثار ۔ چودھویں وہ مسند

جن کو جمع کیا امام محمد نے اور روایت کیا ہے امام ابوحنیفہؒ سے اور سوائے
ان کے اور تابعین سے اور وہ مشہور بکتاب الآثار ہے۔ مسند ۱۵ جمعہ الحافظ
ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام السعدیؒ
پندرھویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا حافظ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام
سعدی نے۔ ان کے بعد باوجودیکہ یہ پندرہ مسانید لکھی ہوئی تھیں تاہم ابو المؤید
خوارزمی نے ہر ایک کے جن اصحاب نے آپ سے آپ کی مسانید کو روایت
کیا ہے وہ پانچ سو یا اس سے کچھ زیادہ ہیں اور درمیان ان کے وہ مشائخ بھی
شامل ہیں جن سے امام شافعی نے اپنی مسند میں جس کو ابو العباس محمد بن یعقوب اصم
نے جمع کیا ہے روایت کی ہے اس میں ان کے کل مشائخ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب
میں سے بیس شیخ ہیں اور نیز اس ۵۰۰ سو کی تعداد میں وہ مشائخ بھی شامل
ہیں جن سے امام احمد بن حنبل اور بخاری و مسلم اور ان کے شیوخ نے امام ابوحنیفہؒ
کے اصحاب سے روایت کی ہے اب حیدرآبادی وہابی اور اس کے ہم خیال
غور کریں کہ جامع مسند خوارزمی تو خود اقراری ہے کہ یہ مسند کچھ میرا اپنا وغیرہ
نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہؒ کی ان ۱۵ مسندوں کا مجموعہ ہے جن میں سے پانچ
یعنی ایک کو تو امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ دو کو امام ابوحنیفہؒ سے سن کر جمع
کیا تھا۔ اور باقی ۱۰ مسندیں دیگر حفاظ حدیث نے امام موصوف سے بالواسطہ
سن کر جمع کی تھیں پھر مخالفین کا یہ کہنا کہ امام صاحب کی کوئی مسند نہیں یا یہ کہ
مسند خوارزمی اس کا اپنا مسند ان کی مسند نہیں کہی جاتی اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح
سے تو امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کی بھی کوئی مسند نہیں ہے کیونکہ جو مسند امام شافعی کی
بتائی جاتی ہے اس کو خود انہوں نے جمع نہیں کیا بلکہ تقریباً ڈیڑھ سو سال ان
کے پیچھے ابو العباس بن یعقوب اصم متوفی ۳۴۰ھ نے امام شافعی کی ان احادیث

کو جو انہوں نے اپنے شاگردوں کے آگے بیان کی تھیں اور ربیع بن سلیمان متوفی ۲۷۰ھ اور حرملہ بن یحییٰ متوفی ۲۴۳ھ تلامیذ امام شافعی نے کتاب ام اور مبسوط میں درج کی تھیں، ابوجعفر محمد بن مطر نیشاپوری نے منتخب و ملتقط کر کے یا خود انتخاب کر کے جمع کیں اور نام اس کا مسند امام شافعی رکھا جس سے اس کے ابواب وغیرہ میں بڑی بے ترتیبی واقع ہوئی چنانچہ یہ سب حال بستان المحدثین کے صفحہ ۳۰ میں اس طرح پر لکھا ہے۔ مسند امام شافعی عبادت است از احادیث مرفوعہ کہ امام شافعی آنرا بحضور شاگردان خود بسند بیان مے فرمود و روایت مینمود و آنچہ ازیں احادیث و مسموعات ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم از ربیع بن سلیمان در ضمن کتاب الام و مبسوط واقع شدہ بود آنرا یکجا جمع نمودہ مسند امام شافعی نام کردہ و جامع و ملتقط آن احادیث شخصے از نیشاپور است کہ اورا ابوجعفر محمد بن مطر گویند و از ابواب ام و مبسوط آن احادیث را التقاط کردہ جدا نوشتہ و چون این ہمہ لفظ موجودہ ابوالعباس اصم بود مولف مسند شافعی اورا انگارند و بعضی گویند کہ خود ابوالعباس انتخاب آن حدیث کردہ است محمد بن مطر کاتب محض بود بہرحال آن مسند نہ برسانید ترتیب یافتہ است و نہ بر ابواب بلکہ کیف ما اتفق التقاط نمودہ جدا نوشتہ است و لہٰذا التکرار بسیار در اکثر مواضع دران یافتہ میشود انتہی ملخصاً اسی طرح مسند امام احمد اگرچہ اس کا بہت حصہ انہوں نے خود مسودہ کیا تھا لیکن اس میں بہت سی زیادتی ان کے بیٹے عبداللہ نے کی ہے اور نیز ابوبکر قطیعی نے بہت کچھ اس میں بڑھایا ہے اور امام احمد نے خود اس کو مرتب نہیں کیا جسے اس میں اکثر جگہ خطا واقع ہو گئی ہے چنانچہ اسی بستان المحدثین کے صفحہ ۲۱ میں اس طرح لکھا ہے مسند امام احمد حنبل ہر چند تصنیف و تسوید خود آن امام عالی مقام است لیکن ور دی

زیادات بسیار از پسر ایشان عبداللہ است وبعضی از زیادات ابوبکر قطیعی
کہ راوی آن کتاب از پسر ایشان است نیز ہست و امام احمد این کتاب بطریق
بیاض جمع میکرد و ترتیب و تہذیب او از ان امام بوقوع نیامدہ بلکہ بعد از
وے پسر او عبداللہ بترتیب آن پرداختہ لیکن دران جا خطاہائے بسیار کردہ
مدنیاں را در شامیان درج کردہ وبالعکس۔ انتہیٰ ملخصاً اور اتحاف النبلاء
کے صفحہ ۱۴۲ میں لکھا ہے۔ واہل علم ذکر کردہ اند کہ شرط احمد درین مسند آن است
کہ جز حدیث صحیح تخریج نکند اما ابوموسیٰ المدینی گفتہ کہ درو ے احادیث موضوعہ
نیز ہست کما ذکرہ العراقی۔ پس جب کہ مسند جمیع نہیں کی کمال بے انصافی
اور ہٹ دھرمی ہے بلکہ یہ اعتراض تو مسند امام شافعی وغیرہ پر وارد ہو سکتا
تھا نہ امام ابوحنیفہؒ پر۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ جس زمانہ میں ہوئے ہیں اس وقت
تک تصنیف و تالیف کا کوئی رواج نہ تھا بلکہ تالیف و تصنیف کی طرف علماء
کو آپ ہی نے متوجہ کیا ہے اور کتاب فقہ اکبر کتاب … کتاب العالم
والمتعلم کتاب الاوسط کتاب المقصود خود تصنیف کرکے اس مبارک رسم کی بنیاد
ڈالی ہے اس حالت میں اگر ان کو اجتہاد واستنباط کے اعلیٰ واہم کام سے فرصت
نہ ملی یا ان کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر خطابؓ کی روش نسبت کتابت حدیث کے

۱؎ اگر ان کتابوں کی سند دیکھنی ہو تو ابومنصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ کی کتاب الزکوٰۃ
کے باب زکوٰۃ السوائم اور کتاب الوکالۃ کے باب الوکالۃ بالبیع والشراء اور ابو
اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ کی کتاب النکاح کے باب المہر اور قاضی ابوزید الدبوسی
متوفی ۴۳۰ھ کی کتاب الزکوٰۃ کے باب زکوٰۃ الخارج اور ابوعلی الدقاق کی کتاب النکاح
کے باب العدۃ اور ابوسہل الزجاجی کی کتاب الطہارۃ کے باب الحیض کو دیکھو۔

مانع نہ ہوتی تو وہ ضرور ہی کوئی مسند خود جمع کرتے مگر تعجب تو یہ ہے کہ امام شافعی جن کے زمانہ میں تصنیف و تالیف کا چرچہ بڑھ گیا تھا اور آپ کے استاد امام محمد بن حسن شیبانی ہیں جن سے آپ ایک اونٹ کا بوجھ علم حاصل کرنا تسلیم کرتے ہیں بقول فوائد البہیہ صفحہ ۱۶۳ نو سو نوشتے کتابیں تصنیف کر چکے تھے امام شافعی نے اپنی مسند کو خود یا ان کے شاگردوں نے جمع نہیں کیا اب حیدر آبادی کا یہ کہنا کہ حنفی لوگ کسی کی تقلید کرتے ہیں کیا علمائے احناف کی مسانید کی تقلید کرتے ہیں جو فضول اور محض نادانی کا سوال ہے کیونکہ مقلدین امام ابوحنیفہ ان کی مسند ہی کی تقلید نہیں کرتے بلکہ ان کے ان اجتہادی و استنباطی احکام کی تقلید کرتے ہیں جو انہوں نے بمشورہ اپنے اصحاب کے قرآن اور احادیث سے اخذ و استنباط کئے اور اپنے شاگرد امام ابویوسف سے قلمبند کرائے اور بعد ان کو امام محمد شاگرد امام ہمام نے اپنی کتب مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر کبیر، کتاب الآثار، موطا وغیرہ میں بڑی اہتمام و انتظام کے ساتھ جمع کرکے فروع کو ایسے طور پر منقح کر دیا کہ دنیا اور مجتہد و عالم کی طرح رجوع لانے کی محتاج نہ رہی چنانچہ یہ سب حال ہماری رسالہ کے صفحہ ۱۳ میں مفصل لکھ دیا گیا ہے پس معترض کو اپنے سفیہانہ اعتراض سے شرم کرنا چاہیئے۔

اب چونکہ مخالف کے تمام اعتراضات کی تردید ہو چکی ہے اور حضرت والا شان امام الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت ائمہ دین اور اکابر محدثین کی شہادت سے ثابت ہو چکی ہے اس لیے ہم حیدر آبادی وہابی اور دیگر مخالفین امام ہمامؒ کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر جواب الجواب لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں تو میدان میں آئیں اور جس طرح سے ہم نے ہر ایک پہلو پر مفصل بحث کی ہے اسی طرح کو مد نظر رکھ کر ہمارے براہین قاطعہ کا مقابلہ کریں ورنہ آئندہ اس مکروہ طریق گستاخی

بزرگانِ دین سے باز آجائیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ
وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین
ختم شُد

نوٹ: سیفِ صارم حمایت ابرار کے لیے جو تیار ہوئی ہے۔ وہابی کے سر اور پاؤں پر مار کہ وہ بے ہودہ نامراد ہے اس کا دل ہی نہ تھا وہ بے جا غرور و تکبر سے مقابلہ پر تیار ہوا تھا اس طرف ایما ہے کہ مصرع سیفِ صارم… الخ کو اعداد ۱۳۴۳ کو جمع کر دو اور لفظ وہابی کے حرف واؤ اور حرف یا کو جو اس کا سر اور پاؤں ہے کاٹ ڈالو اور عدد حرف الف کو لفظ وہابی کے درمیان ہونے کی وجہ سے اس کا دل ہے وہ بھی حساب میں مت لو یعنی ان کے مجموعہ کے اعداد ۱۰۱ کو مصرع کے اعداد ۱۳۴۳ میں سے نکال دو تو سال تاریخ مطلوب حاصل ہوگا۔ خلاصہ ۱۳۴۳—(۹۶+۱+۴)=۱۲۴۲ ہے اور یہی سال سنہ طبع رسالہ ہے۔ فافہم منہ۔

تاریخ و تقریظ از جامع معقول و منقول مولوی میر علی حسن صاحب امام مسجد اکبر خان صاحب جہلم

بحمد اللہ کتابے لاجوابے — چو شد مطبوع و تالیف اللہ الشر
ز تصنیفات مولانا[1] مکرم — پئی رشد و ہدایت ضال و گمراہ
معیلش بود او لشنا کرم دین — کہ ہست او فاضل و ذی علم باجاہ
باوصافِ امام بو حنیفہ[2] — نہادہ سیفِ صارم نام واللہ
چہ سیف است آں زہے برہان قاطع — دلائل صاف اور روشن تر از ماہ
یکے ہرزہ درائے یاوہ گوئے — مرکب جہل و نادانی و بیراہ
بشانِ حضرتِ اعظم معظم — زبان را طول کردہ دست کوتاہ
جوابش آنچناں دندان شکن شد — گریزاں دشمنِ دین شد چو روباہ
مشو بیہودہ گو اے دشمن دین — حضور حضرتِ نعمان حق آگاہ
محبت بو حنیفہ[2] فرض عین است — چرا گشتی ازیں رہ بےخبر آہ

[1] مولوی فقیر محمد صاحب [2] حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

وَزَنْتُ نَفْسِي وَالأَقْرَانَ قَاطِبَةً
نفس خود را با اہل اقران خود وزن کردم

بَيْنِي وَبَيْنَهُمُ فِي الْمَجْدِ أَمْيَالُ
و دیدم که در مجد و شرف ما بین من و ایشان بعد میلهاست

مَشَتْ إِلَيَّ مَزَايَا مِنْ أَمَاكِنِهَا
خوبی‌ها از منازل خود بسوے من سے آیند

وَدُورُهَا مُذْ خَلَتْ مِنْهُنَّ أَطْلاَلُ
و خانها ایشان بسبب خالی‌ها شدن ویرانها شده

مَا كُنْتُ وَحْدِي بَلْ خَالِي يُرَى أَبَدًا
من در یکتائی تنها هستم بلکه خال من [illegible]

فِي مَعْرَكِ الْمُلْكِ مَاتَ الْبَعْضُ جُهَّالُ
مرد میدان است که در شکل معرکها جولان میکند

لَهُ الْمَحَاسِنُ إِنَّا مِنْ رَوَائِحِهَا
از گلزار محاسنش ز تنها ما خوشبو حاصل میکنیم

كَأَنَّهُمْ بَلْ فَلَوَاتٌ لاَ بَلْ أَجْبَالُ
بلکه دشت و کوه بار نیز از درایج ممدوح سطوانند

وَاخْضَرَّ مِنْهُ رِيَاضُ الْعِلْمِ وَالْهُدَى
از ذات گرامی او باغ علم سبز است

بِهِ الْبُرُوجُ لَجِيمٌ مِثْلُهُ دَالُ
و قصر با جہل و فساد بحر منہدم شده اند

زَيْنُ الْمَحَافِلِ ذُو عِزٍّ وَذُو شَرَفٍ
ممدوح زینت محفل علم و صاحب عزو شرف است

فَخْرُ الأَمَاثِلِ لِلأَفْضَالِ مِكْيَالُ
فخر علماء عصر و فضائل مجسم است

وَقَوْلُهُ السَّمُّ لِلأَعْدَاءِ دَمَّرَهُمْ
قول او یعنی کلام او زہر قاتل است که بتقابلش ہلاک شده

إِذْ سَاءَ وُدَّهُ وَلِلأَحْبَابِ جِرْيَالُ
و محبت احباب شراب خالص است

لَهُ الْمَكَارِمُ أَشْوَاكٌ لأَعْيُنِهِمْ
محاسن او در چشم دشمنان خار است

لُهَا أُمُّهَا عِنْدَهُ بِاللهِ تِنْبَالُ
و فضائل او نزد شان صغیر اند

عَلاَّمَةٌ مِصْقَعٌ فِيهَا مُحِقٌّ بَطَلُ
ممدوح علامه فصیح اللسان فہامه شجاع زبان است

فَرْدٌ فَرِيدٌ وَمِنْطِيقٌ وَمِفْضَالُ
یگانه دہر بکمال صاحب فضل کثیر است

شَمْسٌ بِهَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ الْمُظْلِمَةُ
آفتاب علم است که تاریکی جہل از طلوع او دور گشته

مُبْرِي لَهُمْ وَرَبِّ الْعَرْشِ إِجْفَالُ
و بجد اگر ظلمات جہل است زوال در پیش است

غیث بہم یدفع اللأواء اذ حصرت بحر و لیس لہ الا البذل اشغال
ابر رحمت است کہ بہ یمن او مصائب را دفع میکنیم بحر سعادت است کہ مثل و نظیر ندارد
وکم دقائق لم یظفر بہا احد الا انحل ولم یقصر بہ اشکال
بسا دقائق علم کہ ہیچ کس حل او کامیاب شدہ ممدوح من در یک لحظہ بغیر اشکال حل فرمودہ
وکم اوابد لم یالف بصائدہا فصادہا ولہا اذ صاد ارقال
بسا کمالات کہ ہیچکس تحصیل او قدرت نیافت صاحب موصوف بغیر دشواری تحصیل نمودہ
وکم اکابر زاکی الارض من حکم فہم لدیہ اذا فکرت اطفال
اکابر دانا کہ بحکمتہا خوش زمین از نیست او دانند نزد ممدوح بوقت غور نمودن بطفل مکتب مے مانند
وکم فی کل علوم تحدثنی کرما ولا لغیرہ ما سواہا قط آمال
بسیار قلبہا علوم بلطف و کرم بنا میکرد و بجز تذکرہ او علم ہیچ آرزو نمی دارد
وکم عداۃ اذا ما اقبلوا فسعوا وزارہم ولعمری منہ اجبال
بسا دشمنان کہ بسوے او متوجہ شدند باآخر ظفر نہ شدند قسم بخودم ہر چند گشے خود کو آخر کار ... اہل شدند
ومن یکذب فیکفی ذا الکتاب لہ ہذا الکتاب لمن باراہ قتال
ہر کہ انکار او کلام من این کتاب کافی بیند و این کتاب سیف صارم مقابل را کشندہ است
یا ویل سب امام المسلمین وما اراہ الا بوادی الغی یختال
بیہات کہ دشمنی حق سب امام المسلمین میکرد و سے ہم گراہ وادی ضلالت ... میکند
ماذا اراد اذا ما سب من ولم فہل اتیح لہ من سبہ مال
اے دام کہ این مغلوب امام ہمام چہ حاصل میکرد آیا او را ازین فعل شنیع ہیچ مال بدست آمد کلا
یا حیۃ الشر یا ذئب العداوۃ یا اہل الخبائث طہ وہی اغلال
اے مار شر و ذئب فتنہ و فساد اے اہل خبث کہ این شرارتہا شمار البرزاطن شدند

قد تم الكتب انتم من تلامذها

تلمیذ فیض خودے کنید شما عقل فیض خود بستید

ان الكتاب انتم اهلها وكذا

یعنی مگری رنگ دین شما اہل العرب گفتن بحاجت

هذا الكتاب كسيف صارم لكم

این کتاب تیغ بران است که شما را

هكذا هو الفصل من قول لناظم

این کتاب برائے ناظرین قول فیصل است

ماذا اقول وكيف مثل لمثله

من وصف این کتاب چه گویم که وصف او کافی شهادت است

من فيضه انبجست انهار مكرمة

از فیض او نهرها است جاری هستند

وانکم یا اہالی الشر اہمال

شما ای اہل شر شتر بے مہار ہستید

اَعْمَامُہُمَا فِیْ کَذَا بِاللّٰہِ اَخْسَنُ الٰ

بلکہ شما را اعمام و اخوال عجیب گفتن سزاوار است

دَھْیَاءُ ذَاھِیَۃٌ مُّسْتَمِرٌّ وَّ کَلُّ وَالٰ

باعث آفت و رنج و ملال است

وَاِنَّہٗ یَحْکُمُ بِالْحَقِّ ــــ یَقُوْلُ

و حکم صادق است کہ صحیح حکم مے دہد

بَحْرُ الْعُلُوْمِ وَجَحْجَاحٌ وَّ رِئْبَالٌ

کہ بحر علوم دین است سخی بے بدل و شیر الٰہی

مِنْ بَاْسِہٖ فِیْ قُلُوْبِ النَّاسِ اَوْجَالٌ

از ہیبت او در دلہا مردماں خوف است